



رسالہ

الزلزال الانقى من بحر سبقة الاتقى

۱۳

(سب (اُمتیوں سے بڑے پرہیزگار کی سبقت کے دریائے صاف ستھرا میٹھا پانی)

بسم الله الرحمن الرحيم

قال تعالیٰ وابتغوا الیہ الوسیلة	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف
احمد رضا نقی علی رضا	وسیلہ ڈھونڈو۔ پاک برترنجی (محفلہ اللہ
علی طیب ذکریہ بیان	تعالیٰ علیہ وآلہ و صحبہ وسلم) کی رضا سے احمد
یفصل الشیخین والضحیٰ	(سب سے زیادہ سراہی ہوئی رضا مسندی)
الجلیلین والامیریین	پسندیدہ برتریاں ستھرے کے لئے ہے جو
الموخریین فی درجات	شیخین گرامی مرتبت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ

لہ القرآن الکریم ۵/۳۵

عليه عليه قباح به وافصح
وبينه و اوضح، و لوح به
و صرح ناديا اليه لسانه و
طيبا به جنانه ۔

اذلعتك بحمد الله
من الكبر و حب الجاه ذمراة
لديك اصفه و صفا جدد به مرشفا
من بحر نعت مصطفى كائن
له الجلائل و الزانث به
الفضائل و الزانث له الغواضل
فيه كان بدوها و اليه كان فينها
فلا تنتمى الا اليه و لا تنتمى الا
اليه انعت به حامد تكون في
مصاعد المذروقة حمد واحد له
الحمد كله و قد و جله و كثره و قلله
و اوله و آخره و باطنه و ظاهره
يرقم من يشاء و يضع اذ ميزان الفضل
بيد يه قولى هذا القول و
في ميدان الحمد
اجول . بسم الله الرحمن
 الرحيم . قال تعالى و له الحمد في
الاولى و الاخرة ، و الحمد لله

سبحه القرآن الكريم ۴۸/۵۰

علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں لیٹنے والے دونوں
امیروں اور وزیروں کی درجات بلند و بالا میں
فضیلت مانتا ہے تو اس کو خوب واضح اور ظاہر
کیا ہے اور اس کو مبین اور روشن کیا ہے اور
اس کی تلویح و تصریح کی اس طرح کہ اس کی زبان
اس عقیدہ کی طرف بلائی اور اس کا دل اس پر خوش ہے

اس لئے کہ بجز اللہ تکبر و محبت جاہ سے
کوئی ذرہ اس کے پاس نہیں ، میں اس کی
ایسی تعریف کروں جس سے اس مصطفیٰ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بحر نعت کے قطرے
ٹوں جس کے لئے بزرگیاں ہیں اور فضیلتیں اس
مرتبہ میں اور عظیم نعمتیں اس کی مطیع ، تو اسی سے
ان کا آغاز اور انتہی کی طرف ان کی رجوع تو اسی
کی طرف منسوب ہوں اور اسی کی طرف غمتی ہوں
میں اوصاف حمیدہ سے اس کی تعریف بیان کرتا ہوں
جو حمد یکتا کی بلندی تک پہنچنے کے لئے میرا زینہ
بنیں ۔ سب تعریفیں اسی کو سزاوارتھوڑی اور
بہت اول و آخر ظاہر و باطن جس کو چاہے
بلند فرمائے اور جس کو چاہے پست کرے اس
لئے کہ فضل کی ترازو اس کے دست قدرت
میں ہے ، میں اپنی یہ بات کہہ کر میدانِ حمد
میں جولان کروں ۔ بسم الله الرحمن
 الرحيم . اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ، اللہ ہی کے لئے
حمد ہے دنیا و آخرت میں سب تعریفیں اللہ

سب العلمین حمد امتیعا علی ان
فضل نبینا علی العلمین جمیعاً
واقامہ یوم القیمة للمذنبین
شفیعاً، وحیاً کل من
سأه ولو لحظہ من بعید
فضلاً وسیعاً، و وعد من
وقع فی واحد من الصعابة
حیماً و ضریراً، واختار منهم
الامبعة الکرام عناصر الاسلام و
ائمة الانام اختیاراً بدیعاً، و بنی ترتیب
المخالفة علی ترتیب الفضیلة و غلط
من عکس غلطاً شنیعاً، فصلی اللہ
وسلم و بارک و ترحم علی حبیب
القلوب و طیب الذنوب و آلہ
الاطهار و صحبہ الاخیار انہ کان بصیراً
سمیعاً، صلوة اعظام یتلوها سلام و
سلام اکرام تعقبہ صلوة و تشیم کلاً
برکة و منکوة الی الابد تیسعاً، و اشہد
ان اللہ سیدہ و مولاه ما اعظمہ
واعلاہ و اکبرہ و احبہ و وحدہ
لا شریک لہ الہا رفیعاً، و ائت
محمداً عبداً و رسوله
و رحمتہ و رفندہ،
احبہ و اکملہ، و بدیع
الحق امر سلہ لیسحو

کے لئے جو پروردگار ہے سب جہانوں کا،
اللہ کے لئے حمد بلند ہے اس پر کہ اس نے ہمارے
نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو سب جہانوں
پر فضیلت دی اور انہیں قیامت کے دن گنہگاروں
کا شفیع مقرر کیا۔ اور ہر مسلمان کو جس نے انہیں
ایک لحظہ دور سے بھی دیکھا و سب فضیلت دیا اور
ان کے صحابیوں کے بدگوئیوں کو جہنم کے گرم پانی
اور آگ کے کانٹوں کی غذا کی وعید سنائی اور ان اصحاب
سے چار بزرگوں کا کرامت اسلام کے عناصر اور مخلوق کے نام
ہیں بے مثال انتخاب کیا اور خلافت کی ترتیب
فضیلت کی ترتیب پر رکھی اور جس نے ترتیب
الشی اس نے بری غلطی کی، تو اللہ صلوة و سلام
بھیجے اور رحمت و برکت اتارے دلوں کے پیارے
اور گناہوں کے چارہ ساز اور ان کی آل پاک
اور نیک صحابہ پر بیشک وہی بخشنے والا
عظمت کا درود جس کے چھ سلام چلے اور تکبیر
کا سلام جس کے چھ درود آئے، اور دونوں کو
برکت و اخراج ہمیشہ کے لئے قوت دے،
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک ان کا خدا
ان کا آقا و مولیٰ کس قدر بلند و برتر اور بالا و
اعلیٰ ہے، یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں،
عظمت والا محبوب ہے، اور بیشک محمد صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے خاص بندے
اور اللہ کے رسول ہیں اور اس کی رحمت اور
اس کی عطا ہیں۔ اللہ نے انہیں سچے دین کے

ساتھ بھیجتا کہ وہ ہر خرابی مٹائیں اور سب
دینوں پر جلد غالب آئیں۔

بعد حمد و صلوة ان شاء اللہ یہ گراں قدر عطا
اور عیش بہا متاع اور ربانی رحمت ہے کہ شیطان
دوسرے، اور یہ اوراق دیکھو تو تھوڑے ہیں اور انھیں
یاد کر لو تو گر تقدیر میں اور پر حق تو آسان اور سمجھو تو
سہل، اور انصاف کرو تو سنواریں اور تعصب
بر تو قوجدار ہیں، اور یہ جنات عالیہ ہیں جن کے ٹکٹے
ٹھکے ہوئے ہیں ان میں اونچے تخت ہیں اور پئے ہوئے
گوزے اور قالین بچے ہوئے اور چاندنیاں ہیں
پھیل جھولی، اس کی ضیافت کو مقبول و منظور
اور اس کی نریت یہ ہے کہ اہل خدا سے قبول
ذکر میں۔ اس میں سب باغوں کے ہر قسم کے پھل
ہیں۔ تحقیق کے انکوار اور تدقیق کی تروتازہ کجور
اور حقائق کے ناریل اور دقائق کے بادام، یہ اپنے
پھل دو بار دیتی ہے ایک بار شبنم کے لئے
ایسا پھل جو شہ کی طرح میٹھا ہو، اور دوسری
بار گڑا ہوں کے لئے ایسا پھل جو ان کے لئے مٹھک
زہر ہو۔ اس میں حکمت چھپے ہیں جو کاسبیل نام،
اگر تو سیرانی چاہتا ہے تو اُنکے راستے تلاش کر،
اس کا پانی صاف اور شافی اور کافی پینے والے

کل علة و یعلمو الدیت کلمہ علوا
سریناً۔

و یعلمو فہذا انت شاء اللہ
منحة عالیة و سلعة عالیة و
مرحمة ربانیة لا توفیة شیطانیة و اوراق ان
سأیت قلیلة و ان و عیت جلیلة، اذا قرأت
ہانت و اذا فہمت لانت و ان انصفت
نرانت و ان تعصفت بانت و جنات عالیة
قلوبہا و انیة، فیہا سرور مرفوعة و
اکواب موضوعة و نمارق مصفوفة و
نراریں مبثوثة۔ قبولہا القبول من قبل
الفحول، و نرینتہا الرد من
اہل الحسد فیہا من
کل الشمرات، و جنات الجنات غیب التحقیق
و مرطب التدقیق، و جنون الحقائق و
لوز الدقائق تووق الغیبتی کلہا مرتین
مررة عسلا لا یاسب السنت، و
اخبرہ شاملاً لا یصعب الفتن
فیہا میون حکم تسمی سلسبیلہ، فان
ثقلت بر یا فقم سل سبیلہ، ما دھا
صاف و شاف و کاف

عہ بضم الشاء السم المنقح کذا فی المعجم الوسیط۔

لہ القرآن الحکیم ۶۹/۲۳ و ۲۴
لہ - - - ۸۸/۱۳ و ۱۴

هَلْ أَهْلٌ مَرْدٍ لَمَنْ يَسْتَقْبِلُهُ
 وَهَلْ هَلْ مَرْدٍ لَمَنْ يَتَقَبَّلُهُ قِيَالَهَا مِنْ
 جَنَّةٍ فِي ظِلِّهَا جَنَّةٌ لِلْأَنْسِ وَالْجِنَّةِ مِنْ
 شَمْسِ الْإِفْتَانِ وَحَرِيقِ الْمَرَاءِ أَصْلَهَا
 ثَابِتٌ وَقُرْعَهَا فِي السَّمَاءِ
 تَوَلَّى سَقْفَ الشَّجَرِ هَا
 وَفَتْقَ أَشْرَ هَا هَا وَاجْتَنَاءَ
 ثَمَارَهَا عَبْدُ الْكَلِّ عَلَيْهِ
 وَالْمُفْتَاقُ فِي كُلِّ أَمْرٍ إِلَيْهِ
 عَبْدُ الْمُصْطَفَى الشَّهِيدُ بِأَحْمَدِ رِضَا
 الْمُحَمَّدِيِّ دِينًا وَالسُّنِّيَّ يَقِينًا وَالْخُنْفَى
 مَذْهَبًا وَالْقَادِرِيَّ مَنْتَسِبًا وَالْبِرْكَاتِيَّ
 مَشْرُوبًا وَالْبِرِيلَوِيَّ مَكْنَاً وَالسُّمْدِيَّ
 الْبَقِيْعِيَّ إِنَّ شَاءَ اللَّهُ مَدْفِنًا فَالْعَدُوَّ
 الْغَرْدُوسِيَّ بِرَحْمَةِ اللَّهِ مُوْطِنًا كَانَ اللَّهُ
 لَهُ وَحَقَّقَ أَمْلَهُ وَأَصْلَحَ عَمَلَهُ وَ
 جَعَلَ أَخْرَاهُ خَيْرًا مِنْ أَوْلَاهُ ابْنُ الْإِمَامِ
 الْهَسَامِ وَالْفَاضِلِ الظَّمْطَامِ
 وَالْبَحْرِ الطَّامِ وَالْبِدَارِ التَّامِ حَاجِي السُّنَنِ
 وَمَا حِي الْفَتَنِ ذِي تَصَانِيْفٍ رَاقِيَةٍ وَتَوَالِيْفٍ

کے لئے بہت کثیر اور ستر جس سے وہ میرا
 ہو جائیں اور جو اس سے بچے اس کیلئے زہر قاتل
 ہے کہ اس کو ہلاک کر دے، تو یہ کیسی جنت ہے
 جس کے سایہ میں انسانوں اور جنوں کیلئے گراہی
 کی دُھوپ اور آتشِ جہنم (ہٹ دھرمی) سے
 امان ہے، اس کی جڑ اُچھی ہوئی اور اس کی شاخیں
 آسمان میں اس کے درختوں کی آبپاری اور اس کے
 پھول کھانے اور پھل چنے کا کام اللہ کے عطا ہونے سے انجام
 دیتے ہیں اور ہر کام میں اس کے فقیر نصیب ہوتا ہے
 عرف احمد رضا جو دین کے اعتبار سے گمراہ ہے
 اور عقیدہ کے اعتبار سے سنی اور مذہباً حق ہے
 اور قادری اعتبار ہے اور ارادۂ برکاتی اور سکنا
 بریلوی اور مدفن کے لئے سے ان شاء اللہ میرزا
 بقیع پاک والا اور اللہ کی رحمت سے مقام ابدی
 کے لئے سے بستی فردوسی نے خود انجام دیا اللہ
 اس کا ہو اور اُس کی اُمید برائے اور اس کے
 عمل نیک کرے اور اس کی عاقبت اس کی دُنیا
 سے بہتر فرمائے (احمد رضا) ابن امام ہمام فاضل
 حکیم دُرِیا نے جو جز و ماہِ تمام حَاجِی سُنَّتِ
 حَاجِی دُرِیَّتِ صاحب تصانیف پسندیدہ و توالیف

عَلَيْهِ بَغْمُ الْهَاءِ الْعَاءِ الْكَثِيرِ الصَّافِي الْمَعْجَمِ الْوَسِيطِ -
 عَلَيْهِ الْهَلْهَلُ، السَّمُ الْقَتَالُ، الْمَعْجَمِ الْوَسِيطِ -

سُحُ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ ۱۳/۲۳

فاصلہ دیندے تھے و لطیفہ صافیہ یقیۃ السلف حجتہ
الغنیۃ، ناصح اُمت، دافع کربت، نگہبان حدود
رسالت از کراہل ضلالت اور میں نے ان کے
باب میں ان کی جناب میں معذرت کے طور پر
عرض کیا ہے ۔

اس کے کمال تک نہ پہنچا میرا بیان
پر بہترین مدحت ہے مجز کی زبان
ساحل اگر نہ ہو تو وہ بحسب بیگیاں
کھٹکانہ ہو غروب کا تو بدر ہر زمان
سیدی و مولائی و سندی و طبائی، مکرمہ علم، علامہ
عالم، مولانا مولوی محمد تقی علی خاں قادری برکاتی احمدی
دعویٰ، اشدان سے راضی ہو اور انھیں راضی
کرے اور انھیں تازگی و فرحت دے ۔ ابن
عارف بدر سید و شہزاد کریم شمس تقویٰ ماہ تمام
تقدس نجم ہدایت علامہ خلعت صاحب برکات
کثیرہ و کرامات مستقرہ و درجات عالیہ و منازل
بدیعہ میں نے ان کی شان میں اُن کے انعام کا
امیدوار ہو کر کہا ۔

مردم ہو کرم تو کس کام کا نسب
زر کا بھی میل ہو تو مقبول ہو وہ کسب
لیکن امیدوار رضا تجھ سے ہوں رضا
اور تو علی ہے مجھ کو شے عالی قدر رب

قایمہ شریفہ منیفہ لطیفہ نطیفہ
یقیۃ السلف حجتہ الخلف، ناصح
الامۃ، کاشف الغمۃ، حامی حمی الرسالۃ عن کید
اہل الضلالۃ، و ما قلت فی بابہ معتذرا
الی جنابہ ۔

فواللہ لسم یبلغ ثنائی کمالہ
ولکن عجزی خیر مدحی لسمالہ
قد البحر لولا ان للبحر ساحلا
وذا البدر لولا البدر یخشی مالہ
سیدی و مولائی و سندی و ما وای العالم
العلوم علامۃ العالم مولانا مولوی محمد تقی
علی خان قادری البرکاتی الاحمدی الہیولی
مرہی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه بالنضرۃ و السور
لقادہ ابن العارف العریف السید الغفر لیث
شمس التقی بدر التقی نجم الہدی علامۃ الوری
ذی البرکات المتکاثرۃ و الکرامات المتواترۃ
و الترقات الرفیعۃ و التزللات البدیعۃ و
قلت فی شانہ راجیا لاحسانہ ۔

اذا العیون فضل فما النفع بالنسب
وہل یصطفیٰ خبث وان کان من ذہب
ولکننی ارجو الرضا عنک یا رضا
وانت علی قازولہ عالم الرتب

حصنی و حریری و ذخیر و کتوف
ذی القدر السنی والفخر السمی
مولانا مولوی محمد رضا علی خان نقشبندی
قدس اللہ سرہ و اخاض علینا بركة آمین یا
رب العالمین، تملی علی تصنیفہا واحسان
تالیفہا باحصان تصنیفہا ما سأت ان
قد تراخت اقدام و ذلت اقوال و ضلت انہام
رافعت لہ السرایات الخ
ارفع الغایات واشمخ النہایات
من توافر الایات و
تظافر الاخبار و تواثر الانام من لعترة الاطہار
والصحابۃ الکبار والاولیاء الاخیار والعلماء
الابرار من تفضیل الشیخین علی ابی الحسنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہم، وجعلناہم ومنہم حق
بلغنی ان بعض من قادة النخیین والظن
غیر امین الی اقتداء العین فی ازدرام الشیخ واجتبا
الہین تعلق بشکرک سخیفة لا لطیفة
ولا نطیفة و انما ہی کطعام من
ضریع لا یمن ولا یغنی من
جوع فیما توافقت علیہ
سادة النقی وقادة التقی

میری حزیان اور میری امان اور میرے کثر و ذخیرہ
صاحب قدر علی و قز گرامی مولانا مولوی محمد رضا علی خان
نقشبندی اللہ ان کا باطن منزہ فرمائے اور ہم پر
ان کا فیض جاری فرمائے، آمین یا رب العالمین!
مجھے اس کتاب کی تصنیف اور اس کی تالیف
خوب اور اس کی ترتیب کو محکم کرنے پر اس امر
نے اکسایا جو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ خوف ہوتے
اور کچھ قدم پیٹتے اور کچھ ذہن اس سے گمراہ ہوتے
جس کے لئے نہایت بلندی تک علم بلند کئے گئے
آیات، اخبار اور آثار کی کثرت اور اس پر صحابہ کبار
اہل بیت اطہار پیشوایان اخبار اور علماء اہل
اجماع ہو چکا یعنی شیخین ابوبکر و عمر کی نصیحت ابوالحسن
علی پر اللہ ہمیں ان کے لئے کورے اور انھیں
میں ہمیں رکھے یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ جن
لوگوں کو ظن نے کھینچا اور ظن امین نہیں اندھوں
کی اقتدار اور قیمتی چیز کی تحقیر اور ذلیل چیز کے
انتخاب کی طرف وہی شبہات کہ نہ لطیف
ہیں نہ نطیف شکر ہے، بلکہ آگ کے کانٹوں
کی غذا کی طرح ہیں کہ نہ فریب کریں نہ بھوک سے
بے نیاز کریں کاسہارا اس میں لیتا ہے جس
پر مزاران تقدس و تقویٰ کا اتفاق ہے یعنی

علہ یعنی عقیدہ میر موائی ہنسنت و جماعت علہ یعنی گمراہی

۱۰ القرآن الکریم ۸۸/۷۶

کریمہ و سیدجانبہا الاتقی سے فضیلت صدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عجت قائم کرنا اور ان شہادت
کو ایک شخص نے جو اذکیار کے شمار میں و خیل
ہونا چاہتا ہے، فضلہ میں سے ایک
ہم عصر پیش کیا اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ تقریر بدی
کی ہو چکی کب تک چلی اور اونٹ کس کروٹ بیٹھا
تو یہ مجھے دشوار گزرا اور اس کا معاملہ میرے
نزدیک بڑا ہو گیا تو میں نے اللہ سے استغاثہ
کیا ایک کتاب کی تصنیف میں جو ہر شبہہ کا
روشن جواب دے اور صواب کے چہرے سے
نقاب اٹھا دے باوجود یہ کہ میں اپنے قصور
طاقت اور بساط کی قلت اور کتب تفاسیر
سے بہت تھوڑا میسر ہونے سے واقف ہوں اور
اگر سوائے اندوہ و غم کے حجم اور اعراض کی دوری
اور امراض کے درود پہیم کے اور بو ذی کی ایذا
جس سے کسی مسلم کو چھٹکارا نہیں جیسا کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی، کچھ نہ ہو تو
اس کام سے یہی مانع ہوتا مگر اس فقیر ذلیل
نے دیکھا کہ معافی نفیسہ کا چشمہ اس کے قلب
پر سرائے سے اُبل رہا ہے اور وہ بڑی مقدار
میں اس کی طرف بہہ کر آرہے ہیں تو میرا گمان
غالب ہوا کہ مائیک توفیق (خدا) اس ضعیف کو
اس کی قوت دے گا جس کی اسے قدرت نہیں

من الاحتجاج بکریمة * و سیدجانبہا
الاتقی و قام بعرضها كلها و بعضها
احدا المتدخلين في عداد الاذكياء و على
بعض العصريين من النبلاء و
لما علم الام دانت رحي التقيير، و على
أى شق برك البعير فاشتد ذلك على
وعظم اموره لدى فاستخرت الله
تعالى في عمل كتاب يبين
الجواب عن كل ادتياب و يكشف
النقاب عن وجه الصواب، مع
اطلاعي على قصور باغ و قصر
ذراعي و عدم الظفر من اسفاس
التفاسير الا بشئ نزيه يسير و لو
لا اما اقاويه من صجوم هجور و
عموم غموم و تباعد اعراض و توارد
اعراض و ما لا محيص عنه لمسلم
من ايذاء و ذوايل و مولد كما اخبر
النبي الاكرم صلى الله عليه وسلم
بيد ان الفقير العاني عاين عيان
المعاني تفيض على قضا مدرا و تشج
ال شجا كبا و اقصر ع ظف
ان صاحب التوفيق سيقوى الضعيف
على ما يطيق فاخست الفرصة

خمسة ايام من آخر الشهر المبارك
ذی الحجة المحرام حتی جاءت بحمد
الله کما تری تروق الناظر وتجلو
البصائر کاشفة عن وجوه
غواني من حسان معانی لم تقصر
الاذان ونفائس تحقیق وعرائس
تدقیق لم یطمئن قلبی انس ولا جان
فان صدق ظنی فکل ما فیہ غیر
ما انیہ مما سمع به فکرم الفاتر
وادعی الیه نظری القاصر
والافسان کما تعلم مساوق
الخطاء والنیات ، فما کان صوابا
فمن الله الرحمان ، وانا امر جوا
الله سبحانه فیہ ، وما کان خطا
فمنی ومن الشیطان وانا ابری
الح الله عن مساویہ یویأب الله
العصمة فی کل معنی
وحکمة الا لکتابه الاعظم
وحکامه من سوله الا کرم
صلی الله تعالی علیه وسلم ، ولما کان
فمن ختامها وطلوع سید
تمامها لليلة بقیت
من المائة الثالثة
عشر من سنی حجرة
سید البشر علیه من الصلوات

تو میں نے ماہ مبارک ذوالحجۃ الحرام آخری پانچ دن
کی فرصت لی یہاں تک کہ یہ کتاب بحمد اللہ ایسی
ظاہر ہوئی جیسی کہ تم دیکھتے ہو جو دیکھنے والے کو خوش
کرتی ، بصیرتوں کو بے غش ہے ، اور ایسے خوش معانی
(جو کانوں سے نہ سنا کرے) سے پردہ ہٹاتی ہے جو
غیبان بے نیاز آرائش کے چہرے ہیں اور تحقیق
کی نفیس صورتیں اور تفریق کی دُسنیں ہیں جنہیں مجھ
سے پہلے کسی آدمی نے چھوئے کسی جن نے ، تو
اگر میرا گمان سچا ہو تو سوائے اس کے جس کی میں
کسی کی طرف نسبت کروں اس میں جو کچھ ہے وہ
میری فکر قاصر کی دین ہے اور اس تک میری
کو تاہ نظر پہنچی ہے اور انسان جیسا کہ تم جانتے
ہو خطر و نسیان کے ساتھ چلتا ہے ، تو جو
درست ہو وہ خدا کے رحمان کی طرف سے ہے
اور میں اس کے سبب اللہ سے امید وار ثواب
ہوں ، اور جو خطا ہو تو وہ میری اور شیطان کی
جانب سے ہے اور میں اللہ کی طرف اس کی
بدیوں سے برأت کرتا ہوں ، اور اللہ ہر معنی اور
ہر جگہ میں عصمت (خطا سے محفوظ ہونا) اپنی
کتاب معکم اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے کلام کے ہر اکسی کے لئے نہیں چاہتا
اور جب اس رسالہ کی ہر اختتام کی شکست اور
اس کے تمام کام و تمام اس ایک راست میں
طلوع ہوا جو سید البشر کی ہجرت کے سالوں میں
سے تیرہویں صدی میں باقی تھی ان پر درودوں

میں سب درودوں سے بڑھا درود اور تحیات میں
سب سے فزوں تحیت ہو مناسب ہے کہ اس کا
نام الزلال الاقنی من بحر سبقة الاقنی
رکھوں تاکہ نام سال تصنیف کی نشانی ہو جائے
اور اللہ تعالیٰ ہی ولی نعمت ہے اور یہ میری تصانیف
سے پندرہویں تصنیف ہے علوم دین میں اللہ تعالیٰ
مجھے اور باقی مسلمانوں کو اس سے نفع بخشے اور
اللہ تعالیٰ اسے میرے مابعد کیلئے نور بخشے اور میری حق
میں محبت میرے خلاف وہ جو چاہے کر سکتا ہے
اور قبول و عطا اُسی کو سزاوار ہے
اور اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز
ہے اور ہدی سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ علو
وعظمت والے ہی سے ہے۔

اعوذ بالله من الشیطان الرجیم

ہمارا رب تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے اسے
وہو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے
پیدا کیا پھر تمہیں شائیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں
پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ
عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک
اللہ جاننے والا خبردار ہے لا ترجمہ ضروری
اللہ تعالیٰ کی مراد اس طور کا رُو ہے
جس پر اہل جاہلیت چلتے تھے کہ باپ دادا پر
غور کرتے اور دوسروں کے نسب پر طعنہ زن ہوتے

انما ہا ومن التحیات انما صاھا
ناسب ان اسمیہا الزلال الاقنی من
بحر سبقة الاقنی لیکون العلم
علما علی العام واللہ تعالیٰ
ولی الاتعام وهو الخاص
عشر من تصانیفی فی علوم
الدین نفعنی اللہ تعالیٰ بہا و
سائر المملین وجعلہا نوراً بین یدعت و
حجة فی لا عنی، انه علی ما یشاء قدیر و
بالاجابة جدید وحبنا اللہ ونعم
الوکیل، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی
العظیم۔

قال ربنا تبارک و تعالیٰ یتایہا الناس
انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم
شعوبا وقبائل لتعارفوا ان
اکرمکم عند اللہ اتقنکم
ان اللہ عیم خیر اللہ اراد اللہ سیخنہ
و تعالیٰ مرد ما کانت
علیہ الجاہلیة من
التفاخر بالأباء والظمت فی
الانساب وتعلی النسب علی

اور نسب کی وجہ سے آدمی دوسرے آدمی پر ایسی
تعل کرنا گویا کہ وہ اس کا غلام ہے بلکہ اس سے
بھی زیادہ خوار ہے، اور اس ذلیل طریقہ کی ابتداء
ذلیل خیس ابلیس سے ہوئی جس نے کہا تھا
کہ اے رب! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے
آگ سے بنایا اور آدم (علی نبینا وعلیہ السلام)
کو مٹی سے بنایا، تو اے نے ان کا رتوں رد فرمایا
کہ تمہارا باپ ایک ہے اور تمہاری ماں ایک ہے
اس لئے کہ اے نے اے نے تمہیں ایک ماں سے
پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان
دونوں سے بہتے سارے مرد اور عورتیں پھیل گئے
تو تم میں ہر ایک اپنی اصل سے وہی اتھالی رہتا
ہے جو دوسرا کہتا ہے تو نسب میں ایک کو دوسرے
پر فضیلت کی راہ نہیں اور ماں باپ سے ایک دوسرے
پر فخر کی مجال نہیں رہا یہ کہ ہم نے تمہیں اصول پر مرتب
کیا جس کے نیچے ان کی شاخیں ہیں اور ان کے نیچے
قبیلے ہیں تو یہ شخص اس لئے کہ آپس میں پہچان رکھو تو
اپنے قریبی عزیزوں سے ملو اور کوئی باپ کے سوا
اور کی طرف غسوب نہ ہو اس لئے کہ تم نسب پر
گھنڈ کرو، اور ایک دوسرے کو حقیر جانے، ہاں
اگر فضیلت چاہو تو فضیلت ہمارے یہاں تقویٰ
(پرہیزگاری سے ہے تو جب انسان پرہیزگاری

غیر کا من الناس حتی کانہ عبد لہ
او اذل وکانت بیدء هذه النزعۃ
الثانیۃ من الذلیل الخیس عبد اللہ ابلیس اذ
قال انا خیر منہ خلقتنی من نار
وخلقته من طین، فرد اللہ
سبحنہ و تعالیٰ علیہم ہات اباکم
واحد و امکم واحدة فانہ
تعالیٰ "خلقکم من نفس واحدة و
وخلق منہا زوجہا و بث منہما
سراجبالا کثیرا و نساء" فما
منکم من احد الا و هو ید فی
بمشل ما یدل بہ الاخر سواہ
بسواہ، فلا مسایغ للتفاضل
فی النسب و التفاضل ببالام
والاب، و اما ما رتبناکم علی
اجیال تحتہا شعوب تحتہا
قبائل فانما ذلک لتعادفوا
فتصلوا امرحماکم ولا ینتہی
احد الخ غیر ابیہ، لا کانت
تفاضل و ایزد فی بعضکم بعضا
نعم امنہ اس و تم التفاضل
فالفضل عندنا بالتقویٰ فکلما نداد

میں بڑھے اپنے رب کے یہاں عزت میں بڑھے۔
 تو ہمارے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے
 جو زیادہ پرہیزگاری سے نہ کہ وہ جو بڑے نسب والا
 ہے بیشک اللہ تعالیٰ نے نفوس کی عزت اور
 ان کی پرہیزگاری کو جانتا ہے اور نفوس کی اپنی
 خواہش میں کوشش سے خبردار ہے۔

امام بغوی نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس
 (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا یہ آیت حضرت ثابت
 بن قیس (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں اور اُن
 کے اُس شخص سے جس نے اُن کے لئے مجلس میں
 جگہ کشادہ نہ کی فلائی کا بیٹا کہنے کے باب میں اتري
 تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ا کون ہے
 جس نے فلائی کو یاد کیا؟ حضرت ثابت نے عرض
 کیا، وہ میں ہوں یا رسول اللہ! تو حضور (علیہ
 الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا، لوگوں کے چہروں
 میں بغور دیکھو۔ تو انہوں نے دیکھا۔ پھر فرمایا،
 اسے ثابت اتم نے کیا دیکھا؟ عرض کی، میں
 نے لال، سفید اور کالے چہرے دیکھے۔ سرکار
 (علیہ السلام والتمیۃ المذراۃ) نے فرمایا، تو
 بے شک تمہیں ان پر فضیلت نہیں مگر دین اور
 تقویٰ میں۔ تو حضرت ثابت کے لئے یہ آیت اتری
 اور جنہوں نے مجلس میں کشادگی نہ کی تھی ان کے
 حق میں ارشاد نازل ہوا، اسے ایمان والو!
 جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو۔
 اور متقاتل کا قول ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا رسول اللہ

الانسان تقویٰ ثم اذکرامۃ عند ربہ تبارک و
 تعالیٰ، فاکرمکم عندنا من کانت اتقى
 لامن کانت انسب۔ ان الله
 علیم بیکرم النفوس و تقواها
 یخیر بہم النفوس ف
 ہواھا۔

قال البغوی قال ابن عباس
 نزلت فی ثابت بن قیس وقولہ
 للرجل الذی لم یفسح لہ
 اًمت فلانة یعیترہ یا مہ قال
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم من الذاکر فلانة؟
 فقال ثابت انا یا رسول اللہ،
 فقال انظر فی وجوہ القوم،
 فنظرو، فقال ما رأیت
 یا ثابت؟ قال رأیت احمر
 وابيض واسود، قال
 فانک لا تفضلہ الا فی الدین
 والتقویٰ فنزلت فی
 ثابت هذه الامیۃ و
 فی الذی لم یفسح لہ
 یا یہا الذین امنوا اذا
 قیل لکم تفسحوا
 فی المجالس فافسحوا
 وقال مقاتل لما کان یوم فتح مکة

امرو رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بل لا حتى علا على ظهر الكعبة واذن ، فقال عتاب بن أسيد بن ابى العيص المحمد لله الذى قبض الجح حتى لم يره هذا اليوم - وقال الحادث بين هشام اما وجد محمد غير هذا الخراب الاسود مؤذنا - وقال مهمل بن عمرو ان يرد الله شيئا بغيره - وقال ابو صفية الى لا اقول شيئا اخاف ان يخبر به رب السماء فاق جبريل فاخبر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بما قالوا فداهم وما لهم عما قالوا فاقروا فانزل الله تعالى هذه الآية ومن جرحهم عن التخاصر بالانساب والتكاثر بالاموال والانساب بالفقراد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا (کہ اذان دیں) تو وہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور انھوں نے اذان کی، تو عتاب بن اسید بن ابی العیص نے کہا، اللہ کے لئے محمد ہے جس نے میرے باپ کو اٹھالیا اور انھوں نے یہ دن دیکھا۔ اور عاتب بن ہشام نے کہا، کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کا لے کوئے کے سوا کوئی اذان دینے والا نہ ملے۔ اور سہیل بن عمرو نے کہا، اللہ کو اگر کوئی چیز تا پسند ہوگی وہ اسے بدل دے گا۔ اور ابوسفیان بولے، میں کچھ نہیں کہتا مجھے خوف ہے کہ آسمان کا رب انھیں خبردار کر دے گا۔ تو جبریل (علی نبینا وعلیہ السلام) نازل ہوئے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی باتیں بتادیں تو حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ان سے ان کے اقوال کی بابت پوچھا تو انھوں نے اقرار کیا، تو انہوں نے یہ آیت اتاری اور انھیں نسب پر غر اور اموال پر تکمہ اور فقر کی تکفیر سے منع فرمایا۔

علامہ نسفی نے زعمری کی ابتداء کرتے ہوئے ہمارے میں یا یزید شجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بازار میں گزے تو ایک سیاہ قام غلام دیکھا جو کہتا تھا مجھے جو خریدے تو اس شرط پر خریدے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

قال العلامة النسفی فی المدارك بحالہم عثری فی کثا عن یزید بن شجرة مرس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في سوق المدينة فرأى غلاما اسود يقول من اشتراني فعلى شرط ان لا يمنعني

من الصلوات الخمس خلف رسول الله
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فاشترکوا
بعضہم فمرض فعاده رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ثم تسوق
فمضی فنه فقبا لواجب ذلك
شیئا فنزلت یہ

وہا الجملة فمحصل الآية نفی
التفاخر بالانساب وان اکرم عند
اللہ تعالیٰ انما ینال بالتقویٰ فمن
لم ین تقیاً لم ین له حظ من الکرامة وسببه
حکماً لا یصح الا عن کافر اذ کل
مؤمن یتقی اکبر الکبائر الکفر و
الشک و من کانت تقیاً کانت
کریماً ومن کانت اتقی کانت
اکرم عند اللہ تعالیٰ ولعلک تظن ان
سرودنا تلك الی وایات فی شای النزول
مما لا یفتینا فیما نحن بعد وہ و لیس
کذلک بل هو یتفعلنا فی نفس
الاحتجاج و نکسر به سورۃ
بعض الاوهام ان شاء اللہ

و اکبر وسلم کے پیچھے بیٹھا نہ نماز سے نہ روکے گا۔ تو
اُسے کسی نے خرید لیا۔ پھر وہ بیار پڑا تو رسول اللہ
سے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی عیادت کو
تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہو گئی تو
سکار اس کے دفن میں روئی افرور ہوئے
تو لوگوں نے اس بار میں کچھ کہا تو یہ آیت اتری۔
مختصر یہ کہ آیت کریمہ کا حاصل نسب پر
فخر کی نفی ہے اور یہ کہ اللہ کے یہاں عزت
تقویٰ ہی سے ملتی ہے، تو جو متقی نہیں اس
کے لئے عزت سے کچھ حصہ نہیں اور تقویٰ کا سلب
کلی طور پر کافر کے سوا کسی سے نہیں اس لئے کہ
ہر مومن اکبر الکبائر کفر و شرک سے بچتا ہے اور
جو متقی ہو گا وہ با عزت ہو گا اور جو زیادہ
تقویٰ والا ہو گا وہ زیادہ عزت دار اپنے
رب کے یہاں ہو گا۔ اور شیطانیں گمان
ہو کہ ہمارا ان روایتوں کو ذکر کرنا اس مدعی میں
جس کے ثابت کرنے کے ہم درپے ہیں، ہمیں
نفع بخش نہیں حالانکہ بات یوں نہیں بلکہ وہ
ہمیں نفس استدلال میں غامدہ دے گا اور
ہم اس سے کچھ دھیوں کا زور توڑیں گے ان شاء اللہ

لہ مدارک التنزیل تفسیر لیسفی تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دارالکتاب العربی پریٹ ۴/۱۳

تعالیٰ، جیسا کہ تم عنقریب اس پر مطلع ہو گئے تو
انتظار کرو یہ ایک مقدمہ ہے

تعالیٰ، کما مستطاع علیہ، فانتظر، ہذا
مقدمہ

اور دوسرا مقدمہ یہ ہے

والمقدمة الاخری

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :
اور بہت اس سے دُور رکھا جائے گا جو سب سے
بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور
کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے
صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے
بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا
اہل سنت و جماعت کے مفسرین
کا اجماع ہے اس پر کہ یہ آیت صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے حق میں اُتری اور الا تقی سے وہی
مراد ہیں۔

ابن ابی حاتم و طبرانی نے حدیث روایت
کی کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان سات
کو آزاد کیا جو سب کے سب اللہ کی راہ میں
ستائے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا فرمان
(وَسَيَجْزِيهَا الْاَتَقَى تَاْخِرُ سُورَةُ) نازل فرمایا۔
بغوی نے فرمایا کہ ابن الزبیر کا قول ہے کہ ابو بکر

قال الله سبحانه و
تعالیٰ : وَسَيَجْزِيهَا الْاَتَقَى الَّذِي يُؤْتِي
مَالَهُ يَتَزَكَّى وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ
نِعْمَةٍ تَجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ
الْاَعْلَى وَلَسَوْفَ يَرْضَى "یٰ
اَجْمَعُ الْمَفْسُورِينَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ
وَالْمُجْمَاعَةِ عَلَفَ الْمَن
الْاٰیَةِ نَزَلَتْ فِي الصَّدِيقِ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ وَانَّهُ هُوَ الْمُرَادُ
بِالْاَتَقَى۔

اخیرم ابن ابی حاتم والطبرانی
ان ابابکر اعتق سبعة كلهم يعذب
ف الله فأنزل الله تعالی
قوله وسيجزيها الاتقى الى
أخیر السورة ، قال
البغوي قال ابن الزبير وكان

له القرآن الكريم ۲۱/۹۲ تا ۲۱/۹۳

له الصواعق المحرقة بحوالہ ابن حاتم والطبرانی الباب الثالث الفصل الثاني دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸
الدر المنثور تحت الآیة ۲۱/۹۲ دارالاحیاء التراث العربیہ ۲۹۳/۸
المجاوی للفتاوی الفتاوی القرآنیة سورة الطیل الفصل الاول دارالکتب العلمیہ بیروت ۳۲۴/۱

ابوبکر یبتاع الضعفة فيعتقهم فقال
ابوہریرہ: نعم لو كنت نبتاع من
يمنع ظهرك؟ قال منع ظهري
اسريد، فنزلت وسيجنبها الاتق
الحب آخر السورة، وذكر محمد
بن اسحق قال كانت ببلال
لبعض بنج جمع وهو ببلال
بن رباح واسم أمه
حمامة وكانت صادق الاسلام
ولها من القلب ذكات امية بن
خلف يخرجه اذا حيت الظهيرة
فيطرحه على ظهيرة ببطحاء
مكة، ثم يامر بالاصحورة
العظيمة فتوضع على صدره ثم يقول
له لا تزال هكذا حتى تسوت او
تكفر بمحمد (صلى الله عليه وسلم)
ويقول وهو فذلك البلاد احد
احد او قال محمد بن اسحق عن
هشام بن عروة عن ابيه قال مر به
ابوبكر يوم اوهم يصنعون به ذلك و
كانت دما اب بكر في
بنج جمع فقال لا ميتة
الاتق في هذا المكيت؟
قال، انت
اقصدته فانقذه صما

رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگروں کو خریدتے پھر انہیں
آزاد کر دیتے۔ تو ان سے ان کے والدین نے
کہا، اسے بیٹے! ایسے غلاموں کو خریدتے ہوئے
جو تمہاری حفاظت کرتے۔ ابوبکر نے فرمایا،
میں اپنی حفاظت ہی چاہتا ہوں۔ تو یہ آیت
تم آخر سورت نازل ہوئی۔ اور محمد بن اسحق نے
ذکر کیا بلال (رضی اللہ عنہ) قبیلہ بنی تمیم کے غلام تھے
اور ان کا نام بلال بن رباح ہے اور ان کا
کا نام حمامہ ہے اور بلال (رضی اللہ عنہ) اسلام
میں پہلے تھے اور پاک دل تھے، اور امیہ بن
خلف انہیں باہر لانا جب گرم دودھ ہوتی تو
انہیں پیئہ کے بل تکہ کے ریتے میدان میں ڈال
دیتا پھر بڑی چٹان لانے کا حکم دیتا تو ان کے
سینہ پر رکھی جاتی پھر کہتا، تم ایسے ہی پڑے
رہو گے یہاں تک کہ مر جاؤ یا محمد (صلی اللہ
علیہ وسلم) سے کافر ہو۔ اور حضرت بلال (رضی اللہ
عنہ) فرماتے حالانکہ وہ اس بلا میں ہوتے۔ اور محمد بن
اسحق نے ہشام بن عروہ سے روایت کی انہوں
نے اپنے باپ سے روایت کی انہوں نے فرمایا،
ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا گزر ایک دن بلال
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس سے ہوا اور وہ
لوگ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ یہی
برتاؤ کر رہے تھے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا
گھر بنو تمیم میں تھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو
(امیہ بن خلف) اسی بیچارے کے معاملہ میں

ترک، قال ابو بکر افضل عندی
 غلام اسود و احبہ منہ و اقوی
 علی دینک اعطیکہ؛ قال قد
 فعلت فاعطاه ابو بکر غلامہ
 و اخذہ فاعتقہ، ثم اعتق
 معہ علی الاسلام قبل
 ان ینہا جبرست رقاب بلال
 ما بعہم، عامر بن قیس
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شہد
 بدرًا و اُحُدًا و قتل
 یوم بدر معونۃ
 شہیدًا، و امر حمید و
 زہرۃ فاصیب بصرہا
 و اعتقہا فقال
 قریش ما اذهب بصرہا
 الا اللات و العزیز
 فقالت کذبوا و بیت
 اللہ ما تفسر اللات و
 العزیز و ما تنفعان
 فرد اللہ تعالیٰ الیہا بصرہا
 و اعتق النہدیۃ و ابنتہا و کانت
 لامرأۃ من بنی عبد الدار
 فمیر بہما و قد بعثتہما سیدتہما
 تطحنان لہا و ہی تقول
 واللہ لا اعتقکما امیداً

اللہ سے نہیں ڈرتا، تو امیر نے کہا آپ نے اسے
 بگاڑا ہے تو آپ اس گت سے اسے بچالیں جو آپ
 دیکھ رہے ہیں۔ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے
 فرمایا میں بچائے لیتا ہوں میرے پاس ایک
 غلام ہے سیاح عام جو بطل (رضی اللہ عنہ) سے
 زیادہ قوی اور طاقتور ہے اور تیرے دین پر ہے
 وہ مجھے دے دوں۔ امیر بولا، مجھے منظور ہے۔
 تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے امیر کو اپنا غلام دینا
 اور بطل (رضی اللہ عنہ) کو لے لیا تو انھیں
 آزاد کر دیا پھر ان کے ساتھ اسلام کی شرط پر
 ہجرت ہے پھر غلاموں کو آزاد کیا ان کے ساتوں بطل
 عام بن لہو (رضی اللہ عنہ) جو جنگ بدر و احد
 میں شریک ہوئے اور بنی معونہ کی جنگ میں قتل
 ہو کر شہید ہوئے، اور ام عیس و زہرہ
 کی آنکھ جاتی رہی، جب انھیں ابو بکر
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آزاد فرمایا تو قریش بولے
 کہ انھیں لات و عزیزی نے اندھا کیا ہے، تو آپ
 بولیں، قریش کعبہ کی قسم جھوٹے ہیں لات و عزیزی
 نہ خود دے سکیں نہ فائدہ پہنچا سکیں۔ تو اللہ نے
 انھیں ان کی مینائی پھر دی۔ اور نہیہ اور اس کی بیٹی
 کو آزاد کیا اور یہ دونوں بنی عبد الدار کی ایک عورت
 کی لونڈیاں تھیں تو صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
 ان کے پاس سے گزرے اور ان کی آقا عورت
 نے انھیں بچا تھا کہ اس کا آٹا چھیں اور وہ عورت
 کہتی تھی کہ خدا کی قسم! انھیں کبھی آزاد نہ کروں گی۔

تو ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: اے ام فلان! ہرگز نہیں۔ وہ بولی، ہرگز نہیں، آپ نے ان دونوں کو بچا کر اسے تو آپ آزاد کر کے صدیقیٰ نے فرمایا، تو کتنے دام پر بچتی ہے؟ وہ بولی، اسے اور اتنے دام پر۔ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: میں نے ان دونوں کو لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں۔ اور آپ کا گزربنو تو مل کی ایک لونڈی کے پاس سے ہوا جب اس پر ظلم ہو رہا تھا تو اسے خرید کر اسے آزاد کر دیا، اور سعید بن المسیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی کہ اُمیہ بن خلف نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بدل کے معاملہ میں اُس وقت جب اُنھوں نے اس سے پوچھا کہ کیا مال کو فروخت کرے گا؟ کہا ہاں میں اسے فسطاس سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام جو دس ہزار دینار اور بہت سے لونڈی اور غلام اور چوپایوں کا مالک تھا کے بدلے بچتی ہوں اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا تھا کہ فسطاس سلام لے لے اور اس کا مال اُسی کا رہے، تو وہ نہ مانا تو حضرت ابوبکر نے اس کو مغرض جاننا۔ پھر جب امیر نے کہا، بلال کو میں آپ کے غلام کے بدلے دیتا ہوں۔ ابوبکر نے اس بات کو نفی جاننا اور فسطاس کو اُمیہ کے ہاتھ بیچ دیا، تو مشرکین لیے، ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایسا صرف اس لیے کیا ہے کہ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ان پر کوئی احسان ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

فَقَالَ ابُو بَكْرٍ كَلَّا يَا امِ فُلَانَتِ فَقَالَتْ
صَعِدَا اَنْتِ اَفْسَدْتَهُمَا فَاَعْتَقَهُمَا
قَالَ فَبِكُمْ ؟ قَالَتْ بَكْنَا وَكَنْدَا ،
قَالَ قَدْ اَخَذْتَهُمَا وَهَمَّا حُرَّتَانِ
وَمَرْبَعِيَّةٌ بَنِي الْمُؤَصِّلِ
وَهِيَ تَعَذِّبُ فَاَيْتَاعَهُمَا
فَاَعْتَقَهُمَا . وَقَالَ سَعِيدُ
بْنُ الْمُسَيْبِ بَلَغَنِي اَنَّ
اُمِيَّةَ بِنْتَ خَلْفٍ قَالَ لَا فَبِكْرٍ
فَبِ بِلَالٍ حَيْثُ قَالَ اَتَتِيْعَهُ ؟
قَالَ نَعَمْ اَبِيْعَهُ بِنَسْطَاسٍ
وَكَانَتْ نَسْطَاسٌ عَبْدًا لِي مَبْكْرٍ
مُصَاحِبٍ عَشْرَةَ اَلْفِ
دِينَارًا ، وَغُلَامَاتٍ وَجَوَارٍ وَ
مَوَاشٍ وَكَانَتْ مُشْرَكَ حِمْلَةٍ
اَبُو بَكْرٍ عَلِيَ الْاِسْلَامَ اَنَّهُ يَكُونُ
مَالَهُ لَهُ ، قَافِلٌ فَاَبْقَضَهُ
اَبُو بَكْرٍ فَلَهَا قَالَ لَهُ
اُمِيَّةُ اَبِيْعَهُ بِغُلَامَةٍ
فَسَطَاسٌ اَخْتَنِيْهِ اَبُو بَكْرٍ
وَبَاْعَهُ مِنْهُ فَقَالَ
الْمُشْرِكُوْنَ مَا فَعَلَ
ذَلِكَ اَبُو بَكْرٍ
اَلَا لِيْهِ ، كَانَتْ لِبِلَالٍ عِنْدَهُ
فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی

وما لاحد عنده من نعمة
تجزئ له

وذكر العلامة ابوالسعود في
تفسيره قد روى عطاء والغبيا
عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما
(وذكر قصة شراء بلال واعتقاقه
قال) فقال المشركون ما اعتقبه
ابوبكر الا ليد كانت عنده فنزلت آية
مدينا.

وفي الاثر الة عن عروة ان
ابابكر الصديق اعتق سبعة صعبو
يعذب بف الله بلالا و عامر بن
فهيمة و انهم دية و ابنتها و زينة
وامر عيسى و امة بنى المؤمن
وفيه نزلت و يبجنبها
الاتق الله الى اخر السورة.

وعن عامر بن عبد الله بن
الزبير عن ابيه قال قال ابو جحافة
لابي بكر اراك تعتق سرقا باضعافا
فلوانك اذ فعلت ما فعلت
اعتقت سارقا لا جلد ايمتعتك

آل معالم التنزيل (تفسير البغوي) تحت الآية ۹۲/ ۱۴ تا ۲۱ دار الكتب العلمية ۱۴۰۲-۲۰۲۱
سکھ ارشاد العقل السليم ۱۹/۹۲ دار احیاء التراث العربیہ ۱۶۸
سکھ ازالۃ الخفا عن غلاة الخلفاء فصل ہشتم مقصد اول مسئلہ اول سبیل گیزی لاہور ۳۰۱

اتاری وما لاحد عنده من نعمة
لا تجزئ له
اور علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں ذکر
کیا کہ عطاء اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے روایت کیا (اس روایت میں خریداری
بلال اور ان کے آزاد ہونے کا قصہ ذکر کیا
پھر کیا تو مشرکین بولے، ابوبکر نے بلال کو ان کے
کسی احسان ہی کی وجہ سے آزاد کیا ہے تو یہ آیت
(عند جربالا) اتاری وما لاحد عنده.

اور از ان میں عروہ سے ہے کہ ابوبکر صدیق
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سات کو آزاد کیا، ان
سب پر اللہ کی راہ میں ظلم توڑا جاتا تھا وہ بلال و
عامر بن نفیر اور نندیر اور اس کی بیٹی اور زینہ
اور ام عیسیٰ اور بنی منزل کی کنیزیں اور انھیں کیلئے
آیت اتاری و يبجنبها الاتق اور اس سے
(دور بخ) بہت دور رکھائے گا بسب سے
بڑا پرہیزگار ہے۔ تا آخر سورت۔

اور عامر بن عبد اللہ بن الزبیر سے روایت
ہے وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ انھوں نے
فرمایا کہ حضرت ابو جحافہ نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ
عندہ) سے فرمایا، میں تجھیں دیکھتا ہوں کہ کمزور
غلاموں کو آزاد کرتے ہو تو کاشش! تم تندرست

۲۱ تا ۱۴/ ۹۲ تحت الآية ۹۲/ ۱۴ دار الكتب العلمية ۱۴۰۲-۲۰۲۱
۱۶۸/ ۹۲ دار احیاء التراث العربیہ ۱۶۸
۳۰۱ فصل ہشتم مقصد اول مسئلہ اول سبیل گیزی لاہور ۳۰۱

و یقومون و ذلک افعال یا آیت انما
اسید وحیہ اللہ، فنزلت
ہذہ الآیۃ فاما من اعطی
واقب الم قولہ و ما لاحد
عندہ من نعمۃ تجزئ
الا ابتغاء و حبہ ربہ
الاعط و لسوف
یوضی لہ

تو ان غلام آزاد کرتے جو تمہاری حفاظت کرتے
اور جنگ میں تمہاری سپر ہوتے۔ تو ابوبکر (رضی اللہ
تعالیٰ عنہ) نے فرمایا، اے میرے باپ! میں
تو صرف اللہ کی رضا چاہتا ہوں تو یہ آیت نازل
ہوئی فاما من اعطی واقب الم یعنی جس نے
دیا اور پرہیزگاری کی — اللہ تعالیٰ
کے قول و ما لاحد عندہ من نعمۃ تجزئ
یعنی ان پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے
صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب بلند ہے اور ہمیشہ قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

اور سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ آیت کریمہ و ما
لاحد عندہ من نعمۃ تجزئ ابوبکر (رضی اللہ
عنہ) کے بارے میں اُتری کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو
آزاد کیا ان سے بدلہ چاہا نہ شکرگزاری، وہ
آزاد شدہ چھ یا سات تھے، انہیں میں بلال
و عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے وسیع جنہب الا تقی کی تفسیر میں ہے فرمایا
وہ ابوبکر صدیق ہیں (آیت میں جن کا ذکر ہے)
میں کہتا ہوں اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود
رضی اللہ عنہ سے بسند خود روایت کی کہ امیر
بن خلف اور ابی بن خلف سے حضرت ابوبکر

و عن سعید بن المسیب
قال نزلت و ما لاحد عندہ من
نعمۃ تجزئ فی ابی بکر
عقیق ناسا لم یلتمس منهم
جزاء ولا شکورا مستة او سبعة
منهم بلال و عامر بن
فہیرہ

و عن ابن عباس
قوله تعالیٰ و سیجنہا الا تقی
قال هو ابوبکر الصديق
قلت وقد اخبرني ابن ابي حاتم
ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ان
ابا بکرا اشترب بلاکاً من امیۃ بن خلف

لہ ازالۃ الخفا عن خلافة الخلفاء فصل ہشتم مقصود اول مسئلہ اول سیل ایکڑی لاہور ۳۱/۱

۳۱/۱ ۳۱/۱ ۳۱/۱ ۳۱/۱ ۳۱/۱ ۳۱/۱ ۳۱/۱ ۳۱/۱ ۳۱/۱ ۳۱/۱

جزى الله خيراً عن بلال وصحبه
عتيقاً وأخزي فاكها وأباهل
عشية هما فـ بلال يسوءة
ولم يحذر أماً يحذر المرء ذوالعقل
بتموحيده رب الانعام وقوله
شهدت بأن الله ربي على مهل
فان تقتلوني فاقتلوني فلم أكن
لاشرك بالرحمن من خيفة القتل
فيا رب ابراهيم والعبد يونس
وموسى وعيسى منجني ثم قتل
لمن ظلم يهوى الفخ من آل غالب
على غير مرات منه ولا عدل

نے حضرت بلالؓ کو ایک چادر اور دس اوقیہ
سونے کے عوض خریدا پھر انھیں خاص اللہ
کے لئے آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ناری
جس کا مطلب یہ ہے "بے شک تمہاری کوشش
مختلف ہے۔" یعنی ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
اور امیہ اور ابی بن خلف کی کوششوں میں عظیم
فرق ہے تو ان میں بون بعید ہے اور سردار
بن سزاد غمار بن یا سر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
ابوبکر صدیق کے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد
کرنے کے بارے میں یہ اشعار کے جن کا ترجمہ
درج ذیل ہے : اللہ جرنائے خیر دے بلال اور
ان کے ساتھیوں کی طرف سے عقیق (ابوبکر)
کو اور امیہ اور ابوجہل کو رسوا کرے ، وہ شام
یا دکر وجب ان دونوں نے بلال کا بڑا چاہا
اور اس سے نہ ڈرے جس سے ذی عقل
آدمی ڈرتا ہے ، انھوں نے بلال کا بڑا اس لئے
چاہا کہ بلال نے خلق کے خدا کو ایک جانا اور
اس نے یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے ،
میں اس پر مطمئن ہوں تو اگر تم مجھے قتل کر دو اس حال
میں قتل کر دے کہ میں رحمان کا شریک نہیں ٹھہراتا
قتل کے ڈر سے تو اسے ابراہیم اور اپنے بنے یونس
اور موسیٰ و عیسیٰ کے رب ! مجھے نجات دے ، پھر اسے
جہنم نہ دے جو ناحق ظالمانہ آلِ غالب کی گمراہی کی
آرزو کے جانا ہے ۔

١٤ الصواعق الحارقة بحواله ابن ابي عمير الباب الثالث الفصل الثاني دار الكتب العلمية بيروت ص ٩٩
١٥ باب التاديل في معاني التشريع (تفسير غانمي) تحت الآية ١٤/٩٦ " " " " " " " " " " " "

هذا وقد قال البغوي في
الاتقي يعني اياكم الصدوق في
قول الجميع

وقال الرازي في مفاتيح
الغيب اجمع المفسرون منا علم
ان المراد منه ابو بكر رضي الله تعالى عنه
ونقل ابن حجر في الصواعق
عن العلامة ابن الجوزي اجمعوا
انها نزلت في ابي بكر

حق بلغني ان الطبري
مع رفضه لسر ليله انكاسه
في تفسيره مجمع البيان والفصل ما شهد
به الاعداء، والحمد لله رب العالمين

ثم ان الامام الفاضل محمد بن
الهاشمي حاول في تفسيره اثبات ان
الاية لا تصلح الا للصدوق بطريق
النظر والاستدلال علم ما هو دابة
رحمه الله تعالى فقال "اعلم ان
الشيعة باسرها ينكرون هذه الرواية
ويقولون انها نزلت في حق علي ابن
ابي طالب عليه السلام والدليل عليه
قوله تعالى ويؤتوا الزكوة وهم

اسے یاد رکھو اور امام بغوی نے الاتقی کی تفسیر
میں کہا اس لفظ سے خدا کی مراد سب مفسرین کے
قول کے بموجب ابو بکر صدیق ہیں

امام رازی نے مفاتیح الغیب میں مندرمایا
”ہم شفیوں کے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ
اتقی سے مراد ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں“

صواعق میں ابن حجر نے علامہ ابن الجوزی سے
نقل کیا، علامہ اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت ابو بکر
کے حق میں نازل ہوئی۔

یہاں تک کہ مجھے غصہ پہنچا کہ
طبرسی کو باوجود دفعہ اپنی تفسیر مجمع البیان میں
اس کا انکار نہ بن پڑا اور فضل وہی ہے جس کی
شہادت دشمن دیں والحمد للہ رب العالمین

پھر امام محمد بن زکی رحمہ اللہ نے اپنی
عادت کے مطابق اپنی تفسیر میں عقل استدلال
نظر کی راہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش
فرمائی کہ آیت کا مضمون صدیق اکبر کے سوا کسی
کے لئے نہیں بنتا، تو انہوں نے فرمایا تمہیں
معلوم ہو کہ تمام شیعہ اس روایت کے منکر
ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آیت علی بن ابی طالب
کے حق میں اتری ہے اور اس کی دلیل اللہ کا
فرمان ہے یؤتوا الزکوة وهم ذکوا یعنی وہ کرم کی

۱۔ معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیہ ۱۴/۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۲۳/م

۲۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) - المطبعة البیہ المصریہ مصر ۲۰۵/م

۳۔ الصواعق المحرقة الباب الثالث الفصل الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸

مرأى أعون، فقوله* الاتقى الذى يؤتى
ماله يتزكى "اشارة الى ما قبل تلك
الآية من قوله "يؤتى من
الزكوة وهم مرأى أعون" ولما
ذكر ذلك بعضهم فى محضرى
قلت اقيم الدلالة العقلية
على ان المراد من هذه
الآية ابو بكر وتقريرها ان
المراد من هذا الاتقى هو
افضل الخلق، فاذا كانت كذلك
وجب ان يكون المراد هو ابو بكر،
فهاتان المقدمات متى
صحتا صحت المقصود، انما
قلنا ان المراد من هذا الاتقى
افضل الخلق لقوله تعالى "ان
اكرمكم عند الله اتقاكم" والاكرم
هو الافضل، فدل على
ان كل من كان
اتقى وجب ان يكون الافضل
فثبت ان الاتقى المذكور
ههنا لا بد وان يكون
افضل الخلق عند الله
تعالى، فنقول لا بد و
ان يكون المراد به ابا بكر لان الامة مجمعة
على ان افضل الخلق بعد رسول الله صلى

حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا قول
الاتقى الذى يؤتى ماله يتزكى يعنى وہ سب
سے بڑا پرہیزگار جو مستحق ہونے کو اپنا مال دیتا
ہے، اسی وصف کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت
میں مذکور ہے یعنى اللہ کا یہ فرمانا و يؤتى من
الزكوة الآية اور جب ایک رافضی نے یہ بات
میری مجلس میں کہی میں نے کہا میں اس پر دلیل
عقل قائم کروں گا کہ اس آیت سے مراد صرف
ابو بکر ہیں اور تقریر دلیل یوں ہے کہ مراد اس بڑے
پرہیزگار سے وہی ہے جو سب سے افضل ہے
توجب معاملہ ایسا ہے تو ضروری ہے کہ اس
سے مراد بس ابو بکر ہوں، توجب یہ دونوں مقدمے
صحیح ہونگے دعویٰ درست ہوگا۔ اور ہم نے یہ
اسی لئے کہا کہ اس بڑے پرہیزگار سے مراد
سب سے افضل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول
ہے "اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا
وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو"
اور اکرم ہی افضل ہے۔ قرآنیت نے بتایا کہ
ہر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا ضرور
ہے کہ وہ سب سے زیادہ مرتبہ والا ہو، تو ثابت
ہو گیا کہ سب سے بڑا پرہیزگار جس کا یہاں (آیت
میں) ذکر ہوا ضروری ہے کہ اللہ کے یہاں سب
سے افضل ہو۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ساری امت
اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے بعد خلق سے افضل ابو بکر ہیں یا علی۔

اور یہ ممکن نہیں کہ یہ آیت علی پر محمول کی جائے تو ابوبکر کے لئے اس کا مصداق ہر متعین ہو گیا اور ہم نے یہ مسمیٰ لئے کہا کہ آیت کو علی پر محمول کرنا ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سب سے بڑے پرہیزگار کی صفت میں فرمایا ہے **وَاللَّهُ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تَجْزِي** یعنی اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، اور یہ وصف علی بن ابی طالب پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربیت میں تھے یا اس سبب کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی کو ان کے باپ سے لئے لیا تھا اور حضور انصی بکھڑے پڑتے، پہنتے اور پالتے تھے۔ اور حضور (رسول) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی کے ایسے محسن ہیں کہ ان کے احسان کا بدلہ واجب ہوا۔ رہے ابوبکر، تو حضور (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ان پر دنیوی احسان نہیں بلکہ ابوبکر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیر چرچا اٹھاتے تھے۔ ہاں کیوں نہیں ابوبکر پر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین کی طرف ہدایت و ارشاد کا احسان ہے۔ مگر یہ ایسا نہیں جس کا بدلہ دیا جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی حکایت کرتے ہوئے)** میں تبلیغ پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور یہاں مطلق احسان کا ذکر نہیں بلکہ بات اس احسان کی ہے جس کا بدلہ

تعالیٰ علیہ وسلم اما ابوبکر او علی ولا يمكن حمل هذه الآية على علي بن ابي طالب فتعين حملها على ابي بكر، وانما قلنا انه لا يمكن حملها على علي بن ابي طالب لانه تعالى قال في صفة هذا الاتق "ومما لا أحد عنده من نعمة تجزي" وهذا الوصف لا يصدق على علي بن ابي طالب لانه كانت في تربية النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لانه اخذاه من ابيه وكانت يطعمه ويسقيه و يكسوه ويربیه، وكانت الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم منعها عليه نعمة يجب جزاءها اما ابوبكر فلم يكن للنبي عليه الصلوٰۃ والسلام نعمة دنيوية بل ابوبكر كما سیر يتفق على الرسول عليه الصلوٰۃ والسلام بل كانت للرسول عليه الصلوٰۃ والسلام عليه نعمة الهداية والامر شاد الخ الدين، الا ان هذا لا يجزي لقوله تعالى "ما اسئلكم عليه من اجر" والمذكور ههنا ليس مطلق النعمة بل نعمة تجزي فعلمنا ان هذه الآية لا تصلح

لعلى بن ابي طالب ، واذا ثبتت
امت المراد بهذه الآية من كان
افضل المخلوق ، وثبتت امت
ذلك الافضل من الامة
اما ابو بكر او علي ، وثبتت امت
الآية غيوصا لحصة لعلى
تعيين حملها على ابي بكر رضي الله
تعالى عنه ، وثبت دلالة الآية ايضا على
ان ابابكر افضل الامة اه ملخصا۔

قلت اما ما ذكر الفاضل الاصم
امت عليا رضي الله تعالى عنه
كانت في تربية النبي صلى الله
تعالى عليه وسلم وأنه اخذته
من ابيه فقد ذكره محمد بن
اسحق وابن هشام وهذا لفظ
ابن اسحق "حدثني عبد الله
بن ابي نجيع عن مجاهد بن
جبير اخب العجاج قال كانت
من نعمة الله تعالى على علي ابن
ابي طالب رضي الله تعالى عنه مما
منه الله تعالى له وامراده به
من الخيرات ان قریشا اصابتهم ازمة
شديدة وكان ابو طالب ذاعبال كثير فقال

دیا جائے تو ہم نے جان لیا کہ آیت کا یہ معنی
علی بن ابی طالب کے لئے نہیں بنتا ، اور جب
یہ ثابت ہے کہ مراد اس آیت کی وہی ہے جو
افضل خلق ہے اور یہ ثابت ہے امت میں سب
سے افضل ابو بکر ہیں یا علی ، اور یہ ثابت ہو چکا
ہے کہ مفہوم آیت علی کے شایاں نہیں اس کا
مصدق ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے متعین
ہو گیا اور آیت کی دلالت اس پر بھی ثابت ہو گئی
کہ ابو بکر ساری امت سے افضل ہیں اور ملخصا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات جو فاضل
امام (خزالدین رازی علیہ الرحمہ) نے فرمائی کہ علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی تربیت میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے انہیں ان کے والد سے لے لیا تھا
تو اس کا ذکر محمد بن اسحق وابن ہشام نے کیا ہے
اور محمد بن اسحق کے الفاظ یوں ہیں ، محمد سے جود
بن ابی نجیح نے حدیث بیان کی انہوں نے روایت
کی مجاہد بن جبر ابی الجراح سے انہوں نے
فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ
عنہ پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے قبل سے وہ
جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا ، اور ان کی بھلائی
کا ارادہ فرمایا وہ یہ کہ قریش پر سخت تنگی پڑی اور
ابو طالب کی اولاد بہت تھی اس لئے رسول اللہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 للعباس عتقا وکانت من العسر
 بغف ہاشم یا عباس انت اخاک
 ابوطالب کثیر العیال وقد احباب
 الناس ما تری من هذا
 الازمة فانطلق بنا الیہ . فلنخفف
 عنه من عیالہ تاخذ من بنیہ رجلاً
 وتأخذ انت رجلاً ، فنکلتہما عنہ
 قال العباس نعم فانطلقا حتی
 اتیا الی ابی طالب فقالا لہ اننا
 نرید انت نخفف عنک من
 عیالک حتی ینکشف عن الناس ما ہم
 فیہ ، فقال لہما ابوطالب اذا
 ترکتما الی عقیلاً فاصنعا ما شئتما ،
 فاحخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم عیسا فضتہ الیہ
 واخذ العباس جعفر افضیہ الیہ
 فلم یزل علی مرضی اللہ تعالیٰ عنہ مع
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 حتی بعث اللہ تبارک وتعالیٰ نبیا مبعوثا
 وامت بہ علی وصی قہ ولم یزل
 جعفر عند العباس حتی اسلم و
 استنق عنہ انتہی ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس (رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ) سے فرمایا اور وہ بنی ہاشم کے بڑے
 مالداروں میں سے تھے ، اسے عباس! آپ کے
 بھائی ابوطالب کی اولاد بہت ہے اور لوگوں پر
 جو یہ سختی پڑی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں تو ہمارے
 ساتھ ابوطالب کے یہاں چلے کہ ہم ان کی اولاد
 کا بوجھ کم کریں ان کے بڑوں کے ایک آدمی میں سے لیں
 اور ایک آدمی آپ سے لیں تو ہم دونوں ان کی
 کفالت کریں ۔ حضرت عباس نے عرض کی ، جی ہاں ۔
 تو دونوں حضرات چل کر ابوطالب کے پاس تشریف
 لائے تو ان سے کہا ، ہم چاہتے ہیں کہ جب تک
 لوگوں کی مصیبت (جس میں وہ مبتلا ہیں) دور ہو
 آپ سے آپ کی اولاد کا بوجھ کم کریں ۔ تو ابوطالب
 ان سے بولے ، اگر تم میرے لئے عقیل کو چھوڑ دو
 تو تم جو چاہو کرو ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے علی کو لے کر اپنے پیچھے لگایا اور
 حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعفر کو لیا
 اور چھایا ۔ تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں
 تک کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار کو نبی مبعوث فرمایا
 تو حضرت علی ان پر ایمان لائے اور ان کو سچا مانا
 اور جعفر عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ
 اسلام لا کر ان سے سب سے پہلے نیاز ہو گئے اور ۔

سیرۃ النبویہ لابن ہشام ذکر ابن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دار ابن کثیر بیروت الجزء الاول الثانی ص ۱۲

قلت وتماز النعمة الکبریٰ
 بتزویج البتول الزهراء صلوات اللہ
 علیٰ ایہا النکیم وعلیہا وآما ما ذکر من
 ان ابابکر کان یثق علی رسول اللہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فہذا الاوضح و
 اظہر عند من له خبرہ بالاحادیث
 والسيرہ اخرج الامام احمد والبخاری
 عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم قال : انہ
 لیس من الناس احدٌ آمنَ علی
 فی نفسه و مالہ من ابی بکر
 بن ابی قحافة ولو کنت متخذاً
 من الناس خلیلاً لا اتخذت
 ابابکر خلیلاً ولكن خلیۃ الاسلام
 افضلُ سداً و احق کل خوخیۃ
 فی ہذا المسجد غیر خوخیۃ ابی بکر
 و اخرج الترمذی عن ابی ہریرۃ عن
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ما لأحد عندنا ید الا وقد کافینا
 ما خلا ابابکر فامنہ له عندنا
 یداً یداً کافیسہ اللہ بہا یوم القیۃ
 و ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی

میں کہتا ہوں اور نعمت کبریٰ کی تکمیل
 بتول زہرا (فاطمہ) صلوات اللہ علیٰ ایہا النکیم و
 علیہا سے شادی ہو کر ہوئی۔ اور یہ جو ذکر کیا کہ
 حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کا خراج اٹھاتے تھے۔ تو یہ اس کے نزدیک
 جس کو احادیث و کتب سیرت سے واقفیت
 ہے بہت واضح اور خوب ظاہر ہے۔ امام احمد
 بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انھوں
 نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
 روایت کیا کہ حضور نے فرمایا : لوگوں میں سے
 کوئی شخص نہیں جس کا اپنے جان و مال میں مجھ
 پر زیادہ احسان ہو سوا ابوبکر بن ابی قحافة کے
 اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بنانا تو ابوبکر کو
 خلیل بنانا، لیکن اسلامی غلت اور محبت
 افضل ہے، اس مسجد میں ابوبکر کے دروازہ
 کے سوا سب دروازے بند کر دو۔ اور
 ترمذی نے (اپنی سند سے) ابو ہریرہ (رضی اللہ
 عنہ) سے حدیث ذکر کی وہ بھی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں (کہ تیسرا کار
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) : ہر شخص کے
 احسان کا بدلہ ہم نے اُسے دے دیا سوائے
 ابوبکر کے کہ ان کا ہم پر وہ احسان ہے جس کا

صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الخوف والحر فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۷/۱
 مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۲۷/۱

مال اچھ بکر و لو کنت متخذاً
خلیلاً لا تغذت اباً بکر
خلیلاً الا و ان صاحبکم
(اعلیٰ محمدًا صلب اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم) خلیل
اللہ ﷺ و اخراج ایضاً عن علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :
رحم اللہ تعالیٰ اباً بکر و جنی ابنتہ
و حملتی الی دار الہم حیرۃ و
اعتق ببلالاً مومن
مالہ ۱۰

و اخراج الامام احمد و
ابن ماجہ عن اچھ ہوسیرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم : ما نفعنی مال قط
ما نفعنی مال اچھ بکر، فیکل ابوبکر
وقال هل انا و مالک الا للہ
یا رسول اللہ ﷺ

و اخراج الطبرانی عن ابن عباس

بلہ انھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دی دے گا، اور
مجھے کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو فائدہ مجھے
ابوبکر کے مال نے دیا، اور اگر میں کسی کو دوست
بنانا تو ضرور ابوبکر کو دوست بنانا اور خیر دار
تمھارے صاحب (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ اور ترمذی نے علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث ذکر کی انھوں نے
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمائی :
اللہ ابوبکر پر رحمت کرے مجھ سے اپنی بیٹی کا عقد
کیا اور مجھے دار الہم حیرۃ (مدینہ) میں لائے اور
اسنے مال سے بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خرید کر
آزاد کیا۔

اور امام احمد و ابن ماجہ نے
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی :
مجھے کبھی کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو
ابوبکر کے مال نے مجھے دیا، تو ابوبکر رو دیتے
اور عرض کی، یا رسول اللہ! میں اور میرا مال
آپ ہی کا تو ہے۔

اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

۱۔ جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۶
۲۔ علی رضی اللہ عنہ ۲/۲۱۳
۳۔ سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۳

مرضى الله تعالى عنهما عن النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم ما احب
اعظم عندى يدا من ابى بكر واساقى
بنفسه وماله وانكحنى ابنته

واخرج ابو يعلى عن حديث
ام المؤمنين الصديقة رضي الله
تعالى عنها مرفوعاً مثل حديث
ابن ماجة عن ابى هريرة قال قال ابن حجر
قال ابن كثير مروي ايضا عن حديث
على وابن عباس وجابر بن عبد الله و
ابى سعيد الخدرى رضي الله تعالى عنهم
واخرجه الخطيب عن ابن المسيب مرسلاً
ورواه وكان صلى الله تعالى عليه وسلم
يقضى في مال ابى بكر كما يقضى في مال
نفسه . واخرج ابن عساكر عن طريق
عن عائشة وعروة ان ابا بكر اسلم
يوم اسلم له اربعون الف دينار
وفي لفظ اربعون الف درهم فانفقها
على رسول الله صلى الله تعالى عليه
عليه وسلم اهـ

قلت ومروي ايضا عن حديث
سيدنا انس بن مالك رضي الله تعالى عنه

عنها سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
یوں حدیث روایت کی: مجھ پر ابو بکر سے بڑھ کر کسی کا
احسان نہیں اس نے اپنی جان مال سے میرا ساتھ دیا
اور مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔

اور ابو یعلیٰ نے ام المؤمنین صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مرفوعہ حدیث ابن حجر
روایت ابو ہریرہ کے مثل (یعنی انھیں الفاظ
سے) روایت کی۔ ابن حجر نے فرمایا کہ ابن حجر کا
قول ہے کہ یہ حدیث علی وابن عباس وجابر بن
عبد اللہ وابو سعید خدری سے بھی مروی ہے اور
خطیب نے اسے ابی المسیب سے مرسلاً
روایت کیا اور اتنا زیادہ کیا اور آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر کمال سے اپنا
قرض ادا فرماتے جس طرح اپنے مال سے ادا
فرماتے۔ اور ابن عساکر نے متعدد سندوں
سے حضرات عائشہ وعروہ سے روایت کیا ہے
کہ ابو بکر جس دن اسلام لائے اللہ کے پاس
چالیس ہزار دینار تھے، اور ایک روایت میں
سے چالیس ہزار درہم تھے، تو ابو بکر نے انھیں
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اٹھا دیا اور
میں کہتا ہوں یہ حدیث سیدنا انس بن
مالک سے بھی مروی ہے جیسا کہ تمام عدی نے

کمال میں اپنی سند سے روایت کیا ہے (سند
حدیث مذکور) ہمیں خبر دی گئی تھی کہ جعفر بن
محمد بن عیسیٰ بن قحار و محمد بن سید و استاد
عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمن سراج نے انھوں
نے جمال علماء سلطنت خیر فی منصب الافتاء
(یعنی منصب افتاء میں مفتیوں کے لئے اچھے
پیشرو) مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر کی سے
روایت کی انھوں نے خاتمہ الحفاظ والحمدین
مولانا محمد عابد بن شیخ احمد علی سندری ثم زبیدی
ثم مدنی سے روایت کی انھوں نے مولیٰ محمد صالح
فلانی عمری سے انھوں نے شیخ محمد بن السنہ
فلانی فاروقی سے انھوں نے مولیٰ سید
شریف محمد بن عبد اللہ سے انھوں نے فاضل حدیث
سیدی علی ابجوری سے انھوں نے امام
شمس الدین رملی انھوں نے شیخ الاسلام
زین الدین زکریا الانصاری سے انھوں نے علامہ
عالم کوہ حفظ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن
جو عسقلانی سے انھوں نے ابو علی محمد بن احمد
حمہودی سے انھوں نے یونس بن اسحاق سے
انھوں نے ابو الحسن علی بن مقیر سے انھوں نے
کہا ہمیں خبر دی ابو کریم شہر زوری نے ہمیں خبر
دی اسمعیل بن سعید بن جرجانی نے ہمیں
خبر دی ابو القاسم حمزہ بن یوسف سمی
جرجانی اور ابو عمرو عبد الرحمن بن محمد الفارسی نے
ہمیں خبر دی ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی

کہا اخبرجہ الامام ابن عدی فی الکامل
انبیاءنا المولیٰ الثقة الحجة مفتی
الحنفیه بمكة المحمیه امام الفقہاء و
المحدثین سیدی و استاد مولانا عبد الرحمن
بن عبد اللہ بن عبد الرحمن السراج عن
جمال العلماء السلف الخیر فی منصب الافتاء
مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر المکی عن
خاتمہ الحفاظ والمحدثین مولانا محمد
عابد بن الشیخ احمد علی السندی ثم
الزبیدی ثم المدنی عن المولیٰ محمد صالح
الفلا فی العمری عن الشیخ محمد بن السنہ
الفلا فی الفاروقی عن مولیٰ المسید
الشریف محمد بن عبد اللہ عن الفاضل
المحدث سیدی علی الاجہوری عن الامام
شمس الدین الرملی عن شیخ الاسلام
زین الدین زکریا الانصاری عن علامہ
المولوی جبل الحفاظ شہاب الدین ابی الفضل
احمد بن حبر العسقلانی عن ابی علی محمد بن
احمد الہمدوی عن یونس بن ابی اسحق عن
ابی الحسن علی بن المقیرانا ابو الکریم
الشہر زوری انا اسمعیل بن سعید
الجرجانی انا ابو القاسم حمزہ بن
یوسف السہمی الجرجانی و ابو عمرو
عبد الرحمن بن محمد الفارسی
انا ابو احمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی

نے ہم سے حدیث بیان کی حسین بن عبدالغفار
ازدی نے ہم سے حدیث بیان کی سعید بن
کثیر بن مخیر نے ہم سے حدیث بیان کی
فضل بن مختار نے ابان سے انہوں نے روایت
کی انس سے انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا، تمہارا مال
کتنا ستر ہے اسی سے میرا مؤذن بلال ہے اور
میری اونٹنی ہے جس پر میں نے ہجرت کی اور تم نے
اپنی دختر میرے نکاح میں دی اور اپنی جان مال
سے میری مدد کی گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں جنت
کے دروازہ پر کھڑے ہو میری امت کیلئے شفاعت
کر رہے ہو۔

یہ تو ہوا اور ہم نے ان دونوں فصلوں پر
(یعنی حدیث کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد
جان و مال سے کرنا) جن کی طرف نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے ان احادیث میں اشارہ فرمایا۔ کامل غنکلو
اپنی کتاب کبیرہ جہ باب تفضیل میں ہے کہ
باب دوم کی دو فصلوں میں نہایت تحقیق و
تفصیل کے ساتھ کی ہے اس کا مطالعہ کرو
اگر چاہو، یہ کلام اس کلام کی تائید ہے جو
فاضل رازی نے ذکر کیا اور امام رازی کا یہ
کلام امام ابن حجر میں صراحت محقرہ بھی لائے

نا الحسین بن عبد الغفار الاندلسی نا
سعید ابن کثیر بن مخیر نا الفضل بن
مختار عن ابان عن انس قال قال رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم
لا بکر ما اطيب مالک منه بلال
مؤذنی و نا قتی القہاجرت علیہا
و نروجتی ابنتک و واسیتک
بنفسک و مالک کافک
انظر الیک علی ہامب
الجنة تشفع لامق

هذا وقد استقصينا الكلام
على هذيت الفصلين الذين
اشار اليهما النبي صلى الله عليه
وسلم في تلك الاحاديث اعني حواشي الصديق النبي
تعالى عليه وسلم بنفسه و ماله فصلين من الباب
الثاني من كتابنا الكبير في التفضيل
على غاية التحقيق والتفصيل فارجم
اليه ان احببت هذا التقرير ما ذكر
الفاضل الرازي وقد اورد الامام
ابن حجر ايضا في الصواعق

و امر قضاء۔

قلت ولما قش ان يناقش فيه
 يا ربعة وجوه ينتظمها وجهات
 الاول انا لانفسه انت ابا بكر
 لم يكن عليه لاحد نعمة تجزي
 فان من اعظم المنعمات على
 الانسان والديه قال تعالى
 ان اشكركم ولو الديك * و معلوم
 ان لا شكر الا بمقابلة النعمة و
 نعم الوالدين من النعم الدينية
 التي تجرى فيها المعاملة دون
 الدينية التي قال الله تعالى
 فيها قل ما اسئلكم عليه من اجر
 ان اجرى الا على رب الغلین *
 على انا نعتقد ان النبي صلى الله
 تعالى عليه وسلم قد تمت له
 خلافة الله العظمى ونيابته الكبرى
 فيدء الكريمة عليه و ابيد
 العبادين سغلى جعل سبحانه و
 تعالى خزانة رحمة و نعمة
 و موائد جوده و كرمه طوع يدیه و
 مغوضة اليه صلى الله تعالى عليه و لم ينفق

اور اسے پسند نہ آیا۔

میں کہتا ہوں کسی کو مجال ہے کہ اس
 میں پاد و جہ سے بحث کرے جن کو وہ و جہیں
 گھیرے ہیں پہلی وجہ یہ کہ ہیں تسلیم نہیں کہ بکر
 پر کسی کا ایسا احسان نہ تھا جس کا بدلہ دیا جائے
 اس لئے کہ انسان پر بڑے نعمتوں میں اس کے
 ماں باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ا
 حق ماں میرا اور اپنے ماں باپ کا اور یہ
 معلوم ہے کہ شکر نعمت کے مقابل ہی ہوتا ہے
 اور والدین کے احسانات ان دنیوی احسانات
 سے ہیں جن میں بدلہ دینا جاری ہے اور دینی
 احسانات نہیں ہیں جن کی بابت اللہ کا فرمان
 ہے (خود اکرم نے فرمایا) میں تم سے اس پر
 کہ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو جہانوں کے
 پروردگار پر ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا عقیدہ
 ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے
 اللہ تعالیٰ کی خلافت عظمیٰ اور نیا بہت کبھی کامل
 ہو چکی تو ان کا دست کرم بالا اور سب جہانوں
 کے ہاتھ پست، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت
 اور کل نعمت کے خزانے اور اپنے فیض و کرم کے
 خزان ان کے ہاتھوں کے مطیع کر دیئے، اور
 یہ سب انہیں سونپ دیا جیسے چاہیں خرچ کریں

سہ القرآن الکریم ۱۴/۳۱ سہ القرآن الکریم ۵۴/۲۵ و ۸۹/۳۸
 سہ ۱۰۹/۲۶ و ۱۲۴ و ۱۳۵ و ۱۴۳ و ۱۸۰۔

ان صح ما ذکرتم تعطلت الآية رأسا
ولم يوجد لها مصداق ايداً اذ ليس
في الصحابة من يلد له ابواه أو لم يتعم
عليه النسب صلى الله تعالى عليه
وسلم فـ دينه و دنياه ۔

واما تانيا وهو الحمل فلان
نعم الدنيا ليست كلها مما تجبزي
اذ المعاناة هو المكافات وحاصل
نعمة الوالدین أنت الله سبحانه
وتعالى جعلهما سببا لا يجباذه
وخروجه من ظلمة العدم الى نور
التكونت وبهما جعله بشرا
حينما بعد أنت كانت ماء مهينا
وهذا اصلا لا يمكن أنت يجباذي
اذ ليس في وسع احد ان يحيي
ابويه او يكوّنهما بعد ان
لم يكونا ولذلك قال النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم
لا يجبزي ولد والدة الا ان
يجده مملوكا فيشتريه فيعتقه
اخرجه مسلم و ابوداؤد

قریب ہے کہ اگر یہ صحیح ہو جو آپ نے ذکر کیا تو آیت
بہرہ سے معطل ہو جائے گی اور کبھی اس کا کوئی
مصداق نہ پایا جائے گا اس لئے کہ صحابہ میں
کوئی ایسا نہیں جو اپنے ماں باپ سے پیدا
نہ ہو یا اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
دین و دنیا کا کوئی احسان نہ فرمایا ہو۔

اور جواب دوم اور وہی حل ہے یہ کہ
دنیا کے سب احسان ایسے نہیں جن کا بدلہ
دیا جاتا ہو اس لئے کہ احسان کا بدلہ یہ ہے
کہ احسان کے مساوی اس کی جزا دے، اور
والدین کے احسان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ بخیر
و تعالیٰ نے انھیں بچہ کی ایجاد اور عدم کی ظلمت
سے نور ہستی میں آنے کا سبب بنایا ہے اور
ان کے سبب سے اس کے بعد کہ وہ بے وقت
پائی تھا خوبصورت انسان بنایا اور یہ
احسان کا بدلہ نہیں ہو سکتا یوں کہ کسی کی مجال
نہیں کہ وہ اپنے والدین کو زندہ کرے، یا عدم
کے بعد انھیں موجود کر دے۔ اسی لئے
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا، کوئی بچہ اپنے ماں باپ کا بدلہ
نہیں چکا سکتا مگر یہ کہ اُسے غلام پائے
تو اسے خرید کر آزاد کرے۔ یہ حدیث مسلم و ابوداؤد

۱۔ صحیح مسلم کتاب العتق باب فضل عتق الوالد
مسنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی بر الوالدین آفتاب عالم پریس لاہور ۳۴۳/۲
۲۹۵/۱ قدیمی کتب خانہ کراچی

والتزمذی ونسائی وابن ماجه
فاشار صلى الله تعالى عليه وسلم الى
بعض المعجزة عطف حسب
ما يدخل تحت الامكان فان السرق
صوت حكما اذ به متعطل الاهلية
ويستحق الانسان العاقل البالغ
بالبهاؤ فالعق كانه احياء له و
اخراج من ظلمة البهيمية الى نور
الانسانية فعن هذا عداد لبعض
حقوقهما وكذا لك النعم النسبوية
على صاحبها العتلة والتحية عطف
حسب ما قررنا عليك ليست مما تجزى
وتجزي فيه ذلك برهن الانه صلى الله
تعالى عليه وسلم في ذلك المقام
الرفيع والمنصب البديع انما يتصور
على خلافة الملك المقتدر تبارك و
تعالى ونعم الملك لا تجزى فان الاحسان
لا يجازى الا بالاحسان كما نطق به القرآن
العظيم وما يجازى به العبد لا بد وان
يكون ايضا من عطايا صلى الله تعالى
عليه وسلم فكان مكافآت عطائه

وتردني ونسائی وابن ماجه نے اپنی سندوں سے
روایت کی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضور
بدلہ کی طرف (جو موافق مقدر و بشر ہو) اشارہ
فرمایا اس لئے کہ غلامی موت کے حکم میں ہے اس
وجہ سے کہ اس کے سبب آدمی کی اہلیت معطل
ہو جاتی ہے اور عاقل بالغ انسان جانوروں کی طرح بننا
لہذا اسے آزاد کرنا اگر یا کہ اسکو زندہ کرنا اور ہیبت کی تاریکی
سے انسانیت کی روشنی میں لے آئے اسی لئے ماں
باپ کو آزاد کرنا ان کے بعض حقوق کی ادائیگی میں
شمار ہوا، اسی طرح نبوی احسانات علی صاحبہما
الصلوة والتیمم جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے ثابت
کیا ایسے نہیں جن کا بدلہ دیا جائے اور ان میں یہ
مقولہ جاری ہو کہ یہ اس احسان کا بدلہ ہے اس
لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو اس
مقام رفیع اور اس منصب بے نظیر میں بادشاہ
خدا و تبارک و تعالیٰ کی خلافت پر خازن ہو کر متصرف
ہیں اور بادشاہ کی نعمتوں کا بدلہ نہیں ہوتا
اس لئے کہ بدلہ بغیر احسان کے نہیں ہوتا جیسا
کہ اس پر قرآن عظیم ناظمی ہے، اور بندہ احسان کا
جو بدلہ دے گا لا محالہ وہ بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ و
السلام کی عطائے بزرگوار سرکار کی عطا کی مکافات

سے جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ما جاء فی حق الوالدین امین کتب دہلی ۱۳/۶
سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب بر الوالدین ایچ ایم سعید کتب پبلی کراچی ص ۲۹۸
مشکوٰۃ المصابیح کتاب العتق باب عتاق العبد المستترک التفصیل الاول قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۹۴

بِعَطَاةٍ وَهُوَ غَيْرُ مُعَقُولٍ وَعَنْ هَذَا
نَعْتَقِدُ أَنَّ إِدَاءَ شُكْرِ اللَّهِ سَبْحَنَهُ وَتَعَالَى
بِمَعْنَى فَرَاحِ الذَّمَّةِ مِنْهُ مَحَالٌ
عَقْلًا أَذْ الشُّكْرُ نِعْمَةٌ أُخْرَى فَلْيَشْكُرْهَا
حَقُّهُ يَخْرُجُ عَنْ عَهْدِهِ وَيَتَسَلَّلُ إِلَى
مَا لَا يَتَنَاهَى فَبَيَّنْتُ أَنَّ الدَّلِيلَ لِانْخِبَارِ عَلَيْهِ
مِنْ هَذَا الْوَجْهِ -

الثَّانِي أَنَّ الْمَقْدَمَةَ الْقَائِلَةَ
أَنَّ الْأُمَّةَ مُجْمَعَةً عَلَى أَنَّ أَفْضَلَ الْخَلْقِ بَعْدَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَمَّا الْيُؤَكِّرُ أَوْ عَلَى رِضَى اللَّهِ تَعَالَى عَنْهُمَا -

مَدْخُولٌ فِيهَا إِذْ هُنَاكَ فِرْقَتَانِ
آخِرِيَّانِ تَدْعِي أَحَدُهُمَا تَفْضِيلَ
سَيِّدِنَا الْفَارُوقِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
عَلَى جَمِيعِ الْأُمَّةِ، وَتَسْتَعِدُّهَا مَا يَرُودُ عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ مَا طَلَعَتِ
الشَّمْسُ عَلَى رَجُلٍ خَيْرَ مَنْ عَمَّرَ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكُنَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
وَعَنْهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أُمَّتُ اللَّهِ تَعَالَى بِأَهْلٍ بِأَهْلٍ عُرْفَةٍ
عَامَّةٍ وَبِأَهْلٍ لِعَمْرٍ خَاصَّةٍ

سرکاری عطا سے ہوگی اور یہ معقول نہیں یہی
سے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ سبحنہ و تعالیٰ
کا شکر یہ معنی برائت ذمہ از شکر عقلاً
محال ہے اس لئے کہ شکر نعت دیگر ہے تو روزہ
اس دوسری نعت کا شکر کرے کہ عہدہ برآ
ہو اور یہ سلسلہ شکر کا نہایت کو نہ پہنچے تو ثابت
ہو کہ دلیل اس وجہ سے بے غبار ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عقیدہ جس کا مقول
یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے بعد افضل یا ابوبکر ہیں یا علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہما۔ اس پر اجماع امت ہے۔

اس پر اقرار اس کو محال ہے اس لئے
کہ یہاں دو فرقے اور ہیں، ان میں کا ایک حوی
کہتا ہے کہ سیدنا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ساری امت سے افضل ہیں، اور اسکی دلیل وہ
حدیث ہے جو نبی صلی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضرت عمر
بہتر کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا، اور آپ مروی ہے
کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو قرآن ہی ہو سکتا۔

اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرفات میں جمع
ہونے والوں پر عام طور سے فخر فرمایا اور قرآن کے خاص طور

موسمۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۷

۲۰۹/۲ امین کمپنی دہلی

موسمۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۷

۵۹۶/۱۷

حدیث ۳۲۷۳۹

جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ

حدیث ۳۲۷۲۵

۳۵۸۵۸

وان كانت الاستدلال بها و يامثالها
لا يقوم على سابق اقام واية او رواية
او معاكاستمسالة المفضلة بهديث
على خير البشر و حديث الطير و حديث
الاستخلاف في غزوة تبوك وما لهاها
فمنها كذب مختلق ومنها منكر
والا و منها ما لا يفيدهم شيئا
وكذلك مضت سنة الله في
كل مستدع يحتج و لاحجة
ويجزم حجة لا محجة.

سے مبادات فرمائی۔ ” اگرچہ اس روایت سے
اور اس کے مشابہ روایتوں سے دلیل پانے ثبات
پر قائم نہیں ہوتی یا بلحاظ روایت یا بلحاظ روایت
یا دونوں کے لحاظ سے، جیسے تفضیلیہ کا حدیث
علیٰ خیر البشر علی سب انسانیوں سے
افضل ہیں اور حدیث طیر اور غزوة تبوک کے
زمانہ میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنا خلیفہ مقرر فرماتے
کی روایت سے تمسک کا حال ہے کہ ان میں
کچھ تو بڑی تراشیدہ جھوٹ ہیں اور کچھ منکر و اہی
(راویان ثقت کے مقابل راویان غیر ثقت کی روایت
ضعیف ہیں) اور کچھ انہیں بالکل فائدہ مند نہیں
اور پرہیز اللہ تعالیٰ کی صفت ہر مذہب کے حق
میں ہوتی کہ وہ استدلال کرے حالانکہ دلیل نہیں
اور وہاں کا قصد کہ ہے جہاں راستہ نہیں۔

اور وہ سراسر فرقہ سیدنا عباس بن عبد المطلب
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب سے افضل کہتا ہے
گویا ان کے نظر پر ان کی مراد نہیں دیتا اس بارے میں
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے بابت قول ہے کہ آدمی کا چچا
اس کے باپ کی مثل ہے۔ اور یہ حدیث حسنہ
ہے جسے ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کیا۔ اور کچھ شک نہیں کہ

والفرقة الاخرى تدعى تفضيل
سيدنا عباس بن عبد المطلب
رضي الله تعالى عنهما وكان ملخصهم وان
لم يعط ففضهم قوله صلى الله تعالى
عليه وسلم فيه ان عم الرجل منو
أبيه، وهو حديث حسن اخرج به
الترمذي وغيره عن ابي هريرة
رضي الله تعالى عنه ولا شك

سے جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم العباس امین کبیری دہلی ۲/۲۱۷

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ المسلمین میں
اور ان کے سردار ہیں اور ان کے صدر و قائد
اور ان کی آبرو اور ان کے سروں کا تاج ہیں۔
اس وجہ سے چاروں خلفاء پر بھی انھیں فضیلت
ہے۔ جیسے حضرت فاطمہ زہرا اور ان کے بھائی
سیدہ ابراہیمؑ ان کے والد اور ان پر صلوة و
سلام ہو، روئے نسب و جزیت و کرامت
جوہر و طینت تمام امت سے افضل
ہیں۔

باجملہ ان چار شقوں سے کوئی شق باقی
تین وجوہ کو باطل کئے بغیر متعین نہیں ہوگی تو
آپ نے کیونکر فرمایا کہ آیت کریمہ جب غسل پر
صادق نہ آئی تو ابو بکر اس کا مصداق متعین ہوئے
علاوہ اس کے مسائل سمعیہ دلیل سمعی ہی سے
حاصل ہوتے ہیں۔

تو صاحبِ نظر و جستجو کا کوئی مذہب اس سے
پہلے نہیں ہوتا کہ وہ دلیل میں غور کرے تو کوئی راہ
اس کو روشن ہو جائے تو اگر دلیل کا نام ہونا کسی
مذہب سازی پر موقوف ہو تو دور لازم آئے گا
اور یہ اس جواب کی نظیر ہے جو ہم نے ائمہ شافعیہ
کی اس دلیل کے جواب میں کہا جو انھوں نے
دخو میں فرضیت ترتیب پر آیت کریمہ میں وجوہ

انہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ المسلمین
وسیدہم و مقدمہم و قائدہم
وعز نفوسہم و تاج رؤسہم حق الخلفاء
الاربعة من هذه الوجہ کما
انت حضرة العتول الزهراء واخاها
السيد الکريم ابراهيم علي ابیہما و علیہما
الصلوة والتسليم افضل الامة مطلقاً
من جهة النسب والجزائیة وکرامة الجوہر
والطینة۔

وبالجملہ فلا یتعین احد
من الشقوق الاربعة الا باطال
الثلثة الباقیة جمیعاً فکیف قلتم انت
الایة لما لم تلتم علی علی تعین ابو بکر
مصداقاً لہا علی ان المسائل الخمیة
لا تنال الا من قبل السمع۔

فالناظر المتفحص لامذہب لہ
قبل ان ینظر فی دلیل فیظہر لہ سبیل
فان کان تمام الدلیل موقوفاً علی
(التمذہب) بمذہب لنزم المدوس
وهذا نظیر ما اجبتا بہ عن استدلال
الائمة الشافعیة علی اقتراض
الترتیب فی الوضوء من خول الغاء

على الوجهه وعد مرافقائل بالفصل كما هو
مذكور في الخلافيات .

اقول والجواب عنه ان مستندنا

الاول الذي عليه المعول في هذا الباب
اجماع الصحابة والتابعين لهم باحسان
رضي الله تعالى عنهم اجمعين كما نقله
الامام الشافعي ثم البيهقي ثم اخرون
ودلت عليه احاديث عند البخاري وغيره
كما فصلته في الكتاب واقمت الدليل
الجليل على ان اجماع تام شامل
لم يثبت شذوذ منه ولا ندوروا من
المخلاف الذمعي ذكره ابو عمر بن عبد البر
فليس مما يصح عليه او يلتفت
اليه لا رواية ولا رواية وان سلمنا
فالسواد الاعظم مجتوع واتباع
الشافعي ممنوع، وهذا القدر
يكفي لنا لتمدن هب فانتمى السواد
فصح حديث الفرقتين قوع
صحيح لكن لا يغفل بالمقصود
فان عمر وعباس رضي الله تعالى عنهما لو يكونا
صالحين من زول
الاية كما يظهر بالوجوب
الحق التاريخي فلم يقصدا
بالاية قطعا وبه يطل
الشك الباقيات وال دليل

پر دخول غار اور قائل بالفصل کے مضمون پختہ سے
قائم کی جیسا کہ خلافت میں مذکور ہے۔

میں کہتا ہوں اور اس اعتراض کا جواب

یہ ہے کہ اس باب میں ہماری اولین سند جس پر
ہمارا اعتماد ہے مجدد صحابہ اور اچھے طریقے پر ان کے
تمام پروان کا دتا بعض کا اجماع ہے جیسا کہ
امام شافعی پھر بیہقی پھر دیگر ائمہ نے اسے نقل کیا
اور اس پر بخاری وغیرہ کی احادیث و دلائل کرتی
ہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب میں تفصیل بیان
کیا ہے اور اس امر پر میں نے دلیل جلیل قائم
کی کہ اجماع تام کامل ہے اور اس سے کسی کا خلاف
ثابت نہیں اور یہ کہ جو خلافت علامہ ابو عمر بن عبد البر
نے ذکر کیا نہ روایت کے لحاظ سے نہ روایت کے
لحاظ سے وہ اس قابل ہے کہ نظر اس پر گزرے
یا اس کی طرف مڑے دیکھا جائے۔ اور اگر ہم مان
لیں تو سواو اعظم ہی کی اتباع ہوگی اور شاذ و نادر
کی اتباع ممنوع ہوگی اور اتنی بات ہیں مذہب
قرار دینے کو کافی ہے تو دور نہ رہا، ہاں ان
دو فرقوں کی جو حضرت عمر و عباس کی فضیلت
پاتے ہیں، حدیث قوی و صحیح ہے، لیکن مقصود میں
غلل انداز نہیں اس لئے کہ عمر و عباس آیت
کے نزول کے وقت مسلمان نہ تھے، جیسا کہ
مطالعہ تاریخ سے ظاہر ہے، تو یہ دونوں قلمی
آیت کے مقصود ہی نہ ہوتے، اور اس وجہ سے
باقی دو شقیں باطل ہو گئیں اور آخر کا دلیل

مضبوط و مستحکم رہی، اس معاملہ کی نہایت کارہ کد
فاضل مستدل کو قرآن و دونوں مذہبوں کا علم نہ ہوا
یا اس وجہ سے کہ سقوط و ندرت میں حد کو پہنچے
ہونے کی وجہ سے انھیں شمار ہی نہیں فرمایا، مزید
ہر آن بجز اللہ اس پر اجماع کہ صدیقی ہی مراد آیت
ہیں کے ثابت ہونے کے بعد ہم ان تکلفات سے
بے نیاز ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے جب یہ بات ثابت
ہو چکی تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صدیقی کا
وصف بیان فرمایا کہ وہ اتقی ہیں اور اتقی کا
بتایا کہ وہ اکرم ہے ان دو مقدموں سے جو دیا کہ صدیقی
اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم (سب سے افضل)
ہیں اور افضل و اکرم اور ارفع و درجہ اور احسن
منزلت یہ سب الفاظ ایک ہی معنی پر صادق
آتے ہیں لہذا افضل مطلق کلی صدیقی کیلئے ثابت
ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے اور
تم جان لو کہ اس استدلال پر جملہ علماء سلف و خلف
کا اتفاق ہے اور سب نے اسے پسند کیا اور قبول
کے ہاتھوں لیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ
اس کے قابل ہے، لیکن تفضیل کے اس میں تین
وجہ سے کلام ہے ہم ان وجہوں کو خدا کے بزرگ
برتر کی توفیق کے سہارے ذکر کرتے ہیں اور ان کا
ایسا ذکر کرتے جو کوئی شبہ باقی نہ چھوڑے اور کوئی شک
نہ رہے۔

ہم کہتے ہیں کہ پہلا شبہ یہ ہے کہ بعض
مفسرین نے اتقی کی تفسیر اتقی (صفت

الی الاحسان والایمضان والحمد لله
ولی الاحسان غایۃ الامران الفاضل
المستدل لم یطلم علی ہذین القولین
اولہم یعتد بہما لتناہیہما فی السقوط
والشد و ذ علی انا بحمد اللہ بعد ما
ثبت الاجماع علی ان الصدیق هو
المراد فی غنی عن ہذا التجشعات
کما لا یخفی اذا ثبت ہذا فنقول وصف
اللہ سبحانہ تعالیٰ الصدیق بانہ اتقی و
وصف الاتقی بانہ اکرم انتجت المقدمات
ان الصدیق اکرم عند اللہ تعالیٰ والافضل
والاکرم والارفع درجۃ والا احسن
مکانہ کلہا الفاظ معتبرۃ علی معنی
واحد فتثبت الفضل المطلق للصدیق
واللہ تعالیٰ ولی التوفیق ہذا
تقریر الدلیل بحیث یشفی العلیل ویروی
العیل والحمد للمولی الجلیل واعلم ان ہذا
الاحتجاج اطبق علیہ کلمات العلماء سلفا
و خلفا و ارتضوہ و تلقوہ بالقبول تلیہ و
طامنا ولا شک انہ لجدیر بذلک لکن
المفضلة لہم کلام فیہ بثلثۃ وجوہ
نذکرہا نوہا بحیث لا یشقی ولا ینذر
بتوفیق اللہ العلی الاکبر۔

فنقول الشبهة الاولى ان من
المفسرين من قال الاتقی بالاتقی

کما فی المعالم و البیضاوی وغیرہما
 من التفسیر فسقط الاحتجاج
 عن اصله اقول ولا علینا
 امت فہد اولاً مقدمات
 تعینک امت شاء اللہ تعالیٰ
 فی الجواب من هذا الامر تیاب
 ثم نرفع الحجاب عن
 وجه الصواب بتوفیق العلیم الوہاب
 فاستمع لما یلقب
 علیک ۔

المقدمة الاولى ما تظافرت
 الادلة من العقل و النقل و
 ناهیک بہما امامین علی أن الالفاظ
 لا تصروف عن ظواہرہا مالم تلمس حاجة
 شديدة لا تندفع الایہ واکلا لم یکن
 هذا تاویلا بل تفسیرا و تبدیلا کو وقت
 باب التصرفات من دون ضرورة تلجئ
 لامر تفع الامات عن النصوح کما
 لا یخفی و هذا بغایة ظہور اغناسنا
 عن تجشم اقاصم الدلیل علیہ
 حتی ان بعض العلماء ادر جود
 فی متون العقائد و انه لحقیق
 رہ فان قناری ہم المبتدیین
 عن آخرهم انما هو صرف النصوح عن
 الظواہر و امر تکاسب تاویلات

مشبہ جس میں فضیلت دوسرے پر ملتا نہیں
 کہ صرف تقویٰ سے اقصاف ہے) سے کی
 جیسا کہ معالم و بیضاوی وغیرہا تفسیر میں ہے
 تو استدلال جس کی بنیاد اتقی کے اتم فضیل
 ہونے پر تھی) بڑے اکھر پڑا۔ میں کہت ہوں
 ہمارا کوئی عرج نہیں اس میں کہ ہم پہلے کچھ
 ایسے مقدمات کی تہیہ اٹھائیں جو جواب میں
 ان شاء اللہ تعالیٰ قناری مدد کریں پھر ہم خدائے
 وانا بخشنہ کی توفیق کے سہارے چہرہ صاب
 سے حجاب اٹھائیں تو سنو جو تم سے کہا جائے۔
 پہلا مقدمہ عقل و نقل کی کثرت بلین
 (اور یہ دونوں امام تمہیں کافی ہیں) اس پر متفق
 ہیں کہ الفاظ کو اپنے ظاہری معنی سے پھیرنا
 منع ہے جب تک کہ سخت حاجت نہ ہو جو لفظ
 کو ظاہری معنی سے پھیرے بغیر دفع نہ ہو ورنہ
 یہ بے ضرورت پھیرنا تاویل نہ ہوگا بلکہ تفسیر و تبدیل
 ٹھہرے گا اور اگر بے ضرورت پھیرنے کا دروازہ
 کھل جائے تو نصوح شرعیہ سے امان اٹھ جائے
 جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور یہ مسئلہ چونکہ نہایت
 ظاہر ہے اس لئے اس نے ہمیں دلیل قائم
 کرنے کی زحمت سے بے نیاز کر دیا۔ بعض علماء
 نے اسے عقائد کے متون میں رکھا اور یہ مسئلہ اس کا
 سزاوار ہے اس لئے کہ سب بد مذہبوں کی
 ساری کوشش یہی ہے کہ عبارات شرعیہ کو
 ان کے ظاہری معنی سے پھیر دیں اور فاسد

تاویلوں اور کھوٹے احتمالات اور نہ چلنے والے پہاڑوں کے ترکیب ہوں تو ہم پر واجب ہے کہ انھیں شرعیہ کو مقام ضرورت کے سوا ہمیشہ ان کے ظاہری معنی پر رکھنا واجب بنا کر ان تاویلات کا مادہ کاٹ دیں اور ریاضات خوب ظاہر ہے۔

دوسرا مقدمہ بہت سی مستداول تفسیروں میں جو مذکور ہوتا ہے وہ سب ایسا نہیں جس کا قبول کرنا ضروری ہو اگرچہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی توثیق ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مرفوع (جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمائی) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو جز۔ بلکہ ایک جز کو بھی نہیں پہنچا۔

امام جوینی کا قول ہے علم تفسیر مشکل اور کم ہے، اس کا مشکل ہونا تو کوئی وجہ سے ظاہر ہے، ان میں روشنی تو جریہ ہے کہ وہ ایسے کلم (عز وجلالہ) کا کلام ہے جس کی مراد کو لوگ اس کے سن کر نہ پہنچے اور نہ اس کی طرف رسائی کا امکان ہے بخلاف امثال و اشعار اور ان جیسی اور باتوں کے کہ انسان کو بولنے والے کی مراد معلوم ہو سکتی ہے جب وہ بولے یاں پڑے کہ وہ اس سے خود سنئے یا اس سے سنئے جس نے اس سے سنا ہو۔ یہی قرآن کی قطعی طور پر تفسیر تو وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنئے بغیر معلوم نہ ہوگی اور وہ (جو سرکار

فاسدۃ و احتمالات کا صمدۃ و اعتداس باسۃ فوجیب علیہا جسم ماد تھا یا یحباب حمل النصوص علی ما یعطیہ ظاہرها الا یضروۃ ابداً و هذا ظاہر جہداً۔

المقدمة الشافعية ليس كل ما يذكر في اكثر التفاسير المتداولة واجب القبول وامت لم يساعده معقول ويؤيده منقول والوجه في ذلك ان التفسير المرفوع وهو الذي لا محيص عنه قبوله اميداً انذر ليس جديداً لا يبلغ المجموع منه جزء أو جزئين۔

قال الامام الجويني علم التفسير غير يسير اما عسرة فظاهر من وجوه اظهرها انه كلام متكلم لم يصل التامس اليه مرادة بالسمع منه ولا امکان للوصول اليه بخلاف الامثال والاشعار ونحوها قامت الانسان يمكن علمه منه اذا تكلم بان يسمع منه او يسمع سمع منه، واما القرأت فتفسيره على وجه القطع لا يعلم الا بان يسمع من الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم وذلك متعذر الا في

آیات متعددہ قلائل، فالعلم بالمراد
لستنبط بآمارات ودلائل، والحكمة
فيه ان الله تعالى اراد ان يتفكر
عباده في كتابه فخلع بامر تبييه
صلو الله تعالى عليه وسلم
بالتمسك على المراد في جميع
آياته آخر

علیہ الصلوۃ والسلام سے سنا گیا) چند گنتی کی
آیتوں کے ماسوا میں متحذر ہے تو مراد الہی
کا علم امارات ودلائل سے مستفہ ہوگا ہے
اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
چاہا کہ اس کے بندے اسی کی کتاب میں
غور و فکر کریں لہذا اپنے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم) کو اپنی تمام آیات کی مراد واضح طور پر بتانے
کا حکم نہ دیا۔

اور امام زرکشی نے برہان میں فرمایا جو
شخص قرآن میں تفسیر کے اصول کی نظر کرتا ہے اس
کے لئے بہت سے مراجع ہیں جن کے اصول
چار ہیں اولہ تفسیر جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے منقول ہو اور یہی پہلے نمایاں طریقہ ہے لیسکی
اس میں ضعیف و موضوع سے استراذ واجب
ہے اس لئے کہ وہ (ضعیف و موضوع) زیادہ
سے زیادہ اور اسی طرح وہ تفسیر جو صحابہ کرم اور ان
کے تابعین نیکو کار سے منقول ہے وہ ان سے
طہاروں اور ان اقوال کے مقابل کم ہیں جو
مختلف راہوں میں چلے گئے اور ان کے لئے
کوئی حدیث یا صحابی و تابعی کا قول نہیں یہ
اقوال تو صحابہ و تابعین کے بعد ظاہر ہوئے۔
بب خیالات بسیار ہوئے اور مزاحمہ میں

وقال الامام الزركشي في البرهان
لناظر في القرآن لطلب التفسير ما أخذ
كثيرة أمهاتها أربعة الأول النقل
عن رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم وهذا هو الطراز الأول لكن
يجب الحذر من الضعيف فيه والموضوع
فانه كثير ثم قال الامام السيوطي الذي هو من
ذلك قليل جد ابل اصل الموضوع منه في غاية
القله، وكذا لك الماثور عن الصحابة الكرام و
التابعين لهم باحسان قلائل لهذه الطوامير
الكبر والاقاويل الذاهية شذوذ فيها لا خير
ولا اثر وانما حدثت بعدهم لما كثرت الاسماء و
تجاذبت الاهواء قام لكل لغو و
تعويم و بياض و كل من له

سلك الاتقان بحوالہ الجوتی فصل الحاجۃ الی التفسیر دار الکتب العربیہ بیروت ۴/۲۲۰
سلك البرہان فی علوم القرآن فصل فی امہات ماخذ التفسیر لناظر فی القرآن دار الفکر بیروت ۲/۱۵۶

کشا کش ہوئی تو ہر لغوی ہر نحوی اور ہر عالم بگشت
اور ہر وہ شخص جسے علوم قرآن کی قسموں سے
کسی قسم کے علم کی عمارت تھی اس کلام سے
کلام عربیہ کی تفسیر کرنے لگا جو اس کی سمجھ تک
تھا اور جس کی طرف اس کی نظر پہنچی۔ پھر لوگ
رواں دواں اقوال کو جمع کرنے کے مشتاق
ہوئے تو جو انہوں نے پایا اُسے نقل کر دیا اور
تحقیق کم کی تو اسی سے اقوال کی کثرت اور حق
کی ناسحق سے آئینہ نش آئی۔

اور ابن تیمیہ نے جیسا کہ امام سیوطی نے
اس کا کلام یہ کہہ کر نقل کیا کہ وہ بہت نفیس
ہے اس کی دو وجہیں ذکر کریں، پہلی وہ وہ لوگ
ہیں جنہوں نے کچھ معانی کو عقیدہ ٹھہرایا، پھر
انہوں نے قرآن کے الفاظ کو ان پر رکھنا چاہا۔
اور دوسری وجہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کی
تفسیر محض ان الفاظ سے کی جو کسی عربی زبان بولنے
والے کی مراد ہو سکتے ہیں انہوں نے قرآن کے
مشکل (باری تعالیٰ) اور جس پر اترا اور جو اس کا
مخاطب ہے کی طرف نظر نہ کی تو پہلی جماعت نے
تو اس معنی کی رعایت کی جو ان کا عقیدہ تھا،
انہوں نے قرآن کے الفاظ کی دلالت اور بیان
جس کے وہ الفاظ سزاوار ہیں کو نظر انداز کر دیا۔
اور دوسروں نے صرف لفظ اور جو عربی کی مراد
ہو سکتا ہے اس کا لحاظ کیا قطع نظر اس سے
کہ مشکل کے شایان کیا ہے اور سیاق کلام کیا ہے۔

مما سة بشخ من انواع
علوم القرآن يفسر الكلام
العزیز بما سمع به فكهو
و ادع اليه نظره ثم حياء
الناس مہر عین و یجمع
الاقوال مولعین فنقلوا ما وجدوا
وقلیلا ما نقدوا ففعلت هذا
جاءت كثرة الاقوال بخلاف الصواب
بالأباطیل۔

و ذکر ابن تیمیہ کما نقلہ الامام
السیوطی قائلًا انه نفیس جدا
لذلك وجہین احدهما قوم
اعتقدوا معارف شر
اسرادوا حمل الفاظ القرآن علیها
والثانی قوم فسرروا القرآن بمجرد
ما یسوغ امت یریدہ من کات
من الناطقیات بلغة العرب
من غیر نظر الی المتکلم
بالقرآن والمنزل علیہ والمخاطب
بہ ، فالاولون سراعوا المعنی الذی
سراعوه من غیر نظر الی ما یتحققہ
الفاظ القرآن من الدلالة والبیان
والآخرون سراعوا مجرد اللفظ و
ما یجوز ان یرید بہ العربی من غیر نظم
الی ما یصلح للمتکلم و سیاق الکلام۔

پھر یہ لوگ بسا اہم قات لغت کے اعتبار سے لفظ کے اس معنی کو (جو انہوں نے مراد لئے) تحمل ہونے میں غلط کرتے ہیں جیسا کہ ان کے پچلے والے بھی یہی غلطی کرتے ہیں جس طرح یہ اگلے اسی معنی کی صحت میں غلطی کرتے ہیں جس سے انہوں نے قرآن کی تفسیر کی جیسا کہ دوسرے لوگ بھی غلط کرتے ہیں اگرچہ پہلے والوں کی نظر معنی کی طرف پہلے پہنچتی ہے اور دوسروں کی نظر لفظ کی طرف سبقت کرتی ہے اور پہلے جماعت دو صنف ہے کبھی تو لفظ قرآن سے اس کا مدلول و مراد چھین لیتے ہیں اور کبھی لفظ کو اس پر رکھتے ہیں جس کا معنی و مطلب نہیں اور دونوں باتوں میں کبھی وہ معنی جس کی نفی اثبات اسی کا مقصد ہوتی ہے باطل ہوتا ہے تو ان کی غلط لفظ و معنی دونوں آتی ہے اور کبھی حق ہوتا ہے تو ان کی غلط لفظ میں ہوتی ہے نہ کہ معنی میں۔ (ابن تیمیہ نے یہاں تک کہا) مختصر یہ کہ جو صحابہ و تابعین اور ان کی تفسیر سے پھر کر ان کا خلاف اختیار کرے گا وہ اس میں برسرِ خطا ہوگا بلکہ بد مذہب ہوگا اس لئے کہ صحابہ و تابعین کو قرآن کی تفسیر اس کے مطالب کا علم سب سے زیادہ تھا، جس طرح انہیں اس حق کی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا خبر سب سے زیادہ تھی اہ مختصراً۔

لہ الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۱ و ۴۴۲

ثم هؤلاء كثيراً ما يغلطون في احتمال اللفظ لذلك المعنى فب اللغة كما يغلط فب ذلك الذين قبلهم كما ان الاولين كثيراً ما يغلطون في صحة المعنى الذي فسروا به القرأت كما يغلط فب ذلك الآخرون وان كان نظر الاولين الى المعنى اسبق ونظر الآخريين الى اللفظ اسبق والاولون صنفان تاسرة يسلبون لفظ القرأت ما دل عليه وامر يد به و تاسرة يعملونه على ما لم يدل عليه ولم يرد به و ف كلا الامرين قد يكون ما قصدوا فيه او اثباته من المعنى باطلا فيكون خطأهم في الدليل والمدلول وقد يكون حقاً فيكون خطأهم فيه في الدليل لا في المدلول (الى ان قال) وفي الجملة من عدل عن مذاهب الصحابة والتابعين وتفسيرهم الى ما يخالف ذلك كان مخطئاً في ذلك بل مبتدعاً لانهم كانوا اعلم بتفسيره ومعانيه كما انهم اعلم بالحقب النعم بعث الله به رسوله احمه ملخصاً۔

ولذا قال الامام ابو طالب طبري في
اوائل تفسيره في القول في آداب
المفسر، ويجب ان يكون اعتماداً
على النقل عن النبي صلى الله تعالى عليه و
وسلم وعن اصحابه ومن عاصروهم ويتجنب
المحدثات الخ. وقال ابن تيمية ايضا كانت
النزاع بين الصحابة في تفسير القرآن قليلاً
جداً وهو (وان كان) بين التابعين اكثر
منه بين الصحابة فهو قليل بالنسبة الى
ما بعدهم الخ. وقال السيوطي بعد ما ذكر
تفسير القدماء ثم قال في التفسير خلاص
فاختصر الاسانيد ونقلوا الاقوال بمتواتر
قد دخل من هذا السد خيل والتبس المعجم
بالعليل، ثم صار كل من يفتي له قول يورثه
ومن يخطئ بآله شيء يعتد به، ثم ينقل ذلك
عنه من يجهل بعده خطأ أن له اصلاً
غير ملتفت الى تعريض ما ورد عن السلف
الصالح ومن يرجع اليهم
في التفسير حتى ساءت

اور اسی لئے امام ابو طالب طبري نے اپنی
تفسیر کے مقدمہ میں آداب مفسر کے بیان میں فرمایا
کہ ضروری ہے کہ مفسر کا اعتقاد اس پر ہو جو نبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین کے منقول
ہے اور نہ ہی باتوں سے بچے۔ نیز ابن تيمية کا قول ہے
صحابہ کے درمیان قرآن کی تفسیر میں بہت کم اختلاف
تھا اور تابعین میں اگرچہ اختلاف صحابہ سے زیادہ
ہوا مگر ان کے بعد والوں کی بہ نسبت تو زیادہ تھا اور
سیوطی علیہ الرحمہ نے قدماء کی تفسیروں کا ذکر فرما کے
فرمایا: پھر تفسیر میں بہت لوگوں نے کتابیں تصنیف
کیں تو انہوں نے سندوں کو مختصر کر دیا اور ناتمام
اقوال نقل کئے تو اس وجہ سے غلط گھسا اور صحیح و
غیر صحیح مخلوط ہو گئے پھر ہر شخص جس کے دل میں کوئی
بات آئی اس کو ذکر کرنے لگا۔ اور جس کے فکر میں
جو غلطہ گزرا وہ اس پر اعتقاد کرنے لگا۔ پھر اس کے
بعد جو آثار و روایات اس کے برخلاف نقل کرتا یا اس
گمان میں کہ اس کی کوئی اصل ہے، سلف صالحین
اور ان لوگوں سے جو تفسیر میں مرجع ہیں جو وارد ہوا
اس کی تحقیق کی طرف توجہ نہ کی یہاں تک کہ میں نے

عنه سقطت هذه الرواؤ من علم السخنة زدناها في القوسين بعد ما رأينا الاتفاق
فوجدناها فيه الا زهرى فخره

لله الاتقان في علوم القرآن النواع الثامن والسبعون دار الكتب العربی بیروت ۴۳۵/۲
لے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ لا تخریج ۴۳۶/۲

ليريقله بالعرف والمخلط غالباً عليها كما
لا يخفى وهذا في ثمراته
فكيف بما بعده وفي صحيح
بحار الأنوار عن رسالة
ابن تيمية "وفي التفسير من
هذه الموضوعات كثيرة كما يرويه
الثعلبي والواحدى والزمخشري
في فضل السور الثعلبي في نفسه
كان ذا خير ودين لكن كان حاطب
ليل ينقل ما وجد في كتب
التفسير من صحيح وضعيف وموضوع
والواحدى صاحبه كان البصر
منه بالعربية لكن هو أبعد من
اتباع السلف ، والبغوي تفسيره مختصر
من الثعلبي لكن صارت تفسيره
عن الموضوع والبدع أمروفيه عن
جامع البيان لمعيت بن صيفي
قد يذكر معنى السنة البغوي في
تفسيره من المعاني والحكايات ما
اتفقت كلمة المتأخرين على ضعفه بل على
وضعه أمروفيه عن الإمام أحمد
رحمة الله تعالى عليه أنه قال في تفسير الكلبي

١٤٠
١٣٩
١٣٨
١٣٧
١٣٦
١٣٥
١٣٤
١٣٣
١٣٢
١٣١

سأجمع بحار الأنوار نوع في تعيين بعض الموضوعات وكتبهم مكتبه دار الإيمان مدينة المنورة ١٣١/٥

" " " " " " " " " " " "

الصغير فهي سلسلة الكذب وكثيرا
ما يخرج منها التعليل والواحد
ولكن قال ابن عدي في الكامل للكلبي
احاديث سالحة وخاصة عن ابي صالح
وهو معروف بالتفسير وليس لاحد
تفسير اطول منه ولا اشبه ، وبعده
مقاتل بن سليمان الا انت الكلبي
يفضل عليه لما في مقاتل من
الذاهب المروية وطريق الضحاك بن
مزاحم عن ابن عباس مقطعة فان
الضحاك لم يلقه فان انضم الي
ذلك رواية بشر بن عمار عن
ابن روق عنه فضيفة لضعف بشر،
وقد اخرج من هذه النسخة كثير
ابن جبر و ابن ابی حاتم وان كان
من رواية جوير عن الضحاك فاشد
ضعفا لان جويرا شديدا الضعف
متروك الز قال وسأيت عن فضائل
الامام الشافعي لابي عبد الله محمد
بن احمد بن شاكر القطان انه اخبر
بسنداه عن طريق بن عبد الحكم قال
سمعت الشافعي يقول لدرجته عرف
ابن عباس في التفسير الاشبيه

توبه جھوٹ کا سلسلہ ہے اور ایسا بہت ہوتا
ہے کہ ثعلبی اور داعی اس سلسلہ سے روایت کرتے ہیں
لیکن ابن عدي نے کامل میں فرمایا ثعلبی کی احادیث
قابل قبول ہیں اور خصوصاً ابو صالح کی روایت سے
اور وہ تفسیر کے سبب معروف ہیں اور کسی کی
تفسیر ان سے زیادہ طویل اور بھرپور نہیں
اور ان کے بعد مقاتل بن سلیمان ہیں ، مگر کلبي کو
ان پر اس لئے فضیلت ہے کہ مقاتل کے یہاں
روایات خیالات ہیں اور سند ضحاك بن مزاحم عن
ابن عباس منقطع ہے اس لئے کہ ضحاك نے
ابن عباس سے ملاقات نہ کی پھر اگر اس کے
ساتھ روایت بشر بن عمار عن ابی روق مل جائے
تو وہ بڑھتے بشر ضعیف ہے ، اس فقرے سے
بہت حشریں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے
نکالیں اور اگر جویر کی کوئی روایت ضحاك
سے ہو تو سخت ضعیف ہے اس لئے کہ جویر
شدید الضعف متروک ہے ، انھوں نے کہا
اور میں نے فضائل امام شافعی مصنف ابو عبد
محمد بن احمد بن شاكر قطان میں دیکھا کہ انھوں
نے اپنی سند بطریق ابن عبد الحكم روایت کیا
کہ ابن عبد الحكم نے فرمایا میں نے امام شافعی
کو فرماتے سنا کہ ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ
عنه) کی تفسیر میں تقریباً سو حدیثیں

بیانۃ حدیث الیہ

ثبات ہیں۔

قلت وهذه معالمة التنزيل للإمام
البغوي مع سلامة حالها بالنسبة إلى
كثير من التفاسير المتداولة ودونها
إلى المشرع الحديثي يحتوى على قناطير
مقنطرة من الضعافات والشواذ والواهيات
التي ذكرها كثير من الرواسيد ما على هؤلاء
المذکورين بالضعف والجرح
كالشهابي والواحدي والكلبي والسلي
ومقاتل وغيرهم ممن قصصنا
عليك أولهم نقصهم فما ظنك
بالذين لا اعتناء لهم بعلم الحديث
ولا اقتدار على نقد الطيب من
الخبث كالقاضي البضاوي وغيره ممن
يخذل وحذره فلا تسئل عما عندهم
من باطل لا زمام لها ولا خطاء دح
ذلك هذا أيا ليتهم اقتصروا على ذلك
لكن بعضهم تعدوا ما هنالك وسكوا
صالك تجبر إلى صها لك فادلبوا
فب تفسير القرأت ما تقف
له الشعر وتنكروا القلوب وتمجه
الأذات اذ قروا واقصروا
الانبياء الكرام والملئكة العظام
عليهم الصلوة والسلام

میں کون گناوریہ معالم التنزيل ہے جو
امام بغوی کی تصنیف ہے، باوصف یہ کہ بہت سی
راکج تفسیروں کے مقابل غلیظوں سے محفوظ ہے
اور طرہ حدیث سے قریب ہے بہت ضعیف و
شاذ اور وہی مکرر روایتوں پر مشتمل ہے اور ایسا
بہت ہوتا ہے کہ اس کی روایت کی سندیں
ان پر دورہ کرتی ہیں جن کا نام ضعف و جرح کے
ساتھ لیا جاتا ہے جیسے تعبلی، واحدی، کلبي،
سدی اور مقاتل وغیرہم جن کا ہم نے تم سے
بیان کیا اور جن کا بیان نہ کیا تو تمہارا گمان انکے
ساتھ کیا ہے جنہیں علم حدیث کا اہتمام نہیں اور
ستھر سے کوئیٹ سے الگ کرنے کی قدرت نہیں
جیسے قاضی بیضاوی اور ان کے علاوہ جو بیضاوی
کے طریقہ پر چلتے ہیں، تو ان کے پاس ان باطل
اقوال کا حال نہ پوچھ جن کے لئے زلحام ہے نہ
بندش کی رسی، اس خیال کو اپنے سے دور
رہنے دو، کاش یہ لوگ اسی پر بس کرتے، مگر
ان میں سے کچھ لوگ اس سے آگے بڑھے اور ایسے
رستے چلے جو ہلاکتوں کی طرف کیج کر لے جاتیں تو
انہوں نے قرآن کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل
کر دیں جن سے دلوں کے کھرے ہو جاتے ہیں اور
دل انہیں ناپسند کرتے اور کان انہیں بھینکے ہیں جس

انبیاء کرام و علما کرام کے قصوں میں ایسی باتوں کو مقرر رکھا جن سے اس کی عصمت نہیں رہتی اور جانوں کے دل میں ان کی عظمت کم ہو جاتی ہے یا زائل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات آدمؑ حوا و داؤد و یوسف اور سلیمان اور ان کی کرسی پر پرے ہوئے جسم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاوت کے دوران شیطان کے القار او غرائق علی کے واقعات اور باروت و بارقہ اور بابل کا ماجرا کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہے تو اللہ ہی کی پناہ اور اسی سے انکی شکایت ہے تو ان کو ان باتوں سے وہ مرض لگا جو مصنفین واقعات سیرت و مناجاتی کو صحابہ کے اختلافات کو نقل کرنے سے لگا اس لئے کہ بہت باتیں دین کے مخالف اور ایمان کو کمزور کرنے والی ان لوگوں سے ظاہر ہوئیں اور فساد پر فساد اور خطاؤں پر خطائیں یوں بڑھ گئیں کہ ان لوگوں کے کلام کی اطلاع کچھ ان لوگوں کو ہو گئی جن کے پاس ذکیر بچا کچھ علم تھا نہ عقل کی پہنچی، تو وہ خود گمراہ ہوئے اور اوروں کو گمراہ کیا یا تو ان کے کلمات سے دھوکا کھا کر اس کے وبال شدید و سخت حذاب سے بے خبری میں یا ظلم و سرکشی کی وجہ سے اس لئے کہ ان باتوں سے انھیں اس کے اظہار کی جرأت ہوئی جو انبیاء کی تنقیص اور ادنیاء کی تفسیق ان کے دل میں نہی تو اس پر بڑے گزبے اور چھوٹے پردان چڑھے اور یہ

بما ینقص عصمتهم و ینقص او یمزیل
عن قلوب الجہال عظمتهم کما
یظہر علی ذلک من راجع قصۃ آدم
وحوا و داؤد و اوریہ و سلیمان
و یحسد الملق و الالقاء و الامنیۃ
و الفرانقۃ العلی و ہاروت و
ماروت و ما بابل جبرئیل
فی اللہ التعوذ و الیہ التسلک
فانصابہم فی ذلک ما
اصاب اہل السیر و الملاحم
فی نقل مشاجرات الصحابة اذ جاء
کثیر منها من اقصا الدین
و موہنا للیقین و اذ اردنا
علی و عن و ہنات علی
ہنات ان اطم علی
کلامہم بعض من لیس
حندہ اشارۃ من علم
و لامتنانہ من حلم فضل و
افضل اما اعترازا بکلماتہم
جہلا منہ بما فیہ من
الوبال البعید و النکال الشدید
و اما ظننا و علوا لاجتراءہ بذلک
علی ابانۃ ما فی قلبہ المرض
من تنقیص الانبیاء و تفسیق الاولیاء
فمضی علیہ التکبر و نشاء علیہ الصغیر

فاختل دين كثير من الناصيين وحماسوا
 شرأ من العوام العاميين اذ لم يقدروا على
 مطالعتهم فنجوا عن فتنتها وقد مبذل
 علماء ناصية الشقلين قشدا ووالتكبير
 على هؤلاء الفريقين اعني التفاسير الواهية
 والبر الداهية فاعلوا النكاسر هلاوتوا اعوارها
 كالقاصص في الشفاء والقاري
 في الشرح والمختصاجي في
 النسيم والقسطاني في المواهب
 والزرقات في الشرح والشيعة
 في المدارج وغيرهم في غيرها
 رحمة الله عليهم اجمعين والحمد
 لله رب العالمين ولقد انزل
 القول ابوحيام اذ قال كما
 نقل الامام السيوطي ان المفسرين
 ذكروا اصلا لا يصح من اسباب
 نزول واحاديث في الفضائل و
 حكايات لا تناسب وتواريخ اسرائيلية
 ولا ينبغي ذكر هذا في علم
 التفسير انتهى ، واعلم ان هناك
 اقوالا يعترضهم نزعة فلسفية لما افنوا
 عنهم فيها وظنوها شيئا شهيا
 فيولعون بابداء احتمالات

عامی لوگوں سے بدتر ہو گئے
 کہ عامیوں کو ان کتابوں کے مطالعہ کی
 قدرت نہ تھی تو وہ ان کے فتنے سے بچے رہے اور
 بے شک ہمارے علمائے دونوں فریقوں کو بھرپور
 نصیحت کی چنانچہ انہوں نے دونوں فتنی کی
 سخت مذمت کی یعنی وہابی تفاسیر اور سیرت
 کی ناپسندیدہ کتابوں کی تو انہوں نے ان کتابوں کا
 ناپسندیدہ ہونا ظاہر کیا اور ای کا عیب کھلا جیسے
 علامہ قاضی عیاض نے شفا میں اور علامہ خفاجی
 نے نسیم الریاض میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب
 میں اور علامہ زرقانی نے اسکی شرح میں اور علامہ قاری
 نے شرح شفا میں اور شیخ (محمد عبدالحی محمد رش
 وطمی) نے مدارج میں اور وہ سب نے دوسری
 تصانیف میں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین والحمد للہ رب
 العالمین ، اور یقیناً ابوحیان نے بات کو سہل و نرم
 کیا کہ انہوں نے کہا جیسا کہ امام سیوطی نے نقل
 کیا کہ مفسرین نے ایسے اسباب نزول اور فضائل
 میں وہ حدیثیں ثابت نہیں اور نامناسب حکایات
 اور تاریخ اسرائیلی کو ذکر کیا ہے حالانکہ اس کا ذکر
 تفسیر میں مناسب نہیں اور تم جان لو کہ اس جگہ
 کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں فلسفی دھوسے آتے ہیں
 اس لئے کہ انہوں نے اپنی عمر اس میں فنا کی
 اور اسے مرغوب ٹھے گمان کیا تو ان کو دور از کار

احتمالوں کو ظاہر کرنے کی لت ہے اگرچہ ان میں
شیرینی ہونے پر رونق ہو، یہاں تک کہ کسی نے
قول باری تعالیٰ "والشّق القسّر" (اور چھانڈ
شق ہو گیا) کی تفسیر میں وہ بات ذکر کی جس سے
جہاں نصرانی اور دوسرے وہ لوگ جو ایمان میں
ثابت نہیں اس نے زبان سے کلمہ اسلام
پڑھتے ہیں مگر ان کے دل میں نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے عداوت اور ان کے مجربات کے
انکار کے بڑے پہاڑ ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون
(ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا
ہے) یہی سبب تھا کہ سیوطی اس درجہ عاجز
ہوئے کہ تمام تفسیروں سے بیزار ہو کر ان کی اور
صرف تفسیر ابن جریر کی طرف رجحان پزیر کیا گیا
کہ اس کی حکایت گزری جس طرح ذہبی میرت اور
تاریخ کی اکثر کتابوں کی بے شری سے پریشان ہو
کر انہوں نے اول سے آخر تک سب کو چھوڑا
اور دلائل بیہقی پر مطمئن ہوئے اور فرمایا وہ سرسبز
نور ہے، اور یہ شدید فتنہ اور ہر گیر بلا بہت
متاخر متکلمین کی طرف سرایت کر گئی (جن کی
زیادہ توجہ خبیث فلسفہ پر تھی) اور انہوں نے
فہم حدیث میں بصیرت حاصل نہ کی یہاں تک
کہ یہ لوگ کچھ مسائل میں چہ جائیکہ دلائل میں باتیں
ذکر کرتے ہیں جو باتیں سنت سے نہیں۔ رہ گیا

بعیدۃ ولولم یکن فیہا حلاوة
ولاعلیہا طلاوة حتّی ذکر بعضہم فی
قولہ تعالیٰ "والشّق القسّر"
ما تعلقت بہ جہلۃ النصارى
واخرون ممن یتدلج جوت فی
الایمان فیلہجون بکلمۃ الاسلام
وفی قلوبہم من یغضب النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم وانکار معجزاتہ
جبال عظام فان اللہ وانا الیہ راجعون
هذا الذی اعیى السیوطی حتّی تبرأ
عنہا کلہا واقصر علی الامر شاد
الم تفسیر ابن جریر کما
صرقلہ کما تضجرو الذہبی عن
خلاصة اکثر السیر والتوامین
فعافہا عن آخرہا واطمأنت
الم دلائل البیہقی قائلانہ
النور حاکلہ وقد دبت ہذہ
الفتنة الصماء والبلیۃ العمیاء
الم کثیر من متاخری المتکلمین
الذین اشتد عنایتہم بالتفلسف
لخبیث ولم یحصوا بصیحة فی صناعة الحدیث
حتّی انہم یدعون فی بعض المسائل فضلا عن
الدلائل ما لیس من السنة فی شئ واما

ما بینہم من قیل وقال وکثرة السوال و
التشبه والجدال صر
فکن حذراً ولا تشل عن الخیر ان علی اللہ
الشکوی۔

قلقد بلغ الامرائ ان الناظر فی تلك
الکتب لا یکاد یعرف انت هذا صما
چاہ یہ ارسطو و افلاطون او ماجاء
یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم وقد ثقل صنیعہم
هذا علی العلماء المحتمین
للدین ان الامام العامل بعلمہ سیدی
الشیخ المحقق لما رأی ذلك منهم
فی مسئلة المعراج لم یقالک نفسہ ان
اغظ القول فیہم الی ساجد ان ساجد ضالین
مضلین ولم یکن بدعا فی ذلك بل سبقة فی قاعة
الطامة الکبریٰ علیہم اثمہ اشار
الیہم بالبینان و تقوم بہم اسکان
الایمان کما فصلہ الملا علی القادی
فی شرح الفقه الاکبر انت شئت
فطالعہ فانک اذا رأیت ثم رأیت
بحب کبیراً ومن هذا القبیل
ما ذکرہ بعضہم فی مشاجرات
الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اذ نسب القول بتفسیق کثیر منهم
حتی بعض العشرة المبشرة ایضاً

بحر الخیر

جو کچھ ان کے درمیان قیل و قال اور کثرت سوال
مشہبات و جدال ہیں۔

ان سے بہت ڈرتے رہو اور ان کی حالت پر چھ
آہ افسردہ سے فریاد ہے۔

اس نے کفایت یہاں پہنچی کہ ان کتابوں کو دیکھنے والا
یہ جانتا ہوا نہیں لگتا ہے کہ یہ بات ارسطو اور
افلاطون کے یا یروہ ہے جسے محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور ان کا
یہ معاملہ دین کے لئے حجت والے علماء پر
شاق گزرا یہاں تک کہ امام عالم باعمل
سیدی شیخ محقق (عبدالحق صہب دہلوی) نے
مسئلہ معراج میں جب ان کی یہ روش دیکھی تو
انہیں اپنے اوپر قابو نہ رہا انہوں نے ان لوگوں کے
بابت سخت کلام فرمایا یہاں تک کہ انہیں گمراہ و
گمراہ گرد کا نام دیا اور اس میں وہ نیت سے
نہیں بلکہ ان سے پہلے ان پر قیامت کبریٰ ان
پیشواؤں نے قائم کی جن کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں
اور جن سے ایمانی کے ستون قائم ہیں جیسا کہ
ملا علی قادی نے شرح فقہ اکبر میں اس کو مفصل
بیان فرمایا ہے تم چاہو تو اس کا مطالعہ کرو اس
لئے کہ جب تم اس مقام کو دیکھو گے تو بڑی عجیب
بات دیکھو گے اور اسی قبیل سے وہ ہے جو
بعض لوگوں نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
اختلافات میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بہت
صحابہ کے یہاں تک کہ دس صحابہ مردہ یا فتگان

جنت میں سے کچھ کے فسق کا قول بہت سنی علماء
کی طرف سے کیا ملائکہ انہوں نے قطعاً خدا کی قسم
پر بات نہ کہیں نہ کسی کے لئے رواد کی توحی یہ ہے
کہ دین کا نظام تو حدیث سے ہے اور حدیث
سے فقہ کے سوا سب کو گراہی کا اندیشہ ہے
اور فقہ اثبات و شبہات اور نادان عقل کو
حاکم بنا کر حاصل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں
اور سب مسلمانوں کو جہل کی شر اور علم کی شر
سے بچائے اس لئے کہ علم کی شر بہت سخت
اور بہت تلخ ہے اور پرانی سے پھرنا اور نیکی کی
قدرت اللہ ہی سے ہے جو غلبے والا حکمت
والا ہے اور ہم نے اس مقام میں کلام طویل
سنّت کی حفاظت کے لئے اور اس بات کی
کراہیت کے سبب کیا کہ فتنے مسلمانوں میں
رواج پائیں یا دین کی طرف چلے آئیں تو ایمان
بگڑ جائے، سُننا ہے تو اس کو مضبوطی سے
پکڑ لو کہ نصیحت پکڑ لو الا گمراہ نہیں ہوتا اور
خبردار اس کی مخالفت نہ کرنا اگرچہ فتویٰ دینے
والے فتویٰ دیں۔

ضروری تنبیہ : میں تمہیں اللہ
کی پناہ میں دیتا ہوں اس بات سے کہ تمہیں
وہم اس بات سے ڈگمگا دے جو ہم نے
تم پر القاء کیا، تو تم ہم پر اس سے حبدا
بات کا بہتان بانڈھو یا فہم کی کمی یہ دوسرے
ڈالے کہ ہم تفسیر کی پرواہ نہیں کرتے اور

الى كثير من اهل السنة والجماعة
وهم والله ما قالوا ولا اذنوا
فالحق ان الدين لا يقسم الا
بالحديث والحديث مضلة الا
للفقيه والفقه لا يحصل بالتبع
الشبه وتحكيم العقل المسفيه نجاتا
الله والمسلمين عن شر الجهل و
شر العلم فانت شر العلم
ادهي وامر ولا هول ولا قوة الا
بالله العزيز الحكيم وانما اطبنا
الكلام في هذا المقام خوفا
على المسلمين وكراهة للفتن
ان تروج على الثمنين او تروج الى الدين
فيفسد اليقين الا فعض عليه بالتواجد
فالنصيحة غير مفتومة و
اياك انت تخالفه وانت
افتاك المفتون .

ایقظہم اعیذک باللہ
ان یستفزلک الوهم عن الذی
القینا علیک فتفترب
علینا غیرہ او یوسوسلک
قلۃ الفہم انا لانکثر مث
للتفسیر ولا ملقب لہ

اسی کا جس کوئی خیال نہیں اور ہم اس کی اچھی بات بھی نہیں مانتے، مقصد صرف اتنا ہے کہ اکثر کتب متداولہ ذیل سے محفوظ نہیں اور وہ ہر صحیح و مستقیم قول کو اکٹھا کرتی ہیں تو ان کتابوں میں کسی قول کی مجرد حکایت اس کو مان لینا واجب نہیں کرتی اور پرکھنے والوں کو کھوٹے کی پرکھ سے نہیں روکتی تو یہ ان کتابوں کا حال ہمارے نزدیک حدیث کی اکثر کتابوں سے زیادہ بُرا نہیں اس لئے کہ ہم ان کے ساتھ کبھی کسی قول کو چھوڑنے اور کبھی کسی کو حجت بنانے کا معاملہ کرتے ہیں یوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ ہر گھٹا پر اترتی ہیں تو کبھی میٹھا پانی اٹھا لیتے ہیں اور کبھی سخت کھاری پانی جس سے مزہل جلتے لگتی ہیں، بالجلدہ ابراہیم حدیث کی تکلف (پاکیزگی) سند و متن کے لحاظ سے ہے تو جہاں کہیں ہم میٹھا پھل پاتے ہیں اسے چن لیں گے اگرچہ وہ کسی خراب جگہ کا ہو اور جہاں کہیں کڑوا پھل دیکھیں تو اس کو چھوڑ دیں گے اگرچہ شہد کی نر میں لگا ہو۔

اور یقیناً قصص معلوم ہے کہ اس کے علاج مرض کا بیشتر حصہ تفاسیر میں جہالت سند کے دروازہ سے گھسا اور ایسے مقامات میں جب سند معروف نہ ہو مال کاریات کو پرکھنا ہے تو جو بات نصوح سے کراتی اور منصوص کو رد کرتی ہو یا اس میں رسل و انبیاء کی تنقیص ہو یا اور کوئی بات جو قابل قبول نہ ہو ہم جان لیں گے کہ یہ قول و حدیث دینے کے قابل ہے اور اگر

بالاولا قلولہ خیرہ وانما المعنی ان غالب الزیر المتداولۃ لا تسلم من الدخیل وتجمع من الاقوال کل صحیح و علیل فموجود حکایتہا لا یوجب التصلیح ولا یصدق الناقد عن نقد المستقیم فما ھب عندنا اسوء حالا من اکثر کتب الاحادیث اذ نعا علیہا صرة بالترك وصرة بالاحتجاج لما نعلم انھا شر کل مسود فتحمل تاساۃ عذبا فسرانا و ناقب صرة بسلح احباج ، و بالجملۃ فالامر بیدور علی نظافۃ الحدیث سنداً و متناً فاینما وجدنا المرطب اجتینا فان کان فی منابت المختل وحیثما رأینا المختل اجتینا و انت ثبت قلب مسیل العسل۔

ولقد علمت انہ اکثر هذا السداد الفضال انہا دخل التفاسیر صحت باب الا فضال وفي امثال تلك المحال اذا لم یعرف السند یؤثر الامر فی نقد المقال فما کان منہا ینا فضل النصوح ویورد المنصوح اوفیہ اذ ساء بالرسول والانبیاء او غیر ذلك مما لا یحتمل علیہا انہ قول موصول

وان كان بريثا من الآفات ثقيبا من
الغاهات قبلنا على تفاوت عظيم
بين قبول وقبول وليس هذا من
باب ما نهينا عنه من الاجترار على
التفسير بالآراء ومعاذ الله ان
نجتري علىه فان علم التفسير
اشد عسيرا ويحتاج فيه الخ ما
ليس يحصل ولا يميز كما قد
فعل بعضه العلامة السيوطي
رحمة الله تعالى عليه وكذلك اذا اتانا
منها ما فيه العبدول من ظاهرها
المبدول فصبغ ذلك عن لايعننا
خلافة او كانت هناك خلة لا تتبدل
الا به تعين القبول والا فلا لالة
كلام الله تبارك وتعالى احق بالتعويل من قال
وقيل هذا الذي قصد فلا تنقص ولا تزد.
قال الامام السيوطي قال بعضهم
في جوان تفسير القرأت بمقتضى
النفقة وابتان هو احمد و قبيل
الكراهة تحصل على صورت
الاية عن ظاهرها الخ معان خارجة
محتملة يبدل عليها القليل
من كلام العرب ولا يوجد غالبا الا في
الشعر ونحوه و يكون المقياس
خلافا آخر

اور اگر خرابوں سے بری، غلطوں سے پاک ہویم
اسے قبول کر لیں گے باوجودیکہ اسے قبول کرنے میں دوسرے قول کو قبول کرنے
میں عظیم تفاوت ہے اور یہ تفسیر بالرائے کے
باب سے نہیں ہے جس سے ہمیں روکا گیا اور
اللہ کی پناہ اس سے کہ ہم اس پر جرأت
کریں اس لئے کہ علم تفسیر سخت دشوار ہے اور اس
میں اس کی حاجت ہے جو ہمیں حاصل نہیں اور اس
کا حاصل ہونا آسان ہے جبکہ ان علوم ضروریہ میں
سے بعض کی تفصیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
نے فرمائی ہے اور یہ بھی جب ہمیں اس میں کوئی قول ایسا
پہنچے جس میں ظاہر معنی سے مدول ہو اور وہ اس سے
ثابت ہو جس کا خلاف ہمیں نہیں پہنچا یا کوئی حاجت
ہو جو ظاہر سے مدول کے بغیر پوری نہ ہو تو اسے
قبول کرنا متعین ہے ورنہ کلام الہی کی ولایت
قبل و قال سے اعتقاد کی زیادہ مقدار ہے یہی ہمارا
مقصود ہے تو اس سے نہ کم کرو نہ زیادہ۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا بعض علماء
نے فرمایا کہ مقتضائے لغت کے مطابق قرآن کی
تفسیر کے جوازیں امام احمد سے دو روایتیں ہیں
اور کچھ کا قول یہ ہے کہ کراہت اس پر محمول ہے کہ
آیت کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر کر ایسے معانی
خارجہ محمولہ پر محمول کرے جن پر قلیل کلام عرب دلالت
کرتا ہو اور وہ غالباً اور اس کے مثل کلام کے سوا
عام بول چال میں نہ پائے جائیں اور ذہن کا
تبادر اس کے خلاف ہوا۔

سہ الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۴/۴۴۴

او التردد المانع عن التمسك بأحد هـا
 لا سيما الاظهر الانور منها وانما هو
 تفنن في المرام او بيان لبعض ما ينظمه
 الكلام وذلك ان القرآن ذو
 وجوه وفنوت و لكل حرف
 منه غصوت وشجوت و
 له عجائب لا تنقص و معاني
 قمد ولا تنتهى فحجاز الاحتجاج
 به على كل وجه و
 هذا من اعظم نعم الله سبحانه
 وتعالى علينا ومن ابلغ
 وجوه اعجاز القرآن و لو
 كان الامر على خلاف ذلك لعادت
 النعمة بلية والاعجاز عجزا والعياذ
 بالله تعالى وقد وصف الله سبحانه وتعالى
 القرآن بالمبين فليس تنوع معانيه
 كتنذيب المحتملات في كلام مبهم
 مختلط لا يستبين المراد منه ولقد
 قال الله تبارك وتعالى قل لو كان البحر مدادا
 لكلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفذ كلمات
 ربي ولو جئنا مثله مذكرا و قال
 رسول الله صلى الله تعالى عليه
 وسلم على ما اخرج ابو نعيم وغيره

باب سے نہیں جس میں سے کسی کو اخذ کرنا دوسری
 تمسک کا مانع ہو خصوصاً ان میں جو ظاہر تر اور
 روشنی تر ہو بلکہ یہ وجہ بیان مقصد میں تفسیر عبارت
 ہے یا کلام جن وجہ کو شامل ہے اس میں سے کچھ
 کو بیاں کر دینا ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن
 مختلف وجہ رکھتا ہے اور اس کے ہر لفظ کے
 متعدد معانی ہیں اور اس کے عجائب ختم نہیں
 ہوتے اور معانی بڑھتے ہیں اور کسی حد پر نہیں جکتے،
 لہذا اس کی تمام وجہ کو محبت بتانا جائز ہے اور
 یہ ہمارے لئے اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک
 ہے اور قرآن کے اعجاز کے اسباب بلیغ سے
 ایک سبب ہے، اور اگر معاملہ اس کے برخلاف
 ہو مگر تفہیم مصیبت ہو جاتی اور اعجاز عجز
 ہو جاتا والعیاذ باللہ تعالیٰ، اور اللہ تعالیٰ
 نے قرآن کا وصف مبین فرمایا ہے قرآن کے معانی
 کا قسم قسم ہونا کلام مبہم میں جس کی مراد ظاہر ہو
 محتملات کے تردد کی طرح نہیں اور یقیناً اللہ تبارک
 تعالیٰ فرماتا ہے، اسے محبوب! تم فرماؤ اگر سمندر
 میرے رب کی باتوں کے لئے روشنائی ہو جائے
 تو سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم
 نہ ہوں گی اگر چہ ہم اس جیسا اور اس کی مدد
 کو لے آئیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے فرمایا جیسا کہ ابونعیم وغیرہ نے حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا
قرآن نرم و آسان ہے مختلف وجوہ والا ہے
تو اسے اس کی سب سے اچھی وجہ پر محمول کر دو۔
اور سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
نے فرمایا جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کی
قرآن مختلف معانی و مطالب اور ظاہری و باطنی
پہلو رکھتا ہے، اس کے عجائب بے انتہا ہیں اس کی
بلندی تک رسائی نہیں (المحدث)۔

سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ابن سبع
نے شفاء الصدور میں فرمایا کہ ابوالدرداء رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ
اُدھی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب
تک کے کہ قرآن کے مختلف وجوہ نہ جان لے
اور بعض علماء کا قول ہے کہ ہر آیت کے ساتھ ہزار
مفہوم ہیں اور امام بوصیری کی خوبی اللہ ہی کے لئے
ہے کہ وہ فرماتے ہیں قرآنی آیات کے وہ معانی
کثیر ہیں جیسے سمندر کی موج افزائش میں۔ اور وہ
حسن و قیمت میں سمندر کے گہر سے گہر کریں تو ان کو تنوں
کے عجائب کی نہ گنتی ہو سکتی شہاد میں آئیں، اور اس
کثرت کے باوجود ان سے اکتانے کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما القرآن
ذلول ذو وجوہ فاحملوه علی احسن
وجوہہ۔ وقال سیدنا ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کما اخرج
ابن ابی حاتم عنہ امت القرآن
ذو شجون وفنون وظہور و بطون
لا تنقص عجائبہ ولا تبلغ غایتہ
المحدث۔

قال السیوطی قال ابن سبع
فی شفاء الصدور ومن عن ابی الدرداء
رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال لا یفقه
الرجل کل الفقه حتی یجعل للقرآن
وجوہا، وقد قال بعض العلماء لعکل
آیۃ ستوت الف فہم انتم
ملخصا۔ واللہ در الامام البوصیری حیث
یقول

لہا معان کسوج البحر فی مدد
وفوق جوہر فی الحسن والقیم
فلا تعد ولا تحصى عجائبہا
ولا قسار علی الاکثار بالسام

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ ابی نعیم وغیرہ عن ابن عباس النور الثامن المبعوث دار الکتب العربیہ بیروت ۲/۳۹۴
۲۔ النور الثامن والسبعون دار الکتب العربیہ بیروت ۲/۳۹۰
۳۔ النور الثامن والسبعون دار الکتب العربیہ بیروت ۲/۳۹۰
۴۔ الکوکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات ہند ص ۳۰

اب بھرا اللہ ثابت ہوا کہ اس قرآن کا کوئی
معنی دوسرے کے قناتی نہیں ہو کر دوسری جگہ
چھوڑ دیا و اجب نہیں کرتی اسی وجہ سے
تم دیکھو گے کہ علماء ایک تاویل پر بنائے دلیل
رکھتے ہیں اور اس بات سے باز نہیں رکھتا انھیں
ان کا یہ علم کہ اس جگہ دوسری وجہ بھی جن کو ان کے
مقصد سے تعلق نہیں اور کاسے کو
باز رکھنے کا لگا کر انھیں خبر ہے کہ قرآن اپنی تمام
وجہ پر حقیقت ہے اور یہ اختلاف وجہ تو محض
تلفظ کلام و تلوین عبارت ہے۔ یہی خبر دی
قول سراج نے معنی بحال سے انھوں نے سند
سندی سے انھوں نے شیخ صالح سے انھوں
نے محمد بن السنہ اور سلیمان درعی سے انھوں
نے شریف محمد بن عبد اللہ سے انھوں نے سراج
بن الالحجائی سے انھوں نے بدر کرمی و شمس عظمی
سے، ان سب نے جلال الملہ والدین سیوطی
سے روایت کی کہ انھوں نے اتفاق میں ابن تیمیہ
سے نقل فرمایا کہ تفسیر میں سلف کے درمیان
اختلاف کم ہے اور اکثر اختلاف جو سلف سے
ثابت ہے اختلاف طرز تعبیر کی طرف لوٹتا ہے
متضاد باتوں کا اختلاف نہیں اور یہ (تعبیروں
کا اختلاف) دو صنف ہے:
ان میں سے ایک صنف یہ کہ ان
لوگوں میں سے کوئی اپنی مراد کی تعبیر ایک عبارت
سے کرے جو اس کے ساتھ کی عبارت سے
جدا گاد ہو اور معنی ایک ہو جیسے علماء نے

ثبتت بحمد الله ان بعض معانيه
لا ينافي بعضها ولا يوجب وجه لوجه
من قضاة من جراء هذا تسري
العلماء لحرز الو محتجين علم
احد التاويلات ولم يمنعهم عن
ذلك علمهم بان هناك وجوها
اخر لا تعلق لها بالمقام وعلام
كأن يصد هم وقد علموا أن
القرآن حجة بوجهه جميعا
وليس هذا الا تفتنا وتنويعا هذا
هو الاصل العظيم الذي يجب
المحافظة عليه اننا نأول السراج عن
المعنى الجمال عن السند السندی عن الشيف
صالح عن محمد بن السنه وسليمان الدارقي
عن الشريف محمد بن عبد الله عن السراج
بن الالحجائي عن البدر الكرمي والشمس
العظمي كلهم عن الامام جلال الملته و
الدين السيوطي قال في الاتفاق ناقلا عن
ابن تيمية الخلاف بين السلف في التفسير
قليل وغالب ما يصح عنهم من الخلاف
يرجع الى اختلاف تنوع لا اختلاف تضاد و
ذلك صفات ۱

أحد هما ان يعبر و
احدهم عن المراد بعبارة غير عبارة
صاحبه تدال على معنى في المعنى
غير المعنى الاخر مع اتحاد المعنى

کتفیرہم الصراط المستقیم“ بعض
یاقرأت أتع اتباعه ولبعض بالاسلام
فالقولان متفقان لأن دين الاسلام
هو اتباع القراءات ولكن كل
منها ثبه على وصف غير الوصف الآخر
كما انت لفظ الصراط يشعر بوصف
ثالث وكذا لك قول من قال هو
السنة والجماعة وقول من قال
هو طريقت العبودية وقول من
قال هو طاعة الله ورسوله و
أمثال ذلك فهؤلاء كلهم اشاروا
إلى ذات واحدة ولكن وصفها
كل منهن بصفة من
صفاتها

الثاني ان يذكر كل منهن
من الاسماء العام بعض انواعه
على سبيل التمثيل وتنبیه
المستمع على النوع لا على سبيل
المحد المطابق للمحدود في عبوسه و
خصوصه مثاله ما نقل في قوله تعالى
”ثم اورثنا الكتاب الذين اصطفينا الآية
فمعلوم أن الظاهر لنفسه يتناول
المضيق للواجبات والمنتهى للحرمان
والمقتصد يتناول فاعمل

الصراط المستقیم کی تفسیر کسی نے قرآن کہا
یعنی قرآن کی پیروی اور کسی نے اسلام توہ دونوں
قول ایک دوسرے کے موافق ہیں اس لئے کہ
دین اسلام تو قرآن کی پیروی ہے۔ لیکن ان دونوں
نے ایک دوسرے کے وصف سے جدا ایک
وصف پر متنبہ کیا جیسے کہ لفظ صراط تیسرے
وصف کی خبر دیتا ہے اسی طرح اس کی بات
جس نے یہ کہا تھا کہ صراط مستقیم مسک المہنت و
جماعت ہے اور اس کی بات جس نے کہا کہ وہ
طریقہ بندگی ہے اور اس کا قول جو بولا کہ وہ اللہ
و رسول (جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
کی اطاعت ہے اور جیسے اس طرح کے دوسرے
اقوال اس لئے کہ ان سب نے ایک ذات کی
طرف رہنمائی کی لیکن ہر ایک نے اس کی ایک
صفت اس کی صفات سے بیان کر دی۔

دوسری صفت یہ ہے کہ ہر عالم لفظ عام
کی کوئی قسم مثال کے اوپر ذکر کرے اور مخاطب
کو اس نوع پر متنبہ کرے اور اس نوع کو ذکر
کرنا ذات اس کے علوم و خصوص میں ذات کی
حد تمام و تعریف تمام کے طور پر نہ ہو اس کی
مثال وہ جو اللہ تعالیٰ کے قول ثم اورثنا
الکتاب الذین اصطفینا الآية کی تفسیر میں
منقول ہوا اس لئے کہ معلوم ہے کہ اپنے نفس
پر ظلم کرنے والا اس کو شامل ہے جو واجبات
کو خارج کرے اور حرمتوں کو توڑے اور مقتصد

واجبات کی تعمیل اور محرمات کو ترک کرنے والے کو شامل ہے اور سابق میں وہ داخل ہے جو سبقت کرے تو واجبات کے ساتھ عسائے سے اللہ کی قربت حاصل کرے تو مقصد لوگ دہنے ہاتھ والے میں اور سابق میں وہی اللہ کے مقرب ہیں پھر ان میں سے ہر عالم اس مثال کو افرار عبادات میں سے کسی قسم میں ذکر کرتا ہے جیسے کسی نے کہا سابق وہ ہے جو اول وقت میں نماز پڑھے اور مقصد وہ ہے جو درمیان وقت میں پڑھے اور ظالم وہ ہے جو عصر کو سورج زرد ہونے تک ٹکڑ کر دے۔ اور کوئی کہے، سابق وہ ہے جو صدقہ نقل زکوٰۃ کے ساتھ دے کر نیکی کرے، اور مقصد وہ ہے جو صرف زکوٰۃ فرض دے، اور ظالم وہ ہے جو زکوٰۃ نہ دے اور

اور سیول نے ذکر کئی سے نقل کیا بسا اوقات علامہ سے مختلف جہاتیں منقول ہوتی ہیں جو فہم نہیں رکھتے یا گمان کرتا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی ہے تو وہ اس کو کئی قول بنا کر حکایت کرتا ہے حالانکہ بات یوں نہیں بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ہر عالم آیت کا ایک معنی ذکر کرتا ہے اس لئے کہ وہ اس کے نزدیک ظاہر تر یا حال سائل کے زیادہ شایاں ہوتا ہے اور کبھی کوئی عالم شے کا لازم یا اس کی نفی بتاتا ہے اور دوسرا اس کا مقصد

الواجبات وتارك المحرمات، و السابق یندخل فیہ من سبق فقرب بالחסنات مع الواجبات فالمقصد و اصحاب الیمین و السابقون السابقون اولئك المقربون، ثم ان كلا منهم ینذکر هذا فب نوع من انواع الطاعات كقول القائل السابق الذي یصلی قبل اول الوقت، و المقصد الذي یصلی قبل اثنا عشر و الظالم نفسه الذي یؤخر العصر الى الاصفار او یقول السابق المحسني بالصدقة مع الزکوة، و المقصد الذي یؤدی الزکوة المقروضة فقط و الظالم مالم الزکوة اظهر.

و عن الزکوة ربما یحکی عنهم عبارات مختلفة الالفاظ فیظن من لا فہم عنده انہ ذلک اختلاف محقق فیحکیہ اقوالاً، و لیس کذلک بل یکون حکم واحد منهم ذکر معنی من الایة فکوشه اظهر عنده أو الیق بحال السائل وقد یکون بعضهم ینبیر عن الشئ بلانہ و نظیرہ و الاخر بمقصوده

وتمہ بتاتا ہے اور اکثر سب کا بیان ایک ہی معنی کی طرف لوٹتا ہے۔

اور سیولٹی علیہ الرحمۃ نے فقہی و کواشی
وغیرہا سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ تاویل
براہ استنباط آیت کو ایسے معنی کی طرف پھیرنا
ہے جو اس کی اگلی آمد مکمل آیت کے موافق ہو،
اور آیت اس کا احتمال رکھتی ہو، اور وہ معنی کتابی
سنت کے مخالف ہو، ایسی تاویل ان لوگوں کو
منع نہیں جنہیں تفسیر کا علم ہے، جیسے اللہ تعالیٰ
کے قول انفس واخفافا وثقلا (یعنی کوچہ کرد
ہلکے جان سے چاہے بیماری دل سے) میں کسی
نے کہا، بڑھے اور جوان۔ اور کسی نے کہا،
خفّی و فقیر۔ اور کسی کا قول ہے، شادی شدہ
اور مجرد۔ اور کسی کا قول ہے، چشت و سُست۔
اور کسی نے کہا، صحت مند و بیمار (یعنی یہ سب
کو بچا کریں) اور یہ تمام وجوہ بنتی ہیں اور آیت سب
کی شکل ہے اور یہ فصل و سیع و عریض ہے اگرچہ
اس میں متصل کلام کریں تو وہ کلام ہیں ہمارے
اس مقصود سے باہر کر دے گا جس کے ہم درپے
ہیں اور جو ہم نے ذکر کیا اس میں کچھ والوں اور
ان کے لئے جن کی نظر کلمات مفسرین اور علماء
کے قرآن سے تمسکات میں رواں بخلافیت ہے۔

لله الاتقان في علم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الكتب العربي بيروت ٢ / ١٣٨٤
للدار الكتب العربي بيروت ٢ / ١٣٨٤

المقدمة الرابعة هذا

التاويل الذي فتحنا ابواب الكلام على
ايمانه اعني تفسير الاتقي بالتقى
انما هو مروي عن ابي عبيدة كما صرح
به العلامة النيسابوري رحمه الله تعالى
في مدارك التنزيل وحقائق التأويل
وابو عبيدة هذا رجل نحوي لغوي من
الطبقة السابعة اسمه معمر بن المثنى كان
يرى رأي الخوارج وكان سليط السامط
وقاعا في العلماء وتلميذ ابو عبيد القاسم
بن سلام احسن منه حالا وابصر منه بالحدوث
ابن انا مفتي مكة سيدي عبيد الرحمن عن جمال
بن عمر عن الشيخ محمد عابد بن احمد بن علي بن ابي
عن ابن السنته عن النولي الشريف عن محمد
ابن اركاش الحنفي عن حافظ ابن حجر
العسقلاني قال فتح التفسير
معمر بن المثنى ابو عبيدة
التيمي مولاهم البصري
النحوي اللغوي صدوق اخباره
قد روي برأي الخوارج من السابعة
مات سنة ثمان ومانتين
وقيل بعد ذلك وقد قارب
المائة انتهى

چوتھا مقدمہ یہ تاویل جس ضعف

بتانے کے لئے ہم نے کلام کے دروازے کھولے
(یعنی اتقی کی تفسیر تقی سے کرتا) یہ صرف ابو عید
سے منقول ہے چنانچہ اس کی تصریح علامہ نسفی
نے مدارک التنزیل میں کی ہے اور یہ ابو عید
ایک آدمی ہے خود لغت کا عالم جو ساتویں طبقہ
پر ایک فرد ہے، اس کا نام معمر بن المثنیٰ ہے،
خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا اور یہ بزرگان علماء
کا بدگوار تھا اور اس کے شاگرد ابو عید قاسم بن
سلام کا حال اس سے اچھا تھا اور انھیں حدیث
میں اس سے زیادہ بصیرت تھی۔ مجھے مفتی سید
سیدی عبد الرحمن جمال بن عمر نے خبر دی انھوں نے
شیخ محمد عابد بن احمد علی بن اعلانی سے روایت کی
انھوں نے ابن السنتہ سے انھوں نے مولیٰ
شریف سے انھوں نے محمد بن اركاش حنفی سے
انھوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے روایت
کی کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تفسیر میں فرمایا
معمر بن مثنیٰ ابو عیدہ تیمی بزرگم کا آزاد کردہ،
بصری نحوی لغوی سچا ہے تاریخ کا راوی ہے
اور خوارج کے مذہب سے متہم کیا گیا، طبقہ
ہفتم کے علماء سے ہے ۲۵۰ میں انتقال
ہوا، اور بعض کا قول ہے کہ اس کے بعد
وفات ہوئی اور عمر تقریباً سو سال ہوئی اتنی۔

۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) تحت الآیہ ۱۷/۹۲ دارالکتب العربیہ بیروت ۳۶۳/۴
۲۔ تقریب التہذیب ترجمہ ۶۸۳۶ معمر بن المثنیٰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۳/۲

اور ابن خلکان نے کہا جیسا کہ فاضل
عبدالحی نے مقدمہ ہدایہ میں کہا ابو عبیدہ بغیر تار
کتاب الحج کے باب الجنایات میں مذکور ہوا ان
کا نام قاسم بن سلام ہے ادب کے
غیر وہ فقہ میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔
قاضی احمد بن کامل نے فرمایا، ابو عبیدہ اپنے
دن میں فاضل مختلف علوم قرأت و فقہ و
عربیت و تاریخ کے ہر حقے ان کی روایت
حسی ہے اور نقل صحیح ہے انھوں نے ابو زریہ
واسمی و ابو عبیدہ و ابن الاعرابی و کسائی و
قرار و غیر جم سے روایت کی اور لوگوں نے ان
کی تصنیفات سے حدیث و قرأت و امثال
و معنی شعر و احادیث غریبہ و غیر ہائیں تفسیر
سے انھیں ایک کتابوں کو روایت کیا، اور
کہتے ہیں قاسم بن سلام نے سب سے پہلے غریب
الحديث میں تالیف فرمائی۔ اور ہلال نے فرمایا
اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنے اپنے زمانہ
میں چار شخصوں سے منت رکھی، شافعی سے
فقہ حدیث میں اور احمد بن حنبل سے ان کی
آزمائش کے سبب (یعنی وہ آزمائش جس
میں حضرت امام احمد بن حنبل زمانہ مامون
میں مخالفت عقیدہ خلق قرآن کے سبب مبتلا
ہوئے) اور اگر امام احمد نہ ہوتے تو لوگ

وقد قال ابن خلکان کما
نقل الفاضل عبدالحی فی مقدمۃ الهدایۃ
ابو عبیدہ بغیر تار مذکور فی باب الجنایات
من کتاب الحج اسمہ القاسم بن سلام
ذایاع طویل فی فنون الأدب والفقہ،
قال القاضی احمد بن کامل کما
ابو عبیدہ فاضلاً فی دینہ متفہناً فی
اصناف العلوم من القراءات والفقہ
والعربیۃ والأخبار من الروایۃ صحیح
النقل مروی عن ابی زریہ والاصمعی و ابی
عبیدۃ و ابن الاعرابی و الکسائی و الغراء
و غیرہم و روی الناس من کتبہ المصنفۃ
بعضہ و عشرين فی الحدیث والقراءات و
الامثال و معانی الشعر و غریب الحدیث و غیر
ذلک و یقال انہ اول من صنعت فی
غریب الحدیث، و قال المہلک من اللہ
تعالیٰ علیٰ ہذا الامۃ باربعۃ فی زمانہم
بالشافعی فی فقہ الحدیث
و باحمد بن حنبل فی المحنۃ
ولولہ لکفر الناس و بیحیث
بن معین فی ذب
الکذب عن الاحادیث
و باجب عبید القاسم بن

عن فی الاصل بیاض و عبارۃ المقدمة منقولۃ من المترجم ۱۲ النہانی

کافر ہو جاسے۔ ابو یحییٰ بن معین سے یوں سنت رکھی کہ انہوں نے احادیث سے درود کو الگ کر لیا اور ابو عبید بن قاسم بن سلام سے غریب احادیث کو جمع کرنے میں، ان کی وفات تک میں ہوئی، اور ایک قول پر مدینہ میں ۲۲۳ھ یا ۲۲۲ھ میں ہوئی اور بخاری نے سن ۲۲۳ھ وفات ۲۲۳ھ میں فرمایا، اور ہذا کے بعض نسخوں میں یوں ہے موضع مذکور میں ابو عبیدہ بالتاء اور ان کا نام معمر بن مثنیٰ ہے اور ہم نے اس کے حالات اصل میں ذکر کئے اور عینی نے شرح ہذا میں فرمایا ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ بن یحییٰ ہے۔ اور بعض نسخوں میں ابو عبیدہ بالتاء ہے اور ان کا نام قاسم بن سلام بغدادی ہے۔ اور پہلا قول اصح ہے۔ اور یہ بات اس کے مخالف ہے جو تاریخ حاکمان وغیرہ تواریخ معتدہ میں لکھتے ہیں کہ عبیدہ بغیر تاء قاسم کی کنیت ہے اور تاء کے ساتھ معمر کی کنیت ہے۔

رہے علماء متعدد میں جیسے علم سے بھرے ہوئے عرف عامل تاج مسلمانان نقشبانی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا جبرائیل بن مسعود اور عالم اُمت سلطان المفسرین عبد اللہ بن عباس اور عروہ بن زبیر اور ان کے سگے بھائی عبد اللہ اور افضل التابعین سعید بن السیب رضی اللہ عنہم

سلام فی غریب الحدیث و کانت وفاته بکفة وقیل بالمدينة سنة اثنتين او ثلث وعشرين و مائتين وقال البخاری سنة اربع وعشرين ویوجد فی بعض نسخ الهدایة فی الموضع المذكور ابو عبیدہ بالتاء واسمه معمر بن المثنیٰ وقد ذکرنا ترجمته فی الاصل وقال العینی فی شرحه ابو عبیدہ اسمه معمر بن المثنیٰ التیمی، ولی بعض النسخ ابو عبیدہ بالتاء واسمه القاسم بن سلام البغدادی، والأول اصح انتهى، وهذا مخالف لما فی تاج یخبرنا عن خلکان وغیرہ من التواریخ المعتدہ من ان ابا عبیدہ بغیر التاء کنیة القاسم وبالتاء کنیة معمر والشرع واما قدما العلماء کلکین صلی علیہما وسلم تاج المسلمین نعال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبید اللہ بن مسعود و حبر الامة سلطان المفسرین عبد اللہ بن عباس وعروہ بن زبیر وشقیقہ عبد اللہ و افضل التابعین سعید

بن السیّتب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فقد
سروینا لك ما قالوا في الآية۔

المقدمة الخامسة لعلك يا

من يفضل عليا على الشيخين رضی اللہ
تعالیٰ عنہم اجمعین تفرح وتفرح ابن
هؤلاء المفسرين انما عدلوا عن الاتق
الى التقي كيلا ينزّم تفضيل الصديق رضی
اللہ تعالیٰ عنہ علي من عداہ وحاشاهم
عن ذلك الا ترى انهم كما فسروا
الاتقي بالتقي كذلك اولوا الاشقي
بالشقي فاني هذا من قصدك الذم
الذي تريد لاجله تغيير
القراءات العظيمة وانما الباعث لهم على
ذلك ما ذكره ابو عبيدة بنفسه۔

انبأنا سراج العلماء عن المفتي

ابن عمر عن عابد سندی عن
يوسف المزجاني عن ابيه محمد
بن العلاء عن حسن العجيمي عن
خير الحديث الرضائي عن العلامة
احمد بن الحسين الدين بن عبد العال
عن ابيه عن جده عن
العز بن عبد الرحيم بن
الفرات عن ضياء الدين
محمد بن محمد الصنعاني عن
قوام الدين مسعود بن ابراهيم الكرماني عن

قويم آيت كريمة کی تفسیر میں ان کے اقوال تھا کہ
لے روایت کر چکے۔

یا نحوال مقدمہ اسے تفضیلہ شلیہ

تو خوش ہو اور فرم کرے کہ یہ مفسرین اتقی ہے
تقی کی طرف اسی لئے پھرے کہ صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی فضیلت ان کے ماہر اور دوسرے
صحابہ پر لازم نہ آئے اور وہ اس خیال سے
بری ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ انہوں نے جس
طرح اتقی کی تفسیر تقی سے کی یہی اشقی کی
تاویل شقی سے کی تو مفسرین کی اس روش کو
تیرے اس بد ارادے سے کیا علاقہ ہے جس
کے لئے تو قرآن عظیم کو بدلنا چاہتا ہے، ان
کے لئے اس تفسیر پر ابو عبیدہ کا قول ذکر
پیش ہوا۔

ہیں سراج العلماء نے خبر دی مفتی ابن عمر

سے انہوں نے روایت کی عابد سندی سے
انہوں نے یوسف مزجانی سے روایت کی
انہوں نے اپنے باپ محمد بن علاء سے انہوں
نے حسن العجیمی سے روایت کی
انہوں نے خیر الدین رضی اللہ عنہ سے انہوں نے علامہ احمد
بن امین الدین بن عبد العالی سے انہوں نے
اپنے باپ سے پھر اپنے دادا سے انہوں نے
عز عبد الرحیم بن فرات سے انہوں نے ضیاء الدین
محمد بن محمد صنعانی سے انہوں نے قوام الدین
مسعود بن ابراہیم کرمانی سے انہوں نے مولیٰ

حافظ الدین ابوالبرکات محمود نسفی سے روایت کیا کہ (علامہ نسفی نے) مدارک التنزیل میں فرمایا ابو عبیدہ نے کہا اشقی یعنی شقی کے سہ اور وہ کافر ہے اور اقلی تقی کے معنی میں ہے اور اس سے مراد مومن ہے، اس لئے کہ آگ میں جانا سب اشقیاء سے بڑھ کر شقی کی شخصیت نہیں ہے اور نجات پانا سب پرہیزگاروں سے افضل کے لئے مخصوص نہیں ہے اور اگر تم کو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے نار کو نکرہ فرمایا (اور نکرہ جب محل اثبات میں ہو تو اس سے مراد فرد مخصوص ہوتا ہے) تو اللہ تعالیٰ کا مراد ایک مخصوص نار ہے تو تم (یعنی اس سے بہت دور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار) کے ساتھ کیا کرو گے اس لئے کہ ہر متقی اس نار مخصوص سے دور رکھا جائے گا نہ کم خاص کہ سب سے بڑا متقی۔

مقام تلمیض یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے قول فانذار تکم الناس اتلف لا یصلیہا الا الاشقی الذی کذب و تولى (تو میں تمہیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بد بخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) کو اس کے ظاہری معنی پر جاری رکھنا ممکن نہیں اس لئے

المولى حافظ الدين ابى البركات محمود النسفى قال فى مدارك التنزيل قال ابو عبیدة الاشقی یعنی الشقی وهو الکافر والاتیقی یعنی التقی وهو المؤمن لانه لا یختص بالصلی اشقی الاشقیاء ولا بالنجاة اتقی الاتقیاء وامن من عمت الله تعالى نكر الناس فاساء ناراً مخصوصة بالاشقی فما تصنع لقوله وسیجنبها الاتقی الذی لا اتقی یجنب تلك الناس المخصوصة لا الاتقی منهم خاصة انتهى۔

وتلخیص المقام ان قوله سیخنہ و تعالیٰ فانذار تکم الناس اتلف لا یصلیہا الا الاشقی الذی کذب و تولى لا یمکن اجواءہ علم ظاہرہ لانه یقتضی قصر دخول الناس علی اشقی الاشقیاء صحت الکفار فیلزم امن

۱۔ مدارک التنزیل (تفسیر المملوک) تحت الآیہ ۱۴/۹۲ دارالکتاب العربی بیروت ۳۶۳/۴
۲۔ القرآن الحکیم ۱۴/۹۲ تا ۱۴

لا یدخلها احد غیرک کالغبار
والکافرین القاصمین عنه
فی الشقاء والاستکبار و هذا
یا طلل قطعاً فاختر الواحد و
الرازی و القاضی و المحلی
و ابوالسعود و آخرون ما ملحقه
انت لیس المراد بالاشق وجیل
مخصوص یکون أشق الاشقیاء
بل المعنی من کان بالغای الشقاء

کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوزخ میں دبی جاتے
جو کافروں میں سب بد نصیبوں سے بڑا بد نصیب ہو
تو لازم آئے گا کہ وہ فجار و کفار بد نصیب اور گنہگار
اس سے کم رتبے کے بد نصیب ہوں دوزخ میں
ذجائیں، اور یہ قطعاً باطل ہے، لہذا واحدی و
رازی و قاضی و محلی و ابوالسعود اور دیگر مفسرین
نے یہ اختیار کیا جس میں یہ ماننا ہے کہ اشقی سے مراد
کوئی خاص نہیں جو سب سے بڑا شقی ہو بلکہ اس کا
مفہوم یہ ہے کہ جو شقاء میں حد کو پہنچا ہوا ہو اور

عنه قوله بالغای الشقاء انت خبیر
بانا قریرنا کلاصہم بحیث یندفع عنه
یراد قوی کان یتخالف فی صدرک
تقریر الایراد انت المؤمن الفاجر لہ
قسط من الشقاۃ کما ان لہ قسطاً عظیماً من
المساعۃ، و لیس ان الشقاء ینتص بالکفرۃ،
الترجمان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم صلی الحبیب الشقی عبد الرحمن
بن ملجم الذی قتل السید
الکریم المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
و خضب لجمۃ الکریمۃ بدمہ اسہ
الاقدم اشقی الاخرین کما و مر
بطریق حدیثہ عن سیدنا علی کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ و انہا کانت ہذاک

(قولہ بدبختی میں حد کو پہنچا ہوا) تم خبردار ہو
کہ ہم نے اہل علماء کے کلام کی تقریر اس طور
پر کی جس سے وہ قوی اعتراض جو میر سے پہنچے
میں مرتد و متنازع ہو جائے۔ اس اعتراض کی
تقریر یہ ہے کہ مؤمن فاجر کے لئے بدبختی سے ایک
حصہ ہے جیسا کہ اس کے لئے سعادت سے
عظیم حصہ ہے اور ایسا نہیں کہ بدبختی کافروں کے
خاص ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے اس غیبی شقی عبد الرحمن بن ملجم کو
جس نے سید کریم مرتضیٰ (علی) رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو شہید کیا اور ان کی ریش مبارک کو اُن کے
سر اقدس کے خون سے رنگیں کیا پھیلوں کا سب سے
بڑا بدبخت فرمایا جیسا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ
متعدد سندوں سے روایت ہے اور یہ غیبی
(باقی صفحہ آئندہ)

اس مفہوم کے مصداق سارے کافر ہیں اور وہ

متناہیہ قیہ وہم الکفار عمت

(بقیہ ما شیء مفرک و شتر)

کافر خارجوں میں کا ایک شخص تھوڑی سی کافر نہ تھا بلکہ
مگر وہ تھا اور جب بات ایسی ہے تو ان لوگوں کو
کیا ہوا جنہوں نے اشقی کی تاویل شقی سے
کی پھر اسے کافر کے لئے مخصوص کیا تو اعتراض
وہاں کہ فاجر مسلمان اس حکم سے نکل گئے حالانکہ
بعض فاجر مسلمان یقیناً جہنم میں جائیں گے تو اگر

انہوں نے حکم عام رکھا ہوتا تو اس اعتراض سے
بچ جاتے، اور جواب کی تقریر یہ ہے کہ جب انہوں نے
افعل (اسم تفضیل) کو اس کے حقیقی معنی سے
مجروح کیا یعنی جہنم سے متصف ہونے میں
اپنے ہر ماسوا سے زائد ہو تو انہیں یہ پسند نہ ہوا
کہ اسم تفضیل کو ایسے مذہب پر لے جائیں جو
اس کے حقیقی معنی سے بالکل دور ہو لہذا انہوں نے
اشقی سے مراد لیا کہ بد بختی میں حد کو پہنچا ہوا تاکہ
زیادتی کا مفہوم جس پر صیغہ افعل تفضیل ولت کرنا
ہو باقی رکھیں، اور اس کے وجہ سے

یہ ہے کہ اس جگہ تین امور ہیں پہلا مصدر سے موصوف
ہونا اور یہ اسم فاعل کا مفاد ہے اور دوسرا امر
اس وصفت میں کثرت اور یہ ثالث کے صیغہ کا مفہوم
ہے، اور تیسرا امر اس وصفت میں دوسرے کے
بڑھ جانا اور یہ وہ مفہوم ہے جس کے لئے اسم تفضیل
(باقی برصغیر آئندہ)

المجیث من جلاء من الخواارج واذا كان
الامر هكذا فما لم يزلوا اولوا الاشقي
بالشقي ثم خصوه بالكفار حتى
عاد الاعتراض بخروج الفجار
مع ان بعضهم يدخل
الناس قطعاً فلو انهم
اجروا على العموم لسلطوا من ذلك
وتفسير الجواب انهم لما قطعوا
الافعل عن معناه الحقيقي اعترف
المراد في الاتصاف بالمبدء على كل
من عدا كرهوا ان يذهبوا
به مذهباً بعد من حقيقته كل
البعد فاسر ادوابه البان
فالشقاء المتناهي فيه
ابقاء لمعنى الزيادة المدلول
عليها بصيغة التفضيل والوجه في
ذلك ان هناك ثلاثة امور الاول
الاتصاف بالمبدء وهو مفاد اسم
الفاعل والثاني الكثرة فيه و
هو مدلول صيغة المبالغة والثالث
الزيادة فيه عن غيره و

سعادت سے بالکل محروم ہیں۔ رہا مومن فاجر تو اس کا ایک پہلو شقاوتِ فانیہ کی طرف ہے تو دوسرا بدی سعادت کی طرف ہے اور وہ سعادتِ ابدی ایمان ہے۔ اور ان لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اعتراض کا مادہ بالکل ختم نہ ہوا اس لئے کہ بعض بد عمل مسلمانوں کا دوزخ میں جانا ہی قطعی امر ہے۔ لہذا یہ لوگ صلی کی تاویلِ لزوم سے کرنے کی طرف رغب ہوئے۔ دواعیٰ نے کہا کہ لزوم اس کا حقیقی معنی ہے جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے کہ "لا یصلحها" کا معنی حقیقتِ لغت میں "لا یلزمها" ہے۔ کہتے ہیں کہ ضیق الکافیۃ الناس جب وہ اس حال میں آگے کو لازم پکڑے اور انہماکِ اس کی شدت و حرارت کو برداشت کرے اور چارے راستے سے کہ یہ لازماً غلط کار کیلئے ثابت ہے رہا فاسق تو وہ یا تو اس میں داخل ہی نہ ہو گا یا داخل تو ہو گا مگر اس سے چھٹکارا پالے گا انتہی۔

آخرهم لا یفلأخهم عن السعادة بالمرءة، اما المؤمن الفاجر فان كانت له وجیهة الی الشقاء الذی ائیل فوجیهة الآخر الی السعادة الابدیة وہی الایمان، وهؤلاء العائلون لئاماً او اخادعة الایسراد لو تنحسروا اذ دخول بعض الفجار ایضاً مقطوع فزعوا الی تاویل الصلی باللزوم، و ترجمہ الواحدی انہ معناه الحقیقی فقال کما نقل الرازی عن معنی "لا یصلحها" لا یلزمها ف حقیقة المغفۃ. یقال صلی الکافر النساء اذا لزمها مقایساً شدتها و حرها وعندنا ان هذه الصلوات لا تثبت الا الکافر اما الفاسق فاما ان لا یسید علیها او ان لا یخلص منها انتہی۔

(بقیہ ما شیء من ذکر شدت)

کی وضع ہے تو دوسرا بھیجے اول و سوم کے درمیان ہے اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف پھرنا ایک کنارے سے درمیان کی طرف مائل ہونے سے زیادہ دور ہے تو یکے گمان میں بھی ان کو اس پر باعث ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم منہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ آمین!

هو الموضع له اسم التفصیل فالثانی كالوسط بین الاول والثالث و العدول عن طرف الی طرف الی بعد من الیل عن طرف الی الوسط فہذا الذی حملہم علی ذلك فیما اظہر واللہ تعالیٰ اعلم منہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ آمین

لے مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۹۲/۱۵ و ۱۶ الطبعۃ البیروتیہ المصریہ مصر ۱۴۰۳/۳

اقول وما احسن هذا تاويلًا
 او اصفًا لولا ان يكدره ما سأذكره
 قريبًا فارتقب وركب الرأى الى
 وجه آخر من التاويل وهو ان
 يخص عموم هذا الظاهر بالآيات
 السدالة على وعيد
 الفساق به

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل کس قدر
 اچھی ہے اور یہ رنگ کتنا صاف تھا اگر اس کو
 اس بات نے مکدر نہ کیا ہوتا جو میں عنقریب
 ذکر کروں گا، تو انتظار کرو، اور رازی ایک
 دوسری تاویل کی طرف مائل ہوئے، اور وہ
 یہ کہ اس کے ظاہری معنی کا عموم ان آیات کے
 ساتھ خاص ہو جو فساق کی وعید پر دلالت
 کرتی ہیں۔

اقول هذا جمل بين التاويل و
 والتخصيص وهو مستغنى عنه اذا
 لوقيل بالتخصيص فكما دلت الآيات
 على وعيد الفساق كذلك دلت على ابعاد
 سائر الكفاس بدلالة اظهر واحسن
 التهم ألا تيقن ان فيه تكثر التخصيص
 جندًا والقصر على فرد واحد
 اشد بعدًا وهذا ولقد سلك

میں کہتا ہوں یہ تاویل و تخصیص کو یکجا
 کرنا ہے اور اس کی حاجت نہیں اس لئے کہ
 اگر تخصیص کا قول کیا گیا تو جس طرح آیات فساق
 کی وعید پر دلالت کرتی ہیں یونہی تمام کافروں کی
 وعید پر روشنی اور صاف تر دلالت فرماتی ہیں۔
 اللہ! تو مدد فرما، مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں
 بہت زیادہ تخصیص لازم آئے گی، اور ایک فرد پر
 منحصر کر دینا بہت زیادہ مستبعد ہے یہ لو، اور

عن اعلام العبد الضعيف لما فرغ
 من تحرير هذا المقدسات
 الخمس وبلغ الى آخر ما كتبنا في جواب
 الشبهة الاولى استعارة تفسير فتح العزيز
 المتعلق بجزء عم يتساءلون من

تخصیص معلوم ہو کہ بندہ ناقصان حسان پانچ
 مقدمات کی تحریر سے فارغ ہوا اور پہلے شہدے کے
 جواب میں جو ہم نے لکھا اس کے آخر تک پہنچا تو
 ایک دوست کے تفسیر فتح العزیز پر جو
 عمر يتساءلون سے متعلق ہے عاریت لی تو
 (باقی برصفا آئندہ)

قاضی امام ابو بکر نے جیسا کہ امام غزالی نے غلط کیا۔

القاضی الامام ابو بکر کما

(بقیہ ما شیخ محمد زکریا)

بعض الاصداقاء فطالعت فیہ من
هذا المقام ورایت المونی القاضی
استاذ استاذی عبد العزیز ذکوالدفع
هذا الايراد واعتب نقص الحصر
فی الکفار بدخول بعض القبار
النار بوجهین آخرین جیتیت
الاول انت المراد بالناس اشار
مخصوصة بالکفار هو الثاني ان دخول
بعض المومنین لما کان تطهیرا، وتادیبا
کان محلا دخول وانما الدخول کل
الدخول دخول لیس بعدہ خروج
فالحصر بهذا المعنی وهو حق صحیح
بلا امتراء انتهى

بالحاصل اقول ما النعمان من وجهین
وادفعهما لكل شیت کلمک یا عربیت
انت خیر بانهما یجریان ایضا بعد
شئ من تغیر العبارة فیما اذا حملنا
الاشقی علی معناه الحقیقی
کما استسم من ان شاء الله تعالی
فی الیوم الموفی القاضی لما تنبه
علی هذین کما تنبهنا تیجیب
التاویل کما اجتبینا اذ البدایة
بتاویل الاشقی بالاشقی ثم التحصیل
یہذین من الحصین العانصین

میں نے اس میں اس مقام کا مطالعہ کیا اور میں
نے دیکھا کہ مولیٰ فاضل استاذ استاذی عبد العزیز
نے اس اعتراض کے دفع کے لئے یعنی اس
حصر کا کفار میں بعض فجار کے آتش جہنم میں داخل
ہونے سے متوجہ نہ ہونا وہ اور بہتر وجہیں
ذکر کیں پہلی یہ کہ نار سے مراد وہ نار ہے جو
کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ دوسری یہ کہ
بعض مسلمانوں کا آگ میں جانا جبکہ ان کی تطہیر و
تہذیب کے لئے ٹھہرا۔ تو یہ آگ میں جانا نہ جانے
کے مثل ہے اور آگ میں بالکل جلا دیا جائے جس
کے بعد آگ سے نکلنا نہ ہو گا تو آیت کا حصر
کفار میں اس معنی پر ہے اور بے شک حق و
صواب ہے۔

الحاصل میں کہتا ہوں یہ دونوں وجہیں کس قدر
اچھی ہیں اور ہر غزالی کی کسی داغ ہیں، لیکن اے
جاننے والے! تم خبردار کہ یہ دونوں وجہیں
جہالت کی قدرے تفسیر کے بعد اس صورت
میں بھی جاری رہتی ہیں جب ہم اشقی کو اس کے
معنی حقیقی پر رکھیں جیسا کہ تم ہم سے سنو گے
ان شاء اللہ۔ تو کاش مولیٰ فاضل جب ہماری
طرح ان دونوں وجہوں پر متنبہ ہوئے اسی طرح
تاویل سے بچتے بھی ہم بچے، اس لئے کہ پہلے
اشقی کی تاویل شقی سے کرنا پھر ان دو محکم
وجہوں جو اصل تاویل سے مانع ہیں سے تمسک
(باقی برصغیر آئندہ)

میں نقل کیا ہے ایک چھاسک ایک چھاسک اختیار کیا اس لئے
کہ انہوں نے اشقی کو اس کے حقیقی معنی پر باقی
رکھنے کی کوشش کی اور جس کی صحت کیلئے دو وجہیں
ایسی ذکر کیں جن سے دانشمند بھی پاسے اور
دھوکے میں ڈالنے والا ہر شک زائل ہو جائے،
پہلی وجہ یہ کہ قول خدا تعالیٰ ناسراً اتلقتی سے
دور رخ کی آتشوں سے ایک مخصوص آتش مراد ہو
اس لئے کہ آگ کے مختلف طبقے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
فرماتا ہے کہ بے شک منافق آگ کے سب سے نچلے
طبقے میں ہیں اب آیت اس پر دلالت کرتی ہے
کہ مخصوص آگ میں ہی یہی اشقی جاسے گا اور اس کا
یہ معنی نہیں کہ اس بڑے بڑے بنصیب کے سوا دوسرے
کا فر اور فاسق آگ کے باقی طبقوں میں نہ جائیں
انہی۔

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے فرمان و تہنیں
الاشقی الذی یصلی النار الکبریٰ (دوسرے جگہ)
اس سے وہ بڑا بنصیب جو بڑی آگ میں دھنسنے لگا
یعنی ایک تاویل پر سب سے بڑی آگ ذیل ہو گئی

ایسی چیز ہے جو تعجب کا سبب ہے تو یہ ایسا ہوا
جیسے کوئی ایک نشانہ چاہے اور دوسرے کو مار
تو نشانہ پر تیر پہنچنے کے قریب ہو کر چوک جائے
اور میری توفیق اللہ ہی سے ہے اس پر میں
بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

لہ مغایم الغیب (التفسیر البکیر) تحت الآیۃ ۹۲/۱۵ و ۱۵۱۴ المطبعة البیتہ المصریۃ مصر ۱/۲۰۴
لہ القرآن الکریم ۸۴/۱۲ و ۱۱

اشرعہ الفخر الرانی فی مغایم الغیب ص ۱۸۸
اذ حاول ابقاء الاشقی علی معناه
الحقیقی اعقب من لایدانیہ احد
فی الشقاء و ذکر لتصحیح المحصور جہیں یحتاج
بہما البیب و یندحض کل شک مرید
الاول ان یکون المراد بقولہ
تعالیٰ "ناسراً اتلقتی" ناسراً مخصوصۃ من
النیرات لانہا درکات بقولہ تعالیٰ
ان المنفقین فی الدارک الاسفل من
النار فالآیۃ تدل علی ان تلك
النار المخصوصۃ لایصلہا سوی هذا
الاشقی ولا تدل علی ان الفاسق و غیر
من هذا صفۃ من الکفار لایدخل
سائر النیرات انتہی۔

(قول نکات کہ قولہ تعالیٰ و تہنیں
الاشقی الذی یصلی النار الکبریٰ
اعظم النیرات جمیعاً
علی احد وجہ التاویلات
(بقیہ صفحہ من گزشتہ)

عہ اصل التاویل مباہق فی الی العجب
فکان کما تم فی غرضاً و فی غرضاً فاعطاً
بعدا کما انت یصیب ، و ما
توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و
الیہ اُنیب ۱۲ منہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ امین۔

وردہ الرازی بان قوله تعالى "نارا تلقى"
 يَحْتَمِلُ ان يَكُونَ ذَلِكَ صِفَةً لِحَصَلِ
 النِّيرَاتِ وان يَكُونَتْ صِفَةً لِنَاسٍ
 مَخْصُوصَةٍ كَنَهْ تَعَالَى وَصِفَ كُلِّ تَارِجِهَسْتَم
 بِهَذَا الْوَصْفِ فِي آيَةِ اخْبَرِي فَقَالَ
 "انها لظن نزاعية للشوئي"

اقول يتراى من هذه العبارة
 للايراد وجهتان ،

الاولى ان المورد كانه ظن
 ان القاضى الامام يدعى تخصيص
 النار بصفة التلظى كما يتخصص الغلام
 في قولنا جاء ف غلام عاقل بصفة
 العقل ومن هذا الطريق
 يقول ان المراد ناس مخصوصة اعظم
 النيرات فالإيراد ظاهر المورد
 اذ الاوصاف انما تخصص اذا كانت
 خاصا فليس توجد في فردين آخر
 والتلظى لا يختص بنار دون
 نار الا تروى ان الله سبحانه
 وتعالى وصف النار
 مطلقا بانها لظن نزاعية للشوئي
 ولكن لم يكن القاضى الامام

اور رازی نے اس قول کو یوں رد کیا کہ اللہ تعالیٰ
 کے قول میں آتا لظنی میں احتمال ہے کہ وہ سب
 آتشوں کی صفت ہو اور ممکن ہے کہ مخصوص آتش
 کی صفت ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جہنم کی سب
 آتشوں کا یہی وصف دوسری آیت میں فرمایا اس کا
 ارشاد گرامی ہے "انها لظن نزاعية للشوئي"
 (وہ تو بھڑکتی آگ ہے کمال آثار لینے والی)

میں کتابوں اس عبارت سے
 اعتراض کی دو جہتیں نظر آتی ہیں،

پہلی تو یہ ہے کہ گویا اعتراض نے یہ گمان کیا
 کہ قاضی امام ابو بکر آتشیں جہنم کے پسٹ
 ماننے کی صفت سے مخصوص ہونے کے مدعی ہیں
 اس طور پر جیسے غلام ہمارے قول جہاد فی
 نہد عاقل میں صفت عقل سے مخصوص
 ہے۔ اور اس طریقے سے وہ فرماتے
 ہیں کہ مراد خاص آگ ہے جو سب سے بڑی آگ
 ہے، تو اعتراض کا رد اس صورت میں ظاہر ہے
 اس کے علاوہ اس بات کا ساتھ اسی وقت خاص پڑتا ہے جبکہ
 وہ اس فرد کا خاص ہوں کہ دوسرے میں نہ پائے جائیں
 اور پسٹ ماننا ایسا نہیں کہ ایک آگ کی خاص صفت
 ہو دوسری کی نہ ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ سبحانہ
 و تعالیٰ مطلقاً آتش جہنم کا وصف بیان
 فرماتا ہے "انها لظن نزاعية للشوئي" (یعنی وہ تو

ليريد هذا وانما ملخصه انك انت
التكبير العظيم فقولك تعالى شامرا
اي نارا عظيما ليس كمثله ناس كانه
اشير بالتكبير انك انما بشهرة
امرها وشيوع فزعها واخذ
اهوالها بسجاسم القلوب
صارت بمثابة لا تسبق الاذهان
الا اليها فاخذت شهرتها و
انتشار ذكرها عن تعريف
اسمها كما يفيد ذلك تكبير
المليك في قوله تعالى
في مقعد صدق عند مليك
مقتدر وتكبير الظلم في
قوله تعالى الذين آمنوا
ولم يلبسوا ايمانهم بظلم
اي ظلموا لانفسهم كمثله و
هو الشرك.

بجز مکتی آگ ہے کمال آثار لینے والی
لیکن حضرت قاضی امام معنی مراد لینے والے نہیں
ان کا اشارہ تو اس طرف ہے کہ نکرہ تعظیم کیجئے
ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان نامہ کا مطلب
یہ ہے کہ وہ بڑی آگ ہے اس جیسی کوئی آگ نہیں
گویا وہ اپنی حالت کی شہرت اور اس کی ہیبت
کے عام چرچے اور اس کی ہولناکیوں کی پورے
دلوں پر پھیلنے کے سبب اس مقام پر ہے کہ ذہن اسی
کی طرف سبقت کرتے ہیں تو اس کی شہرت اور
اس کے عام ذکر نے اس سے بے نیاز کر دیا اس
کا نام لے کر اسے معنی کیا جائے، جس طرح یہی
قامدہ لفظ ملیک اللہ تعالیٰ کے قول ف
مقعد صدق عند ملیک مقتدر (یعنی
سج کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے
مقعد) کا نکرہ ہونا دیتا ہے اور لفظ
ظلم اللہ تعالیٰ کے قول الذین آمنوا
ولم یلبسوا ایمانہم بظلم میں یہی فہمہ دیتا
ہے یعنی ایسا ظلم کہ کوئی ظلم اس جیسا نہیں اور
وہ ظلم شرک ہے۔

ہیں غروی مولانا سید حسین مال اللیل
نے جو مکتب میں امام شافعیہ میں وہ روایت کرتے
ہیں خاتمة المحدثین محمد عابد سندھی سے انہوں نے
روایت کیا صالح فلائی سے انہوں نے روایت کی

أبنانا مولانا السید حسین
جمال اللیل امام الشافعية بمكة
البحمية عن خاتمة المحدثين محمد عابد
السندی عن صالح الفلائی عن

محمد بن یسّٰہ عن احمد بن العجل
عن قطب الدین النہروالی عن ابی الفتح
عن یوسف النہروی عن محمد بن
بن شاہ بنخت عن ابی
النعیم الختلاف عن الفربری
عن محمد بن اسمعیل البخاری
ثمنا ابو عبدی ثنا شعبۃ عن
سلیمان بن ابراہیم عن
علقمۃ عن عبد اللہ لما نزلت
الذین آمنوا ولم یلبسوا
ایمانہم بظلم اولئک لہم الامن
وہم مہتدون ، قال
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم
اینا لم یظلم فنزلت
اللہ امت الشریک لظلم
عظیم۔

ابنا نا شیخ العلماء مولانا السید
نریٹ وحلات المکی الشافعی
عن العلامة عثمان بن حسن الدمیاطی

محمد بن یسّٰہ سے انہوں نے احمد بن علی سے انہوں نے
قطب الدین نہروالی سے انہوں نے ابو الفتح
سے انہوں نے یوسف نہروی سے انہوں نے
محمد بن شاہ بنخت سے انہوں نے ابو النعمان ختلافی
سے انہوں نے فربری سے انہوں نے محمد بن
اسمعیل بخاری سے بخاری نے فرمایا ہم سے
ابو عبدی نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہم سے
شعبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے سلیمان سے
انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے علقمہ
نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جب یہ
آیت کریمہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم
اولئک لہم الامن وہم مہتدون (یعنی
وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق
کامیزش نہ کی انہیں کے لئے ایمان ہے اور
وہی راہ پر ہیں) نازل ہوئی ، رسول اللہ
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اصحاب بوسے ہم میں
کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا ، اللہ تعالیٰ
نے یہ کریمہ ان الشریک لظلم عظیم (شریک
شرک بڑا ظلم ہے۔ ت) نازل فرمائی۔

ہیں شیخ العلماء مولانا سید احمد زینی وحلات
مکی شافعی نے خبر دی انہوں نے علامہ عثمان بن حسن
دمیاطی شافعی ازہری سے انہوں نے امیر کبیر

صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الانعام باب قولہ تعالیٰ ولم یلبسوا ایمانہم بظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۶۶
انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر البیضاوی) ۶/۲۲ دار الفکر بیروت ۲/۲۲۵۳۲۵

علامہ محمد مالکی ازہری اور شیخ عبد اللہ شرفائی
 الشافعی اور سیدی محمد شغنائی شافعی اور دیگر
 علما سے اسی کی سندوں کے ساتھ جو امام مسلم
 بن حجاج نیشاپوری تک پہنچتی ہیں انہوں نے
 عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اپنی
 سند سے روایت کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے فرمایا صحابہ نے عرض کی ہم میں
 کسی نے ظلم نہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا وہ ظلم نہیں جو گمان کرتے ہو
 یہ تو اس طرح ہے جیسے لقمان نے اپنے بیٹے سے
 کہا، اے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا
 کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور مسلم کی حدیث
 کے مثل امام احمد و ترمذی نے بھی روایت کیا اور
 خود رازی نے توجیہ اللہ تعالیٰ کے قول "أما
 الذي ينهى عبداً إذا صلى" (بجلا دیکھو تو
 جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ ت)
 میں اختیار کی انہوں نے فرمایا کہ عبد اللہ کا ٹکڑہ ہونا
 اس پر دلالت کرتا ہے کہ تمام جہان حضور صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت کے بیان اور عبودیت
 میں ان کے اخلاص کی توصیف کا حق ادا نہیں

الشافعی الاثرہری عن الامیر الکبیر
 العلامة محمد المالکی الاثرہری
 والشیخ عبد اللہ الشرفائی الشافعی
 وسیدی محمد الشنوائی الشافعی
 وأخربین یاسانیدہم الحب الامام
 مسلم بن الحجاج النیشاپوری بسنداً
 الح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ قال فیہ قالوا ینالہ یظلم
 نفسه فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم لیس ہو کما یظنون
 انما ہو کما قال لقمان لابنہ "یا بنی
 لا تشربک یا اللہ امت الشربک لظلم
 عظیم" وھکذا اخرجہ الامام
 احمد والترمذی وقد اختار
 الرازی بنفسہ عین ہذا
 التوجیہ فی قولہ تعالیٰ "ارایت السدی
 ینہی عبداً اذا صلی" قال التکیرف
 عبداً یدل علی کونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کاملاً فی العبودیۃ کانتہ تعالیٰ انہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم عبد لا ینفی العالم بشرح

۱۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب صدق الایمان واخلاصہ
 جامع الترمذی ابواب التفسیر سورة الانعام
 مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت
 ۲۔ مفتاح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۶/۹-۱۰۱ المطبعة البیہ المصریۃ مصر ۱۲۶۷ھ
 قیدی مکتب خاد کراچی ۱۳۶/۲
 امین کمپنی دہلی ۱۳۶/۲

بیانیه وصفه اخلاصہ فی عیودیتانہی۔
 والثانیۃ ان توصیفہ بالتلفی
 ینا فی هذا التخصیص لانه وصف
 مطلق الناس لا یار منصوص۔ اقول
 ولیس بشیء اذ لا یمتنع توصیف
 فرد عظیم من جنس بوصف عام
 نشترك فیہ الافراد جمیعہا و
 انما الممتنع عکسہ اعنی توصیف
 جمیع الافراد بما یختص بہ فرد
 خاص، الا ترعب الی قوله تعالیٰ
 ما محمد الامر سول مع انه
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اعظم الرسل واکبر مہم بالاطلاق
 والرسالۃ وصف عام یشارك فیہ
 الرسلون جمیعہا ولیس فی الآیۃ
 ما یدل علی القصر ینا فی العصور
 علی ان التلفی مقول بالتشکیک
 فیجوز ان یراد هنا تلفظ خاص لیس
 کمثلہ تلفظ کما قال اللہ سبحنہ
 و تعالیٰ "یا ایہا الذین آمنوا
 علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل
 اذا ہتدیتم" اطلق الضلال و

کر سکتا۔
 دوسری یہ کہ آگ کو تلفی (بجڑکنے)
 سے موصوف فرمایا اس تخصیص کے منافی ہے
 اس لئے کہ بجڑکنا مطلقاً ہر آگ کی صفت ہے
 نہ کہ کسی خاص آگ کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض
 کوئی چیز نہیں اس لئے کہ کسی جنس کے عظیم فرد
 کو ایسے عام وصف سے جس میں سارے افراد
 شریک ہوں کو مانع نہیں، تمنع تو اس کا عکس ہے
 یعنی تمام افراد کو ایسی صفت سے موصوف کیا جا
 جو کسی خاص فرد کی صفت ہو گیا تم نہیں دیکھتے اللہ
 تعالیٰ کے اس قول کی طرف اور محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم تو ایک رسول ہیں "مالا نکہ حضور صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم سب رسولوں سے مطلقاً افضل
 اعلیٰ ہیں اور رسالت ایک وصف عام ہے
 جس میں سب رسول شریک ہیں اور آیت میں
 کوئی لفظ ایسا نہیں جو حصہ پر دلالت کرتا ہو
 کہ عموم کے منافی ہو، مزید برآں تلفی (بجڑکنا)
 کلی مشکک ہے لہذا جائز ہے کہ اس بجڑخاص
 تلفی (بجڑکنا) مراد ہو جس کے مثل کوئی تلفی
 نہ ہو، جیسے اللہ سبحنہ و تعالیٰ نے فرمایا "اے
 ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا
 وہ جو گمراہ ہو جب کہ تم راہ پر ہو"

۱۔ منافع الغیب (التفسیر البکیر) تحت آیہ ۱۰۹/۹۶ المطبوعۃ البیتۃ المصریۃ مصر ۳۲/۲

۲۔ القرآن الکریم ۳/۱۳۲

۳۔ " ۵/۱۰۵

فصل اول بولا اور ضلال بعید مراد لیا
اور وہ کفر ہے۔

امام احمد و طبرانی وغیرہ نے ابو عامر
اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انھوں
نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے دریافت کیا اس آیت کے بارے
میں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا یعنی
کافر لوگ (جبکہ تم راہ پر ہو۔

اور تعجب تو یہ ہے کہ فخر رازی خود اس کے
قریب توجیہ کی طرف مائل ہوئے اللہ تعالیٰ کے
قول نازحاً صیۃ کی تفسیر میں انھوں نے فرمایا
کہ مطلب یہ ہے کہ ہر آگ جہنم کی آگ کے مقابل
گرم یا گرم ہی نہیں اور اتنی بات آتش جہنم کی سخت
گرمی پر مستغنیہ فرماتے کہ کافی ہے ہر اللہ کی اس پناہ
مانگتے ہیں جو کھایا پلئے اور برا بھی کھا جائے۔

میں کہتا ہوں اور تمہیں پہنچتا ہے کہ تم
کہو کہ نطفی مجرد کے قبیل سے ہے اور نطفی فرد
کے قبیل سے ہے اور لفظ کی زیادتی معنی کی
زیادتی پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ رحمن و رحیم
وغیرہ میں ملتا ہے فرمایا اس کے ساتھ نطفی

اسناد الضلال البعید وهو
الکفر۔

اخرج الامام احمد والطبرانی
وغیرہما عن ابی عامر الاشعری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سألت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم عن هذه الآية فقال لا یضرکم
من ضل من الکفر اذا
اھتدیتموہ

والعجب ان الرازی جنم
بنفسہ الخ نحو من هذا فی قوله
تعالیٰ "نازحاً صیۃ" قال والمعنی
ان ساثر النیران بالنسبة الیہا کانہا
لیست حاصیۃ وهذا القدر کاھت
فی التنبیہ علی قسوة صخونہا فعوذ
باللہ منہا الخ فما للشعیر یوکل ویذم۔

اقول لك ان تقول ان نطفی
من المجرد وتلفی من المزید و
من یادة اللفظ تبدل علی من یادة
المعنی كما قالوا فی الرحمن والرحیم
وغیر ذلک مع فیہ من التشدید

۱۔ مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۲۹ و ۲۰۱
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتابا تفسیر سورة المائدة دار الکتاب ۱۹/۷
۲۔ مغایج الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیة ۱۰۱/۱۱ المطبعة البیتة المصریة مصر ۳۲/۴۳

لفظاً المنبئ عن الشدة معنى كما في
قتل وقتل وقاتل وقتال مع أن باب
الادعاء واسع وقصر الوصف على اعظم
من يوصف مثلاً قال تعالى في المهاجرين
أولئك هم الصادقون ويمكن أن
تجمل من هذا القبيل امثال قوله
تعالى أنه هو السميع العليم، و قد
حققنا المسألة في خاتمة رسالتنا
سلطنة المصطفى صلى الله تعالى عليه
وسلم بما لا مزيد عليه هذا
وكانت قلب الجب عبيدة
سركت الرب هذا الوجه
الذاع ذكر القاض
الامام غيثاً قليلاً ثم بداله ما بدا
فانحجم كما حكينا لك كلامه ستسمع
مناجابه ان شاء الله تعالى۔

النشائي من وجهي القاض أنت
المراد بقوله تعالى نارا تلقى النيران
اجمع، ويكون المراد بقوله تعالى
لا يصلها الا الاشقى اي هذا الاشقى
به احتق و ثبوت هذه
الزيادة في الاستحقاق

میں لفظی شدت ہے جو معنوی شدت کی خبر دیتی ہے
جیسے نذر قتل اور قاتل وقتال میں، اس کے
ساتھ یہ بھی ہے کہ ادعاء کا باب واسع ہے اور صفت
کو سب موصوفین سے بڑے موصوف پر مقصور رکھنا
عرف شائع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مهاجرین کے بارے
میں ارشاد ہے اولئك هم الصادقون (یہی لوگ سچے ہیں)
اور حکمی کہ تم اللہ تعالیٰ کے قول (بیشک وہی ہے سبنا
بلشبہ) کو اس قبیل سے قرار دے اور ہم نے اس
مسئلہ کی تحقیق اپنے رسالہ سلطنة المصطفى صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتمہ میں ایسے کلام سے جس
میں زیادتی نہیں ہو سکتی کی ہے اور اس توجیہ
کی طرف جو قاضی امام نے بیان فرمائی ابو عبیدہ
کا دل کچھ مائل ہوا تھا پھر اس کو سوچی جو سوچی
تو وہ اس سے منحرف ہو گیا جیسا کہ ہم تم سے اس
کا کلام ذکر کر چکے اور منقریب تم ہم سے اس کا
جواب سنو گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قاضی کی ارشاد فرمودہ دو وجہوں میں ہے
دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول نارا تلقی
سے مراد تمام آتشیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول
لا يصلها الا الاشقى (اس میں نہ جائے گا
مگر وہ سب سے بڑا بہ نکت) سے مراد یہ ہے
کہ یہ سب سے بڑا بہ نکت ان تمام آزارکشوں کے

سب سے زیادہ سزاوار ہے اور استحقاق کی زیادتی اسی سب سے بڑے بہشت کو حاصل ہے انتہی۔ اور اس سے قریب توجیر کی طرف وہ توجیر مائل ہے جس پر زعمشری نے جرم کیا کثافت میں اس پر اکتفا کرتے تھے اور زعمشری کی وہ توجیر نام لسنی نے اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے نقل فرمائی وہ توجیر یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے ایک عظیم اور مومنین کے ایک عظیم کے دو متناقض صفتوں میں مباغض فرمایا جائے تو اشقی فرمایا گیا اور اسے آتش جہنم میں جانے کیلئے مخصوص ٹھہرایا گیا گویا جہنم کی آگ اسی کے لئے پیدا ہوئی ہے اور اتنی فرمایا گیا اور نجات کے لئے مخصوص فرمایا گیا گویا جنت اسی کے لئے بنی ہے انتہی۔

میں کہتا ہوں یہی وہ حصہ ادعائی جس کا بیان ہم نے تم سے کیا اور کوئی شک نہیں کہ یہ بلغار میں دائرہ سائرسے اس کی گواہی عرب کے دیوانوں کو اور مدح و بحسب میں ان کے کلام کو خوب مطالعہ کرنے والا دے گا، اور یہ معلوم ہے کہ زعمشری کو فنون ادب اور ادیبوں کی صنعتوں میں بڑی دسترس ہے اور اونچا درجہ حاصل ہے تو فراراندی کا زعمشری پر یہ اعتراض کہ اس کی یہ توجیر ظاہر کو بلکہ ذلیل چھوڑنا ہے انتہی خوب نہیں

۱۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآية ۹۲/۱۵۱۵ المطبعة البیہ المصریة مصر ۲۰۴/۳۱
 ۲۔ دارک التزیل ۱۶/۹۲ - دار الکتاب العربی بیروت ۲۶۳/۴
 ۳۔ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) - - - - - المطبعة البیہ المصریة مصر ۲۰۴/۳۱

غیر حاصل الا لهذا الاشقی انتہی۔
 والی نحو من هذا یعیل ما جزم
 به الزعمشری فی انکشاف
 مقصدا علیہ نقلہ الامام النصف
 را من ذالیه من ان الآية واردة
 فی الموانرنة بیت حلق عظیم
 من المشرکین وعظیم من المؤمنین
 فارید انت یبالغ فی صفتیهما
 المتناقضتین فقیل الاشقی وجعل
 مختصا بالعسلی کامت النار
 لم تخلق الا له وقیل الاتقی وجعل
 مختصا بالنجاة کامت الجنة له
 تعلق الا له انتہی۔

اقول وهذا هو المحصر الادعائی
 الذی وصفنا لك ولا شک
 انه دائرہ سائرسے البلقاء يشهد
 بهذا صحت تتبع دواوين العرب
 وكلامهم فی المدح والهجاء ومعلوم
 ان الزعمشری له ید طولی وكعب علیا
 فی فنون الادب وصنائع الادباء فقول
 الرازی انه شوك القول الظاهر
 من غیر دلیل انتہی غیر مستحسن

واک شئت اکبر دلالة من
 الاحتياج الى تصحيح الكلام وليس
 تاويل الا شقي بالشقي اقرب الى
 الظاهر من هذا المعبر مع شيوعه و
 كثرة وقوعه نظماً ونثراً وتصحيح الكلام
 قرينة كافية في امثال هذا المقام
 الا ترى انك اذا سمعت رجلاً يقول
 تريد هو انك تعلمت اول وهلة
 من دون تأمل ولا مهلة انت
 مراد ان ليس كريم مثله لان لا كريم
 مثله وهذا ظاهر جداً هذا ما يتعلق
 بحكم الاشقي ولا شك ان الكلام ههنا
 محتاج بظاھر الى تاويل او توجيه لكن
 ابا عبیدة مراد في الشطر نج بخله ثم تتابع
 في قوم من المتأخرين ينقلون كلامه
 من دون تنقيح كما حكينا لك ذيرنهم من
 كلام الامام العلامة السيوطي رحمه الله تعالى
 حمله على ذلك ان ظن ان آية الاتق
 ايضا محتاجة الى التاويل حيث قال و
 ان من علمت انه تعالى نكر الناس الى اخره
 ما نقلنا عنه فلم يثبت ان اخذ الاتق
 بمعنى التقى ليشمل كل مؤمن ووافقه
 على ذلك من مشوي وغيره لكنهم

اور کلام کی تصحیح کی حاجت سے بڑی کون سی دلیل ہے
 اور اشقی کی تاویل شقی سے اس مصرع کی نسبت
 ظاہر سے نزدیک تر نہیں باوجود اس کے یہ
 صرف میں شائع ہے اور نظم و نثر میں بکثرت
 واقع ہے اور تصحیح کلام کی حاجت اس جیسے
 مقامات میں قرینہ کافیہ ہے۔ کیا تم نہیں جانتے
 کہ جب تم کسی کو یہ کہتے ہو کہ زید ہی کریم ہے
 تو پہلی فرصت میں تم جان چاؤ گے کہ زید جیسا
 کوئی کریم نہیں زید کہ زید کے سوا کوئی کریم نہیں
 اور یہ خوب ظاہر ہے یہ تو علم اشقی سے متعلق تھا
 اور کوئی شک نہیں کہ اس مقام پر کلام اپنے
 ظاہر سے تاویل یا توجیہ کا محتاج ہے لیکن ابیہید
 نے شطرنج کے فہروں میں بغلہ (خمر) پڑھا دیا پھر
 متاخرین میں سے کچھ لوگ پہلے درجے اس کلام
 بغیر تنقیح کے نقل کرتے رہے، جیسا کہ ہم نے تم
 سے امام مہر سیوطی کے کلام سے ان کی علت
 کی حکایت کی اس کے لئے اس کا سبب یہ ہوا
 کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ آیت بھی جس میں اتق
 وارد ہوا تاویل کی حاجت ہے اس لئے کہ اس
 نے کہا کہ اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے نار کو نکرہ فرمایا
 تو کہہ دیر نہ غمرا کہ اتقی کو معنی اتقی کے لیا تاکہ آیت
 ہر مومن کو شامل ہو جائے اور اسی بات میں زعمی
 وغیرہ نے اس سے اتفاق کیا مگر اس کی تاویل

میں ان لوگوں نے اسکی موافقت کی جیسا کہ قرآن میں ہے
 کلام پائے ثبات پر قائم نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ
 کے قول وسیع جنبہا الاتقی میں کوئی لفظ نہیں
 جو حصہ پر دلالت کرتا ہو اللہ تعالیٰ تو اپنے ایک
 بندے کا وصف بیان فرماتا ہے جو سب سے
 بڑا پرہیزگار ہو یوں کہ وہ جہنم کی آتش سے
 بہت دور رکھا جائے گا یہ مطلب نہیں کہ جہنم
 کی آگ سے وہی بچایا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ
 علامہ رازی پر اپنی رحمت فرمائے کہ انہوں نے
 اس امر کو سمجھ لیا لہذا اشقی میں ایک قول ذکر کیا
 کہ وہ معنی شقی کے ہے اور اتقی میں اسے بالکل
 ذکر نہ کیا بلکہ اس کے خلاف کی تصریح کی انہوں نے
 فرمایا یہ آیت کریمہ جس میں اتقی کے لئے بشارت
 ہے غیر اتقی کے حال پر دلالت نہیں کرتی مگر
 اپنے مفہوم کے اعتبار سے اور دلیل خطاب سے
 تمسک کے طور پر الخ۔

میں کہتا ہوں بلکہ یہ بات ان کے مذہب
 پر بھی نہیں چلتی جو مفہوم صفت کے قائل ہیں اس
 لئے کہ کلام مدح و تحسین اتقی کے لئے لایا گیا ہے
 جیسا کہ اس پر سبب نزول دلالت کرتا ہے اور
 ان لوگوں کے نزدیک مقام مدح و ذم بھی مستثنیٰ
 ہے جیسا کہ کتب اصول فقہ میں مذکور ہے تو
 قاضی بیضاوی شافعی پر تعجب ہے انہوں نے

لم یوافقہ علی التاویل کما سمعت و
 وهذا کلام لا یقوم علی ساق اذ لیس
 فی قولہ تعالیٰ وسیع جنبہا الاتقی ما یدل
 علی المحصور والقصور وانما یصفی اللہ
 سبحنہ وتعالیٰ عبداً لا یجذب
 بآئہ یجنب النار و یبعد عنہا
 لآئہ لا یجنب النار الا هو و رحمہ اللہ
 المراد من حیث تغطت لہذا
 ف ذکر فی الاشقی قولاً انہ
 بمعنی الشقی و لم یدکرہ
 ف الاتقی سراً سبیل صریح
 بخلافہ حدیث قال "ہذا
 لا یدل علی حال غیر الاتقی الا
 علی سبیل المفہوم والتسک بدلیل
 الخطاب الخ۔"

اقول بل ولا یتبشی علی مذہب
 القائلین بمفہوم الصفة ایضا فان
 الکلام مسوق لمدح الاتقی کما یدل
 علیہ سبب النزول و مقام المدح
 والذم مستثنیٰ عنہم ایضا
 کما ہو مذکور فی کتب الاصول فیا
 للعجب من القاضی البیضاوی الشافعی

لے مفتاح الغیب (التفسیر البکری) تحت آیت ۱۷/۹۲ المطبقة البیتة المصرية مصر ۱۳/۲۰۳

کیف تمسک ھبنا یا المفہوم، ہم انہ
لیس محلہ بالاتفاق و اشد
العجب من القاضی الامام ابی بکر
الشافعی اذ نزل قلمہ فقال انی افادۃ
المعصر مع انہ یخالف ائمتہ فی
القول بالمفہوم، اساً و ھکذا یرینا
اللہ آیاتہ فی الافاق و فی انفسنا کیلا
یغتر مغتربہ قہ انظارہ ولا یخفی
ساخرہ من عاشقہ افکارہ
اذ نوع کل صامرہ ینبؤ و ھکل
جو ادیکو فعلام ینھو من ینھو
و سقی اللہ عہد من قالوا و ما ادرک
من قالوا سادۃ کرام قادۃ الامۃ
ابراھیم النخعی و مالک بن
انس و غیر ھما من الائمة
اذ قالوا و لنعم ما قالوا کل احد ماخوف
من کلامہ و مردود علیہ الا
صاحب ھذا النبی صلی اللہ
تعالی علیہ و سلم، نسأل اللہ الوقایۃ
فی البدایۃ و النہایۃ، والحمد
للہ رب العالمین۔

کیونکہ مفہوم ہے استدلال کیا حالانکہ بالاتفاق
یہ اس کا محل نہیں، اور سخت تعجب قاضی
امام ابو بکر شافعی پر ہے کہ ان کے قلم نے لغزش
کی تو وہ اس طرف مائل ہوئے کہ آیت صحر کا
قائدہ دیتی ہے حالانکہ وہ قول بالمفہوم میں اپنے
ائمہ کے بالکل مخالف ہیں اور یہی اللہ ہمیں
اپنی نشانیاں آفاق میں اور ہمارے نفوس میں
دکھاتا ہے تاکہ کوئی اپنی باریک بینی پر مغرور نہ ہو
اور کوئی چہنہ والا اپنے افکار میں لغزش کرنے والے
ہو نہ ہو، اس لئے کہ ہر تلوار اپنی ہمتی ہے اور
ہر گھوڑا اگر تھکے تو ٹھنڈ کرے اور الا کا ہے کو ٹھنڈ
کرے، اور اللہ تعالیٰ ان کے ذہن کو سیراب
کرے جنہوں نے فرمایا اور تمہیں کیا خبر وہ کون
لوگ ہیں جنہوں نے فرمایا سرور ابن بزرگ اُمت
کے مقتد ابراہیم نخعی و مالک بن انس وغیرہ ائمہ
کو انہوں نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا کہ ہر شخص
کی کوئی بات مقبول ہوتی ہے اور کوئی نامقبول
نہ اس قبر شریف کے ساکن یعنی حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی ہر بات
قبول ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے حفاظت مانگتے
ہیں ابتداء و انتہا میں، والحمد للہ رب
العالمین۔

لے الیواقیت و الجواہر المبحث التاسع والاربعون وارجاء التراث للعلی بیروت ۱۳۸۶ م
لے الانصاف لولی اللہ دہلوی مکتبہ حقیقۃ دار الشفقت استنبول ترکی ص ۱۳

وَالْأَنْ أَنْ فَتَكْمِلَ السُّرُودَ
عَلَى ابْنِ عِبِيدَةَ فِيمَا فَرَعْنَهُ وَفِيمَا
أَطْلَأَنَ عَلَيْهِ فَقَوْلِي بِأَلَلَّهِ التَّوْفِيقِ نَزْعِمُ
الرَّاهِلِ أَوْلَا أَنْ تَأْوِيلَ الْأَشَقَى بِالشَّقَى
يُنَجِّيه صَمَائِيهِ إِذْ أَلَّ الْكَلَامَ إِلَى أَنْتَ
لَا يَصِلُ النَّاسُ إِلَّا كَافِرٌ وَهَذَا حَقٌّ
لَا غَيْبَاسَ عَلَيْهِ -

اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم اب عیبیدہ کا رد
اس میں جس سے اس نے فرار اختیار کیا اور جس پر وہ
مطلق ہوا تمام کریں تو میں کہتا ہوں اور اللہ سے ہی
توفیق ہے اس شخص نے پہلے خیال یہ کیا کہ اشقی
کی تاویل شقی سے اسے (اس آفت سے نجات
دے دے گی جس میں وہ مبتلا ہے اس لئے کہ
کلام کا آل یہ ہوا کہ وہ زرخ کی آگ میں کافر ہی
جائے گا۔ اور یہ بات حق ہے جس پر کوئی خیار
نہیں۔

قُلْنَا نَهَرُتِ الْمَوْجُودِ وَتَرَكْتِ
الْعَفْةَ يَقُولُ اللَّهُ سَبَّحْنَهُ وَتَعَالَى
لَا يَصْنَعُهَا إِلَّا الْأَشَقَى الَّذِي كَذَبَ وَ
تَوَلَّى، وَصَلَوَاتُكَ مِنْ الْكَفَّاسِ
مَنْ لَوْ يَكْذِبُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّةَ عُمُرِهِ
لَا يَجْنَانَهُ وَلَا بِلِسَانِهِ وَأَنْمَا
أَكْفَرُهُ أَنْتَ سَبَقَ الْكِتَابُ وَ
غَذَّلَ التَّوْفِيقِ وَالْعِيَاذُ بِوَجْهِ السَّمَوِيِّ
الْكَرِيمِ -

ہم کہیں گے کہ تم نے موصوف کو دیکھا اور
اور صفت کو چھوڑ دیا اللہ سبحنہ و تعالیٰ فرماتا ہے
لَا يَصْنَعُهَا إِلَّا الْأَشَقَى الَّذِي كَذَبَ وَتَوَلَّى
(اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بد بخت
جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) اور یہ معلوم ہے
کہ کافروں میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی تمام عمر
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ جھٹلایا نہ اپنے
دل سے نہ اپنی زبان سے، اس کا کھڑ تو یوں
ہو اگر اللہ کا کھا غالب آیا اور توفیق الہی نے اس کا
ساتھ نہ دیا اور مولائے کریم کی ذات کی پناہ ہے نہ
میں کہتا ہوں یہ میں ابو طالب رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچ جنہوں نے اپنی
عمر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت و
حمایت میں فنا کر دی اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

أَقُولُ وَهَذَا الْبُوطَالِبُ عَمَّ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَفَنِي عُمُرِهِ فِي حِفْظِهِ
وَحِمَايَتِهِ وَبَلَّغَ الْغَايَةَ الْقَصْوَى

من محبته وولایتہ قدکات حبہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخذنا
بہجام قلبہ حتی کانت یفضلہ علی
الاطفال الصغار من بنی صلیہ، و
لما بعث اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فدعا المشرکین
الحب التوحید، وحبیم علیہ
الاعداء من کل شارب وبعید، قام
یناضل عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فاعظم برة و لایمر بفسورة
وقامی ما قامی من شدائد
لا تحصى فی مهاجرة الشریکین
من عثمیرہ الاقرابین، وهو الذی لما تالأت
قریش علی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نفروا عنہ من یرید
الاسلام انشاء قصیدۃ تذل علی عظیم
حبہ للمصطفیٰ وشدۃ بغضہ اعدائہ
الیام کما روی بہت اسحق وغیرہ من
الثقات ومنها ہذا الابیات
اعبد منافع انکم خیر قومکم
فلا تشرکوا فی امرکم حکم و اغفل
فقد خفت ان لم یصلح اللہ امرکم
تکونوا کما کانست احادیث و امثل
اموذ برب الناس من حکم طاعن
علینا بسوء او ملح بہ باطل

علیہ وسلم کی محبت اور نصرت کی انتہائی حد کو پہنچے
سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نے ان کے
پورے دل کو ایسا پکڑ لیا تھا کہ اپنے حبیبی
کم بن یحزول پر حضور علیہ السلام کو فضیلت دیتے
تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام
کو مبعوث فرمایا تو سرکار نے مشرکین کو
وحدانیت کی طرف بلایا اور دین کے دشمن ہرمت
دور دراز سے حملہ آور ہوئے اہل طالب ان کی
حمایت کو کافروں سے لڑنے کو کھڑے ہو گئے تو
سرکار کے ساتھ بڑی نیکی کی اور ہمیشہ اسی کی مدد
کی اور اپنے قریبی رشتہ دار مشرکوں کی طرف سے
کیسی بے شمار سختیاں جھیلیں۔ یہ وہی اہل طالب
تھے کہ جب سارے قریش مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے مخالف ہوئے اور اسلام کے خواہشمندوں
کو سرکار علیہ السلام سے دور کیا تو انہوں نے ایک
قصیدہ کہا جو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی
محبت اور ان کے کہیں دشمنان سے شدید عداوت کی
دلیل ہے، جیسا ابن اکثم نے منثور راویوں سے روایت
کیا ہے۔ اسی قصیدہ کے یہ شعر ہیں:

اے بد منافات کے جیو! تم اپنی قوم میں سب سے
بہتر ہو، تو تم اپنے معاملہ میں ہر شخص کو شریک نہ کرو
بیشک مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اللہ نے تمہارا حال
خوب نہ کیا تو تم وائل کے افسانوں کی طرح افسانہ پر جاؤ
میں لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں ہر پرانی کا
طنعہ دینے والے اور باطل پر اصرار کرنے والے سے

اور کمینہ پر در سے جو ہم پر گنہ گاری کو شش کرے، اور
اس سے جو دین میں ایسی بات شامل کرے جو
دین میں کبھی نہ پائی گئی ہو۔

اور کوہ ثور سے اور اس سے جس نے کوہ ثور کو اپنی
جگہ جایا اور کوہ حرا میں عبادت کے لئے چڑھنے
اور اترنے والے سے۔

اور اللہ تعالیٰ کے سچے گھر کی قسم اور اللہ کی قسم
جسٹک اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں۔

اللہ کے گھر کی قسم! اے کافر! تم جھوٹے ہو اس
گمان میں کہ ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو چھوڑ
دیں گے۔

حالانکہ ابھی ہم نے حضور علیہ السلام کے گردنیزوں
اور تیروں سے جنگ نہ کی اور کیا ہم محمد (صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم) کو تمہارے سپرد کر دیں گے جب تک
کہ اپنے بیٹوں اور بیویوں سے خائف نہ ہو جائیں۔
مجھے اپنی جان کی قسم! تجھے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم) سے شدید محبت ہے اور میں انھیں ایسا
چاہتا ہوں جس طرح پیہم چاہنے والے کی عادت
ہوتی ہے۔

جب فیصلہ کرنے والے مقابلے کے وقت کسی
کو ان پر قیاس کریں تو ان جیسا لوگوں میں کون
ہے جس کے لئے امید ہو کہ وہ ان کا ہم پلہ ہوگا۔
علم والے، رشد والے، عقل والے، طیش والے
نہیں وہ بیوقوف و بے قدر سے محبت رکھتے
ہیں جو ان سے غافل نہیں۔

ومن لا شح لي في لنا بعبيية
ومن ملحق في الدين ماله يحاول

وثور وعت ارضي ثبيرا مكانه
وراق ليترف حواء و نائل

وبالبيت حق البيت ف بطن مكة
وبالله امت الله ليس بغافل
كذبتكم وبيت الله نبزكم محمدا
ولما نطاعت دونك و نناضل

ونسله حتى نمرح حولك
ونذهل عن ابتداءنا والملائل

نعمري لقد كلفت وجدا يا احمد
واحبته واب المحب المواصل

فمن مثله في الناس اى مؤمل
اذا قاسه الاحكام عند التفاضل

حليم رشيد عاقل غير طائش
يوالى الاهاليس عنه بغافل

فوالله لولا انك احدث بسببة
تجر على اشيا غفالت العاقل

لكننا اتبعناك على كل حالة
من الدهر جدا غير قول التهانل
فاصبح فينا احمد فب امو ومة
تقصير عنها سورة المتطاول

حديث بنفسى دونه وحييته
ودافعت عنه بالذرا والكلال

ولقد كان يتبرك بالنبى
صلى الله تعالى عليه وسلم يتوسل
به الى الله تعالى في الدعاء
كما يدل عليه ما روى
العلاء من سنة قریش وحدث
الاستسقاء، وقد حث
الناس على اتباعه صلى
الله تعالى عليه وسلم واخبر
عن امور لم تقع فصدق

تو نہ کسی قسم اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں ایسا
کام کروں جو ہمارے بزرگوں پر محافل میں ہمت
کا سبب بنے۔

تو ہم نے زمانہ کی ہر حالت میں ان کی پیروی کی ہوتی
تو یہ بات سنجیدگی سے بے مذاق کہہ سکتا ہوں۔
تو احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے اندر
ایسے عالی نسب ہیں جس کو غور کرنے والے کی
محبت پائے سے عاجز رہے۔

میں نے اپنی جان کو ان کے سپرد کر دیا اور ان
کی حمایت کی اور سرداروں اور گروہوں کے
ذریعہ (یا سروس اور سیسوں کے ذریعہ)
دشمنوں سے حضور کا بچاؤ کیا۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
برکت طلب کرتے اور دعا میں آنجناب علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو وسیلہ بناتے چنانچہ اس پر قریش کی
قطب سالی اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
وسیلہ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ جسے
علمائے روایت فرمایا ہے ولالت کرتا
ہے اور بیشک ابوطالب نے لوگوں کو سرکار
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر ابھارا اور ان
باتوں کی خبر دی جو واقع نہ ہوئی تھیں تو ایسا ہی

۱۔ السيرة النبوية لسيد احمد زيني وعلمان باب وفاة عبد المطلب المكتبة الاسلامية بيروت ۱۳۸۲ھ
السيرة النبوية لابن هشام شعراي طالب في سقطات قریش دار ابن كثير بيروت الجزء الاول الثاني في سنة ۲۲
۲۔ صحيح البخاري ابواب الاستسقاء باب سوال الله من الامم الاستسقاء قديمي تبخانه كراچی ۱۳۸۲ھ

والسلام کے دل میں ان کے لئے مقام عظیم تھا یہاں تک کہ جب سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ ہم سرکار کے پاس آئے ہیں اور حال یہ ہے کہ ضعف سے ہمارے بچوں کی آواز نہیں نکلتی اور ہمارے اونٹ لاغری سے کراہتے نہیں اور اس اعرابی نے سرکار کی خدمت میں کچھ اشعار پڑھے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام چادر اقدس کو گلے سے پھرتے اٹھے اور منبر پر صعود فرمایا اور آسمان کی جانب اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو خدا کی قسم ابھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ آسمان بکلیوں سے جھلکا اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ پکارتے ہوئے آئے کہ ہم ڈوبے، تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسم فرمایا یہاں تک کہ دندان اقدس چمکے اور آپ کو اپنی تعریف میں ابو طالب کا قول یاد آیا جب انھوں نے عرض کیا تھا کہ:

سرکار گورے ہیں جوہ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو قیوں کی ٹیک اور پروان کا سہارا ہیں۔

پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ کے لئے ابو طالب کی خوبی ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں کون یہیں ان کے شعر سنائے گا۔ تو حضرت علی

رحمۃ اللہ علیہ صحیح البخاری باب الاستسقاء باب الہناس الامام الاستسقاء اولاً قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۷۱ھ
اول النہر للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ

سبحنہ وتعالیٰ ظنہ ووقع کمشد
اخیارہ فوقہ ولقد کان لہ موقع
عظیم فقلب النبی الکریم علیہ افضل
الصلوٰۃ والتسلیم حتیٰ انہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم لما جاءہ اعرابی
فقال یا رسول اللہ اتیناک و مالنا
صبی یفقد ولا یعبیر یسط والشد
ایاتنا فقام صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یجیر مداعہ حق صعد
المنبر و رفع یدیه الی السماء
فواللہ ما ردد ید ید بکریمتین
حتیٰ التفتت السماء
بأبراقہا وجاء وایضجوت
الفرق ، فضحك صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حق بدت نواجیدہ و تذکر
قول اب طالب فمداعہ
حیث یقول :۔

وابيض یتقی الغمام بوجہہ
ثم الیتامی عصمة للارامل

فقال اللہ درأبی طالب لوکان
حیا لغرت عینا من ینشدنا
قولہ ، فقال علی کرم
اللہ تعالیٰ وجہہ یا رسول اللہ

کریم اللہ تعالیٰ وجہ نے عرض کیا گویا سرکار کی مراد
ان کا وہ قصیدہ ہے جس میں انہوں نے عرض کی
”وہ گورے رنگ والے جن کے چہرے کے
ذریعہ بارش طلب کی جاتی ہے“ اور سیدنا علی
کریم اللہ وجہ نے چند شعر پڑھے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا وہاں میں یہی چاہتا تھا۔

جیسا کہ پہلے ہی جنے دلائل النبوة میں سیدنا انس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا تو سرکار
ابہ قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول ”اللہ
دُرُّ ابی طالب“ (اللہ کے لئے ابو طالب کی
نوبی ہے) کو دیکھو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے اس فرمان کو دیکھو کہ اگر ابو طالب زندہ
ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں“ اور
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر
نظر کر دو کہ ہمیں کون ابو طالب کے شعر سنائے گا؟
اور ایک بار بھی منقول نہ ہوا کہ ابو طالب نے سرکار
کی کسی بات کو رد کیا ہو یا سرکار کو جھٹلایا ہو بلکہ
خود اسی قصیدہ میں قریش سے مخاطب ہو کر کہتے
ہیں کہ ”خدا کی قسم لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا فرزند
ہمارے نزدیک ایسا نہیں کہ جھٹلایا جائے اور
نہ اسے جھوٹی باتوں سے کام ہے۔“

اور اسی وجہ سے ابو طالب پر تمام دوزخوں

کا ناک تکرید قولہ وایضی یستسقی، و
وہ کبرایا یا فقال صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اجبل کما اخرجہ
البیہقی فی دلائل النبوة عن
سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ فایضی قولہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ”اللہ یتأجب طالب“
وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ”لو کانت حیثا لقومت
عیناء“ وقولہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم ”من
ینشدنا قولہ ”وَلَمْ یَنْقُلْ عَنْهُ
صَوِّۃُ اَنۡبِیَہٗ سِوَا عَلِیِّ النَّبِیِّ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
و کذبہ فیہ بطل ہو
القاسل فی ثلاث
القصیدۃ مخاطبیا لقریش
لقد علموا ان ابنتا لامکذب
لصدینا ولا یعض بقول الاباطل“

ولذا کانت اھون اھل

لہ دلائل النبوة للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتب العلمیہ برطانیہ ۱۳۱/۶
لہ السیرۃ النبویۃ سید احمد زینی دحلان باب دفاعة عبد المطلب المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۸۳/۱

النار عذابا كافيا الصحاح و
 نفعته شفاعته الشفيع المرتب
 صلى الله تعالى عليه وسلم حتى اخبر
 الى ضحاح على خلافت من سائر
 الكافرين الذين لا تنفعهم شفاعته
 الشافعين ويا ليت لو اسلم
 لكان من افضل اصحاب النبي صلى
 الله تعالى عليه وسلم ولكن قضاء
 الله لا يرد وحكمه لا يعقب و الله
 الحجة السامية ولا حول ولا قوة الا
 بالله العزيز الحكيم وقد قلنا المسئلة
 في بعض فتاوانا و اظهرنا
 بطلان قول من قال باسلامه
 واذا كانت ذلك كذلك ظهران
 الحصر في الشقي المكذب
 ايضا غير مستقيم الى هذا اشار
 القاضى الامام حيث قال لا يمكن
 احبراء هذه الآية على
 ظاهرها و يدل على
 ذلك ثلثة اوجه

احدها انه يقتضى
 ان لا يدخل النار الا الاشقي
 الذى كذب وتولى فوجب في الكافر

سے ملکا عذاب ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہوا
 اور شفیع مرتبی (امید گاہ عاصیاں) صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کی شفاعت نے انہیں نفع دیا تو ان پر
 تخفیف کے لئے انہیں جہنم کے بالائی سرے پر
 رکھ دیا گیا اور یہ مساطر ان کے ساتھ سائے کا فرد
 کے برخلاف ہے جنہیں شفیعوں کی شفاعت کام
 نہ دے گی اور کاش وہ ایمان لاتے تو نبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کے افضل صحابہ سے ہوتے لیکن
 اللہ کا کلمہ نہیں ملتا اور اس کا حکم نہیں بدلتا اور
 اللہ ہی کے لئے تحت بلند اور معصیت سے پھرنے
 کی قوت اور طاعت کی طاقت اللہ عز و جل حکیم کے
 دستے بغیر نہیں اور ہم نے اس مسئلہ کو اپنے
 بعض فتاویٰ میں تفصیل سے بیان کیا اور اب طالب
 کے اسلام کے قائل کی رائے کا بطلان ظاہر کیا ہے
 اور جب یہ بات یوں ہے تو ظاہر ہوا کہ حصر شقی
 مکذب (جھٹلنے والے) میں بھی درست نہیں
 اسی طرح امام ابو بکر نے اشارہ کیا چنانچہ انہوں
 نے فرمایا کہ اس آیت کو اس کے ظاہری معنی
 پر جاری کرنا ممکن نہیں اور اس پر تین وجوہ دلالت
 کرتی ہیں

ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حصر اس کا
 مقتضی ہے کہ جہنم میں وہی کافر جائے گا جو سب
 سے بڑا بد بخت ہو جس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی تکذیب کی پروا اور ان کی سچائی کے دلائل میں نظر سے
اعراض کرنا ہو، تو لازم آیا کہ وہ کافر جس سے تکذیب
و اعراض سرزد نہ ہوا (جیسے ابوطالب) جہنم میں
نہ جائے۔

میں کتابوں میں طبر پر ہم نے اپنے مقالہ کی
تقریر کی اس سے امام رازی کے اس قول کا
ضعف ظاہر ہو گیا جو انہوں نے امام قاضی پر
بطور اعتراض کیا ہے کہ ہر کافر کا نبی کو اس کے
دعویٰ میں جھوٹا ضروری ہے اور اس نبی کے
دلائل صدق میں نظر سے دوگردانی اسے لازم ہے
اور یہ نیکو فکر تاویل جہے بہت سے متاخرین
نے پسند کیا کوئی حاجت پوری نہیں کرتی نہ تشکیل
کو اُکساتی بھاتی ہے اور تم لطافت طبع کو
لازم پکڑو۔

اور ثانیاً اسے گمان کیا کہ وہ آیت جو
اتقی کے بارے میں ہے وہ بھی اپنی ساتھ والی
آیت کی طرح تہذیب تاویل ہے، تو اس کا ارتکاب
کیا جس سے وہ بے نیاز تھے جیسا کہ ہم نے
تحقیق کی۔

اور ثالثاً گمان کیا کہ اس کا اتقی کو
اتقی کی طرف منقول کرنا اسے فائدہ دے گا اور
خفا بخشنے کا اس گمان کی بنا پر کہ اس کے نزدیک

الذی لم یکن سب و
لم یقول انت لا یبدخل
النار الخ۔

قلت و بما قررنا المقال بامت
لك انحصار ما قال الرازي متعقبا
لامام القاضی انت کل
کافر لا بد و انت یکون مکذبا
للنبی فی دعواه و یکون متولیا
عن النظر فی دلالة صدق ذلك النبی الخ
وظهر ایضا انت هذا التاویل الذی
ارفضاه کثیر من المتاخرین و لا یسد
خله و لا یشفی غلة و علیک بتلطیف
القویعة۔

و شرع ثانیاً ان آیه الاتقی
ایضا تفتقر الی التاویل لقرینتها
فادکب ما کان فی منہ و حجة عنه
کما حققنا۔

و شرع ثالثاً ان تاویلہ الاتقی
بالاتقی صما یفیدہ و یغنی شرعاً
منہ انت غیر المتقب الذکور

فِی الْاٰیَةِ لَا یَجْتَنِبُ النَّارَ۔

آیت میں مذکور تقی کے سوا کوئی آتش دوزخ سے نہ بچایا جائے گا۔

اقول ولا یورد علیہ

ما سیظنت ائت آیت۔ مرحمة الله تعالى على العصاة وقد اذنت لهم قواطع ان كثيرا من الفجار والمثقلين بالافواذ والها لكن على الاصرار لا يسمعون حينئذ الناس بمحض مرحمة العزيز العفو وفيض شفاعة الشفيع المختار صلى الله تعالى عليه وسلم اذا التقوى درجات وفنون اولها اتقاء الكفر وهذا يستوي فيه المؤمنون وقد افصح الوعيدة عن مراده اذ قال الاتقي بعض التقي وهو المؤمن انتهى۔

اقول وبه اندفع ما يقرأى

من النقص بالصبيات والمجانين فان المراد بالتقى المؤمن والعسبي ان عقل فاسلامه معقول مقبول و الجنون ان طوره فيستصحب الایمان اسالف والا فينسحب عليه بالحكم الفطرة الاسلامية۔

میں کہتا ہوں اور اس پر وہ سوال وارد نہیں ہوتا جس کا منقرض گمان کرے گا کہ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت گنہگاروں پر کہاں گئی حالانکہ قطعی دلیلیں بتا چکیں کہ بہت سے بد عمل اور گنہگاروں سے بد عمل اور مرتے دم تک گناہوں کے عادی محض رحمت عزیز عفو اور شفیع مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب آتش دوزخ کی پھانک نہ سنیں گے اس لئے کہ تقویٰ کے درجات اقسام میں ان کا پہلا درجہ کفر ہے جس میں برابر ہیں اور ابوبکر نے اپنی مراد ظاہر کر دی کہ اس نے کہا اتقى بمعنى تقى کے ہے اور تقى مؤمن ہے اور

میں کہتا ہوں اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہو گیا جو بچوں اور پاگلوں سے نقص کے ذریعہ اٹھاتا معلوم ہوتا تھا اس لئے کہ تقى سے مراد مؤمن ہے اور بچہ اگر کچھ والا ہے تو اس کا اسلم معقول اور مقبول ہے اور مجنون پر جنون اگر طاری ہے تو شرعاً اس کا ایمان سابق اس کے ساتھ مانا جائے گا ورنہ ان دونوں پر حکم فطرت اسلامیہ جاری (یعنی انہیں بہ حکم مسلمان جانیں گے)۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اقلًا جب اتقى بمعنى تقى کے ٹھہرے اس صورت میں اس لام

لكنی اقول اولًا فہ ما ذا تصنع

باللام الداخلة على الاتقى

کے ساتھ کیا معاملہ کر دے جو اتنی پردہ اعلیٰ ہے
اس لئے کہ اصول میں مقرر ہو چکا ہے کہ لام اگر
عہد کے لئے نہ ہوگا تو استغراق کے لئے ہوگا۔
اور یہ معلوم ہے کہ مومنوں میں وہ ہیں جنہیں عذاب
ہوگا اور وہ انہیں دوزخ سے نہ بچائے جائیں گے
اور یہ سفید نہیں کہ فیصلی سے بچائے آگ میں
جائے کے آگ کا لازم ہونا مراد لیا جائے اس لئے
کہ یہ عذاب (اس دوزخ سے دور کیا جائیگا)
میں خمیر جہنم کی آگ کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ فیصلی
مصدر کی طرف (جس کا معنی آگ میں جانا ہے)
اور جس کا ذہن ان باتوں میں سے بعض کی طرف
پہنچا اس نے عجیب و غریب کام کیا جیسے قاضی
بیضاوی، تو انہوں نے کلام کو اس پر محمول کیا جو
کفر اور گناہوں سے بچے لیکن اس صحر موعود کا
حد گار کو جس کی وجہ سے اتنی کی تاویل کا ارتکاب
کیا جاتا ہے اس لئے کہ فاجروں میں وہ بھی ہے
جو دوزخ کی آگ سے دور رہے گا اور اسے عذاب
نہ ہوگا۔

اور ثانیاً میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان
تمام باتوں سے آنکھ میچی اور آپ کو آپ کے
حال پر چھوڑا کہ کلام کو بدھ چاہئے لے جلیے
مگر آپ لوگ یہاں بھی صفت سے فائل رہے
جس طرح اشقی (جس نے بھٹکایا اور منہ مڑا)

اذ قد تقری فی الاصول انہما امت لہ
تکلیف للعہد فلا یستغفر انّ و معلوم
ان امت المؤمنین من یعذب
ولا یجنب ولا ینفع اذ ان المذوم
بالصلی اذا الکتابۃ للتاودون
الصلی و لقد اخرج من قفطن
لبعض من هذا القاضی البیضاوی
فحمل الکلام علی صحت یقنی
ان کفر و النعاصی اقول نعم
الان یصح الاستغراق و کنت مسی
للمعصرا الموعود الذی یرتکب
لا حیلہ تاویل الا تفتی اذ من الفجار
من یجنب و لا یعذب
کما ذکرنا و علی هذا
یسرہ النقض ایضاً بالصلی
والمجنون۔

واقول ثانیاً اخضنا هذا
حکم و ترکناکم و شاکم
فاذہبوا بالکلام الی ما
تشہیہ انفسکم الا انکم
اغفلتم الصفة ههنا ایضا غفلکم عنها

فِي الْأَشْقَى الذَّكَبَ كَذِبًا وَتَوَلَّى
فَإَمَّا اللَّهُ سَبِّحْهُ وَتَعَالَى لَعْنُ رُسُلِ
الْأَتَقَى إِنْ سَا لَابِلْ خَصْمٌ يَا الذَّكَبَ
يُوثِقُ مَالَهُ يَتَزَكَّى وَصَلِيمٌ إِنْ التَّقَى
الْفَقِيرُ لَا مَالَ لَهُ وَإِنَّهُ مَحْجُوبٌ
هَنْ النَّاسِ لَا شَيْءَ فَإَمَّا كَلَامُ
عَلِيٍّ الْحَصْرُ كَمَا نَزَعْتُمْ فَالْمَحْصَرُ
لَوْ لَيْسَتْ تَقُمُ بَعْدُ وَالْأَفْعَالُ ذَا يُلْجِئُكُمْ
إِلَى التَّوِيلِ وَالْعَدُولِ عَنْ ظَاهِرِ
التَّنْزِيلِ عَنْ هَذَا نَقُولُ إِنْ الْمَوْجِهُ
تَوَلَّى الْحُكْلُفَ وَصَوْنُ الْفُظْيَيْنِ
لَا سِيَّامَا الْأَتَقَى عَنْ التَّغْيِيرِ التَّعْرِيفِ لَا نَعْدَامِ
الْحَاجَةِ فِي أَحَدِي الْآيَاتَيْنِ وَ
أَنْدَقَا عَهَا بِطَرِيقِ اسْتِطْلَافِ
الْأَفْعَالِ كَمَا يَفِيدُهُ الْمَوْجِهُانِ
الَّذَانِ ذَكَرَهُمَا الْقَاضِي الْإِمَامُ
مَعَ مَا شَاهَدَنَا مِنَ التَّوِيلِ
يُرَادُ وَلَا مَعَادَ وَيَقَادُ وَلَا يَنْقَادُ
بَسِيدٌ أَوْ مَسِيدٌ مَيْتٌ
لَعَلَّ الْحَبْدَ الْيُودِيَّ نَامًا
مَوْقِدَةٌ تَطْلُعُ مِنَ الْإِقْدَةِ يُتَقَوَّمُ قَائِلُهَا
وَجَبَّ الْقَاضِي أَيْضًا لِعَكْرِ عَلَيْهِمَا بِشَيْءٍ
فَلَا مَنَاصِي مِنْ تَشْدِيدِ الْأَمْرِ كَأَمَّا

کے معاملہ میں آپ نے صفت سے غفلت کی اس لئے
کہ اللہ تعالیٰ نے اتقی کو مطلق نہ رکھا بلکہ اسے
اس کے ساتھ خاص کیا جو اپنا مال مستحق ہونے
کو راہ خدا میں دسہ اور یہ معلوم ہے کہ اتقی
فقیر کے پاس مال نہیں ہے حالانکہ وہ انکس
دورخ سے بیشک دور رہے گا۔ تو اگر کلام
برسعیل حصر ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا زعم ہے
تو حصر تو اب بھی درست نہیں ہوا اور اگر حصر
پر بنا رہے تو آپ کو تاویل اور ظاہر تنزیل سے
عدول کی طرف کون سی چیز مضطر کرتی ہے اسی
سبب سے ہم کہتے ہیں کہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ
متکلف چھوڑا جائے اور دونوں لغویوں خصوصاً
اتقی کو تصرف و تغیر سے محفوظ رکھیں اس لئے کہ
ایک آیت میں تاویل کی حاجت نہیں اور
دوسری میں مسلک اسلم سے حاجت مندرج
ہو جاتی ہے جیسا کہ ان دو وجہوں نے افادہ
کیا جو قاضی امام نے ذکر فرمائیں باوجودیکہ ہم نے
مشاہدہ کیا ہے کہ تاویل مراد ہوتی ہے حالانکہ
کوئی مفاد نہیں ہوتا اور وہ کھینچی جاتی ہے جبکہ
وہ نہیں کھینچی۔ لیکن میں کیا جانوں شاید بحث
روشن آگ کو بھڑکائے جو دلوں پر چمکے تو کوئی
قائل کھڑا ہو جائے اور کہے کہ قاضی کی مذکورہ
دو وجہوں پر بھی کچھ خبار ہے لہذا ارکان کو مضبوط

و تجدید الادوات علی حسب الامکان۔

فاقول و رقی ولی الاحسان
يستبعد علی الوجه الاول وصفت
الاتقی بانه یجنب تلك النار الکبری
فان مدح اکرم المقوم بانه لیس
أشد ذل المقوم مما لا یستحلح۔

اقول والمخلص الاستخدام
وهو شائع فی فصیح الکلام بل
عدوه والتوسیة اشرف انواع
البديع، بل منهم من قد صه فی
الشرف علی الجميع کما ذکر
الامام العلامة السیوطی و منه
فی القرآن العظیم قوله تعالی
ولقد خلقنا الانسان من سلالة من
طين ثم جعلناه نطفة فی قرار
مکین۔

کرنا اور اشیا کی تجدید بقدر امکان ضروری ہے۔
تو میں کہتا ہوں اور میرا رب ولی نعمت ہے
پہلی وجہ پر اتقی کا یہ وصف بیان کرنا کہ وہ بڑی
آگ سے دور رکھا جائے گا مستبعد ہے اس لئے
کہ قوم کے بزرگ ترین کے لئے یہ کہنا کہ وہ ذیل
ترین نہیں ہے اس میں کوئی طاقت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اور اس سے نجات دہندہ وہ
استخدام ہے اور وہ کلام فصیح میں شائع ہے
بلکہ علماء نے استخدام و توریہ کو بدیع کی سب سے
عمرہ قسم شمار کیا ہے، بلکہ بعض علماء نے استخدام
کو شرف میں تمام اقسام بدیع پر مقدم رکھا ہے
جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے،
اور اس قبیل سے قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا
قول ہے: اور بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی
مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک
مضبوط ٹھہراؤ میں۔

فنا توریہ ابہام کو کہتے ہیں اور اس کی تقریر یہ ہے کہ ایک لفظ کو لیں جس کے دو معنی ہوں
ایک قریب دوسرا بصید۔ اور معنی قریب سے بصید معنی کا توریہ کریں، اور بصید معنی
مراد ہوتے معنی قریب کو صورتی بصید اور معنی بصید کو صورتی بصید علیہ
کہتے ہیں۔

لہ الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والخمسون دار الکتاب العربی بیروت ۱۵۳/۲
لہ القرآن الکریم ۱۳/۲۳ و ۱۲/۱۳

المیراد یا لافسان ابونا آدم علیہ
السلام و یضمیر ولدہ و منه قوله
تعالیٰ اقی امر اللہ فلا
تستعجلوا ۛ

آیت میں انسان سے مراد ہم انسانوں
کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور ضمیر سے مراد
ان کی اولاد ہے اور اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ
کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم آیا تو اسکی
جلدی نہ مچاؤ ۛ

المیراد یا امر اللہ بعثہ محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی
احد الوجوہ فی تاویلہ اخبرہ ابن
مروویۃ عن ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ فی قوله تعالیٰ اقی
امر اللہ قال محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم، والمیراد بالضمیر قیام الساعة قالہ
العلاء بن السیوطی، نفعا اللہ تعالیٰ
بعلومہ، آمین۔

اس آیت میں ایک وجہ پر
امر اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے۔ ابن مروویہ
سنے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول اقی امر اللہ میں امر اللہ
سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔
اور ضمیر سے مراد قیامت کا قائم ہونا ہے، یہ
علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے علوم سے نفع بخشے آمین۔
میں کہتا ہوں اب اگر تم کو جبکہ آپ نے آیت
میں مذکور بارے دوزخ کی سب سے بڑی آگ
مراد لی جو تمام اشقیاء سے بڑھتی کے لئے مخصوص
ہے تو سب دوزخ کو اس سے ڈرانے کا کیا مقصد ہے؟
تو میں کہوں گا کہ مقصد ان شاء اللہ تعالیٰ
یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا شقی کمال شقاوت
اور بڑی جزا اور سخت عذاب کے جس ذریعہ پہنچا اس کا
سبب وہی کفر و عناد ہے اور ہر ناہست اور

اقول فان قلت اذا امر دقم
بالناس اعظم الشیران المخصوص
باشقی الاشقیاء، فیا معنی انذار
سائر الناس منہ قلت المعنی ان شاء اللہ
تعالیٰ ان الاشقی انما یبلغ ما یبلغ
من کمال الشقاء وسوء الجزاء وجہد
البلاء بما ثابرو علیہ من اللداد و

لہ القرآن الکریم ۱۶/۱
لہ الاتقان فی علوم القرآن النسخ الثامن والخصون دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۲/۲

گنہگار ہے جس پر وہ قائم رہا تو اسے لوگوں کا تمیز
 کرنا اگر تم حق کو جانتا تو اسے رنجے رہو جیسا کہ وہ
 بڑا بد بخت بجا رہا کہیں تم بد بختی میں اس کے برابر
 نہ ہو جاؤ تو اس کے عذاب جیسا عذاب پاؤ تو
 یہ آیت اللہ تعالیٰ کے قول ”پھر اگر وہ منہ
 پھیرے تو تم فرماؤ کہ میں نہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے
 جیسی کڑک عذاب و شہد پر آئی تھی“ کے طور پر ہے
 اس لئے کہ عذاب و شہد پر جو مصیبت اتری وہ اس
 طور کے اسرار (دو گونہ) کے سبب اتری تو
 تمہیں کوئی سخت چیز نہ خوف کرتی ہے، اگر تم ان
 انگلوں کی عادت پر جے رہو ان جیسا عذاب پانے
 سے یا سب کے لئے تنبیہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے
 بتایا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا ایک دشمن نہایت
 بد بخت ہو گا اور اس کے لئے نہایت ہر ترین سزا ہے
 اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے، اور اللہ تعالیٰ
 نے اس کی صفات میں سے بھٹانے اور منہ ٹھٹھنے
 کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا تو بجا ہے کہ ہر بھٹانے والے
 کا دل کٹ جائے اور ہر منہ ٹھٹھنے والے کا کلیجہ
 پھٹ جائے اس ڈر سے کہ کہیں وہی نہ سب
 سے بڑا بد بخت ہو جس کی یہ سزا سنائی گئی تو اس
 وجہ سے یہ کیفیت سب لوگوں کے لئے آئی، اس
 نکتہ کو یاد رکھو کہ یہ بادشاہ عظیم فاتح (علم والے
 عقیدہ کو لئے والے جل جلالہ) کی توفیق سے ایک

العناد والاعرار والاستكبار فاحذروا
 انتم يا ايها الناس ان لرحمتي و
 الحق ودمتم كن وامن ان تعاد لوه فب
 الشقاء لتقوا انما كمثل امامه فكانت الآية
 على حد قوله تعالى فان اعرضوا
 فقل انذركم عاقبة مثل عاقبة
 عاد وثمود فانهم انما اصابهم
 ما اصابهم لمثل هذا الا برأى
 فما ذا يؤمنكم امث مضيت على
 ما اصابهم امث تعذبوا بعد اباهم
 او حصل الانعاس بان الله تعالى
 اخبر امث هناك حدودا لشق
 من يوجد وله جزاء ان يسود
 ما يكون والناس غير وارثين الله من هو، ولم
 يذكروا الله تعالى من
 صفاته الا التكنيب و
 ابتول فحق امث بتقطع
 قلب كحل مسكن من وينفلق
 كبد كل متول خوفا وفسوقا
 امث يكون هو هو فمن هذا الوجه جاء
 الانذار لساوا الناس فالتقنه فانه من
 احسن السوانع بتوفيق الملك
 الصليم الفاتح جبل جلاله

اچھا خیال ہے اور یہ تقریر کچھ ویرثانی میں بھی جاری ہے، لیکن یہاں ایک نہایت نئی نکتہ ہے اور وہ یہ کہ ایسے صراحتاً مافیٰ مرقع کے مناسب اسی وقت ہوں گے جبکہ سیاق کلام اس بڑے بد بخت و قابل طاعت کی خدمت کے لئے ہو تو گویا یوں فرمایا گیا کہ یہ شخص شقاوت کے اس درجہ تک پہنچا جس کے آگے سب شقاوتیں وسیع ہیں تو گویا دوزخ میں اس کے سوا کوئی نہ جائے گا، مگر جبکہ یہ کلام تمام کائناتوں کی تخلیق کے لئے ہوا مذمت کے ساتھ یہ قصد بھی ہو تو شاید عذاب کو ایک شخص میں منحصر بنانا مستحسن نہیں، غور کرو کہ یہ مقام غور ہے اور یہ بندہ ناقراں اسی لئے خود کو دوسری وجہ کے بجائے پہلی وجہ کی طرف زیادہ مائل پاتا ہے اور اسی میں بے نیازی اور مطلب کا حصول ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے جو مراد میں عطا فرماتا ہے، پھر میں جب اس مقام تک پہنچا میں نے تفسیر عزیزی اپنے بعض اعتراضات پر دیکھی تو میں نے حضرت مولانا عبد العزیز کو (اللہ تعالیٰ سے) اور انھیں سعادت فرمائے دیکھا کہ وہ اس اعتراض کی طرف متنبہ ہوئے جو درجہ اول پر آنحضرت نے فرمایا اور انھیں متنبہ ہونا ہی چاہئے اس لئے کہ وہ ذکاوت و فطانت کا پہاڑ ہیں پھر اس کے دو جواب دیئے، پہلا تو وہی جو علامہ نے اختیار فرمایا یعنی

وهذا الكلام يجري بعضه في الوجه الثاني ايضا لكن هذا حقيقة غامضة وهي ان امثال هذا المصنف الادعائي انما تناسب المقام اذا كانت سوق الكلام لهذا من هذا الاشقي الملام فكانه قيل انه بلغ من الشقاء مبلغا تضمن محل دونه سائر الشقاوات فكانه لا يلج النار الا هو، اما اذا سبق مساق الاتذار لجميع الكفار او قصد ذلك ايضا مع قصد الذم فلملحه لا يستحسن حينئذ حصر العقاب في رجل واحد، تأمل فانه موضعه والعبد الضعيف لهذا يعبد نفسه اركان الوجه الاول دون الثاني وفيه الفنية و حصول الفنية ، والحمد لله معطى الاسلاف ، ثم لما بلغت هذا المقام رجعت العزیزی بعد ما استعرت من بعض الاعززة فرأيت العزیزی عبد العزیز تجاوزا الله تعالى عنا وعنہ تنبيه لهذا الاستبعاد الذي ذكرته في الوجه الاول وجهي القاضى و حق له ان يتنبه لامنحه العلم في الذكاء والفطنة ، ثم اجاب عنه بجوابين : الاول يقارب ما

وَمَا التَّوْفِيقَ إِلَيْهِ مِنَ الْقَوْلِ وَلَا تَتَّخِذُوا
وَالثَّانِي أَنَّ التَّجَنُّبَ عَنْ
تِلْكَ النَّاسِ الْمَخْصُوصَةِ بِالْكَفَّارِ
إِضَالَهَا عَنْ مَعْرِضٍ عَرِيفٍ وَغَايَةَ الْقَصُوعِ
مُخْتَصَّةً بِالْإِتْقَانِ وَسَائِرُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِنْ كَانُوا
مُجْتَنِبِينَ لَكِنْ لَا كَشْفَةَ أَنْتَهَى مَعْرِتًا.

اقول الوجه الاول وعليه عندي
المعول واقاما ذكر من الوجه الثاني
فليس بشئ عندي وان كان هو المرضي
لدي به حتى اورد الاول بصيغة التقرين
وذلك لان كون التجنب
مقولا بالتفكيك مسلما
مطلقا لاسما التي يمكن ان
يدخلها بعض المؤمنين ومعنى
العرف العريف فيه كما
يسبق عليه ذهب القاصر
انت الذنوب مقتضاها
الاصلي الذي لو غلبت
وطبائرها ما اقتضت الا اياها انما
هو اصابة المجرأ الذي اوعده
به عليها وهذا ظاهر جدا فكل من

استخدام کا طریقہ۔

دوسرا یہ کہ اس نار سے دور رکھا جانا
جو کافروں کے ساتھ خاص ہے اس میں بڑی سخت
ہے اور اس کی آخری حد اتقی کے لئے خاص ہے
اور باقی مسلمان اگرچہ وہ بھی اس آگ سے دور
رہیں گے لیکن اس کی طرح نہیں۔

میں کتا ہوں وہ تو پہل ہے اور میرے
نزدیک وہی مستند ہے، اور دوسری وجہ
ذکر کی وہ میرے نزدیک کوئی چیز نہیں اگرچہ
شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کو دوسری پسند ہے کہ پہلی
کو ایسے صیغہ سے ذکر کیا جس سے اس کے ضعف
کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے کہ نار سے
دور رہنا اس کا کلی مشکل ہونا مطلق نار میں
مسلم ہے جس میں بعض مومن داخل ہو سکتے ہیں
اور تجنب (نار دوزخ سے دور رہنا) میں بڑی
وسعت کا معنی جیسا کہ میرا ذہن قاصر اس کی طرف
سبقت کرتا ہے کہ گناہوں کا وہ مقتضائے پہلی
کہ اگر گناہ اپنی طبیعت کے ساتھ چھوڑتے جائیں
تو اسی کا تقاضا کریں قویہ ہے کہ بندہ کو وہ
سزا ملے جس کی اسے گناہوں پر وحید سزا ملے گی
اور یہ بہت ظاہر ہے، تو ہر وہ شخص جس نے

فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۹۲/۱، مسلم بکد پو لال کنواں دہلی ص ۳۰۴

ایک بار بھی گناہ کیا اللہ تعالیٰ کی پکار کا مستحق ہے اور بندہ کی بکثرت نیکیاں خدا کے غالب و قدیر کو مانع نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ نیکیوں کا نفع تو بندہ ہی کو پہنچتا ہے تو کیسے اللہ تعالیٰ کو اپنے بھلے کے لئے کئے ہوئے کام کا احسان جتانے لگا اور کیونکر اسے سزا کے دستور کو سرے سے باطل کرنے کا ذریعہ بنائے گا، حالانکہ بندہ کو خوب واضح بیان ہے کہ وہ یا گیا ہے کہ جیسا تو کریگا ویسا تجھے بدلہ دیا جائے گا، غایت امر یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں بندہ کی مدت اقامت کو نیک و بد اعمال میں ٹھہرنے کی مقدار پر ہا اعتبار قدر و کیفیت تقسیم کریں تو ممکن ہے کہ اسے آگ اتنی مدت تک چھوئے جو اس کے مقدار عمل کے برابر ہو اور ہم اہلسنت و جماعت (اللہ میں رحمت و شفاعت سے نصیب عطا فرمائے) کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو حق ہے کہ وہ بندہ سے ہر خرم پر براخذہ کرے اگرچہ ضعیف ہو جس طرح کہ اس کو سزاوار ہے کہ ہر گناہ سے درگزر فرمائے اگرچہ کبیرہ ہو اور یہ اس کا فضل ہے اور وہ اس کا عدل مآور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اسی لئے جنت میں مومنین کی آسائش اور جہنم میں کافرو کا عذاب ہمیشہ ہو گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی نیت اور مخفی ارادے کا

اذنب ذنباً ولو مرة استحق بذنبه هذا انت يواخذنا الملائكة جل جلاله ولا تقبض حسنة المتكاثرة على العزيز المقتدر اذ نفع المحسنات انما يعود اليه فكيف يمن على الله تعالى بما عمله لنفع نفسه فكيف يجعله ذريعة الى ابطال منشور المجزاء عن رأيه وقد قيل له يا نفع بيان ان كما تدین تدان ، غایة الامرات یقیم لبثه فی الدارين علی مقدار لبثه فی العملین کما وکیفا فی جوار امت قصته النار بما یعدل هذا المقدار ، وقد اعتقدنا نحن معشر اهل السنة والجماعة من قنا الله بحسنه وتعالى عطا الرحمة والشفاعة انه تبارک وتعالى له ان یواخذ عبداً کل جریرة ولو صغيرة کما انت له ان یتجاوز عن کل کبیرة ، فنصل ذلک عدل وصال الله بظلاله للعبيد۔

ثم ان المولى جل وعلا بغایة عداله وضع الجزاء مشاکلاً للعمل و لذا یدم تنغیم المومن وتعذیب الکافر

اِذْ قَدْ عَلِمَ مِنْ بَيْنَهُمَا وَمَكَنُونَا مَسْتَد
طَرِيْتَهُمَا اَنْهُمَا عَاثَرَا مَانَ عَلٰى اَدَامَةَ
مَا هُمَا مِنْ الْكَافِرِ وَالْاِيْمَانِ حَقِّ لَبُو
دَامُوا فِي الدُّنْيَا لِدَامُوا عَلَيْهِ اِلَّا
تَرَى اِلَى قَوْلِهِ تَعَالٰى "وَلَوْ رَدُّوا لَعَادُوا لَعَا
نَهْوَا عَنْهُ" وَلِذَلِكَ لَمَّا اَنْسَلَخَ اِبُو طَالِبٍ
عَنِ الْكَفَّاسِ بِشَرِّ اَشْرِهِ وَابْتَدَأَ قَدَمِيَّةَ
عَلٰى تِلْكَ الْمَلَةِ الْخَبِيْثَةِ نَجَا الدِّيَانِ
سَبْعُهُ وَتَعَالٰى سَائِرُ بَدَنِهِ مِنْ
النَّاسِ وَسُلْطَةُ الْعَذَابِ عَلٰى قَدَمِيَّةِ
كَمَا فِي حَدِيثِ الشَّيْخَيْنِ وَغَيْرِهِمَا
فَقَضِيَّةُ الْمَشَاكِلَةِ اَنْ مِنْ تَسَاوَتْ حَسَنَاتِهِ
وَسَيِّئَاتِهِ يَسَاوَى لِبَشَّةٍ فِي الْعَذَابِ
بِلَبْسَةٍ فِي دَارِ
الْثَوَابِ وَمِنْ اَذْنِبَ ذَنْبًا وَاحِدًا اِذْ يَنْقَلِبُ
اِثَامُهُ وَمِنْ اَلَمْ يَسِيْئَةَ ثُمَّ اَنْقَلَبَ
عَنْهَا فَجَزَاؤُهُ الْمَشَاكِلُ اِنْ يَدْفِي اِلَى النَّارِ
ثُمَّ يَبْعُدُ عَنْهَا لِيَذُوقَ مِنَ الْقُرْصِ وَ
الْغَمِّ قَدَمِيَّةً مَا ذَاقَ مِنَ اللِّسَانِ
فِي الْمَمَرِ هَذَا حُكْمُ الْعَدْلِ وَحُكْمُ
الْعَدْلِ هُوَ الْاَصْلُ لَكِنْ الْمَوَلٰى الْجَوَادُ الْكَرِيْمُ

علم ہے کہ یہ دونوں اپنی اپنی حالت کفر و ایمان پر
قائم و دائم رہنے کا عزم کئے ہوئے ہیں یہاں تک
کہ اگر دنیا میں ہمیشہ رہتے اپنے حال پر ہمیشہ
رہتے کیا تم اللہ کے فرمان کو نہیں دیکھتے " اور
اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع
کئے گئے تھے " اور جب ابو طالب کفار سے
تمام و کمال جدا ہوئے اور اپنے قدم اسس
نخست طے پر چائے رکھے جو اذیت والے رب
سبحہ و تعالیٰ نے ان کے سارے بدن کو نار
سے نجات دی اور عذاب کو ان کے قدموں پر
مستقر فرما دیا جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث
میں ہے تو عمل و جزا میں مشابہت کا مقتضی یہ
ہے کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اس
کا عذاب میں رہنا ثواب کے گھر میں رہنے کے
برابر ہوا، جو ایک گناہ کرے وہ اس کا عذاب
چکے اور جو برائی کے قریب جائے پھر اس سے
جدا رہے تو اس کی جزا مشابہ عمل یہ ہے کہ
وہ نار کے قریب کیا جائے پھر اس سے دور
رکھا جائے تاکہ ظلم اور گھبراہٹ کا مزہ ادا نہ
گناہ میں لذت کے بقدر چکے، یہ حکم عدل ہے
اور حکم عدل ہی اصل ہے، لیکن جو دو کرم والے

سُورَةُ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ ۲۸/۶

سُورَةُ صَحِيْحُ الْبَخَارِيِّ كِتَابُ الْمَنَاقِبِ بَابُ قَصْدِ ابْنِ طَالِبٍ قَدِيْمِي كِتَابُ خَاذِرِ كِرَاجِي ۵۳۸/۱
صَحِيْحُ مُسْلِمٍ كِتَابُ الْاِيْمَانِ بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَابْنِ طَالِبٍ ۱۱۵/۱

الذی "کتب علی نفسه الرحمة" وجعل لها السبقة علی الغضب منة ونعمة تشفع اليه شفیعات رفیعان وجیران جیبیان لا یردان ولا یخبیان رحمة الکاملة العامة الشاملة وهذا السبب الکریم المبعوث من المحرم بفیض الجود والکریم صل الله تعالی علیه وآله وبارک وسلم فوعد بالطاف جمیلة ورحمات جمیلة فضلا من لدیه من دون وجوب علیه "و حاشاؤا انت" يجب علیه شیء "وهو یجیر ولا یجبار علیه" و بشر أن المحسنات ینزلن السیئات "وان اللهم معفو عما شاء الله تعالی ان یرک واسم المَغْفِرَة" و انت الله تجاونا عما همت به انفسنا ما لم نعمل او نکلّم و انت من تعادلت کفنا و لم یدخل النام و انت لا یهلك علی الله الامام و متسمد و هذا حکله تفصل و تکرر من المولى الحق جلیل

مولی نے اپنے اوپر رحمت کو لازم فرمایا اور اس کے لئے غضب پر سبقت رکھی اپنے کرم و احسان سے اس سے سفارش کی جو رفعت و جہالت والے و پیارے شفیعوں سے جو نہ پھیرے جائیں نہ محروم ہوں ایک اللہ تعالیٰ کی رحمت تمام و عام اور دوسرے یہ نبی کریم جو جرم سے فیض جو دو کرم کے ساتھ مبعوث ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جلیل مہربانیوں اور حبیل رحمتوں کا وعدہ فرمایا محض اپنے فضل سے نہ اس سبب سے کہ اس پر کچھ واجب ہے اور وہ اس سے منزہ ہے کہ اس پر کچھ واجب ہو حالانکہ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے غلات کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور اس نے غوث مجری دی کہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں اور یہ کہ لم (ارادة غناه) پر ہیں معافی لئے دی گئی بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ان باتوں سے درگزر فرماتا ہے جن کا انادہ ہمارے نفوس کرتے ہیں جب تک ان کو انجام نہ دیں یا انھیں شہولیں اور جس کے دونوں بچے برابر ہوں گے وہ نار میں نہ جائے گا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف نہایت کرشمہ برآنا فرمان ہی ہلاک ہو گا

۱۰ القرآن الکریم ۲۳/۸۸
۱۱ " " " ۵۱/۳۲

۱۲ القرآن الکریم ۹/۱۲
۱۳ " " " ۱۱/۱۱۵

(یعنی کافر) اور یہ سب مولے سخی کریم کا فضل و کرم ہے۔ اس کی نعمتیں جلیل ہیں اور اس کے احسان بہیم ہیں، اور اس کے لئے عہد ہے جیسی وہ چاہے اور پسند فرمائے، اور وہ شخص جس نے گناہ کیا یا گناہ کے پاس جا کر رک گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے نار سے دور رکھا تو اسے اس کے استحقاق کی بہت سے اُس کے عمل کی جزا دینے کو دور رکھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تھے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کو بخشے والا ہے ان کے ظلم کے باوجود بگو مغفرت کا معنی یہی ہے کہ صاحبِ حق اپنے حق کو لینے سے کل یا بخود ہی طور پر درگزر کرے تو یہ نار سے قریب کر کے اس سے دور رکھتا ہے اور نار کی طرف لیجا کر اس سے بچاتا ہے اس کے باوجود اس میں تہوں کا تفاوت ہے بسبب کہ پوشیدہ نہیں مگر جو کھوئی کی سب سے آخری حد تک پہنچ گیا یہاں تک کہ ہر نا پسندیدہ بات سے دور رہا اور خلق سے غائی اور حق پر باقی ہو گیا اور اس کی شان معصیت کے ارتکاب سے اور رخن کے بغرض کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے سے بلند ہو گئی تو محال ہے کہ ایسے شخص کو نار سے علانیہ ہو یا نار کو اس سے کوئی تعلق ہو خصوصاً وہ متقیوں کا متقی اور سارے اصفیاء سے زیادہ

(الاء وتوالت نعماءه و لہ الحمد کما یحب و یرضی فکل من اذنب او اثم ثم جنبہ المولف النار فانما جنبہ علی استحقاق منہ لجزاء ما عملہ کما قال تبارک و تعالیٰ ان یربک لذن ومغفرة للناس علی ظلمہم بل لا معنی للمغفرة الا تحبوا و صاحب الحق عن استیفاء حقہ کلاً او بعضاً فہذا تجنیب بعد تقریب و انجاء بعد الرجاء مع ما فیہ ایضا من تفاوت الرتب کما لا یخفی اما الذی بلغ من التقوی غایتہ القصوی حتی تنزه عن کل ما یسکرہ و فنی عن الخلق و بقی بالحق امر تفع شانہ عن اتیان عیبات و نظرو بالرضی الخ ما یبغض الرحمن فہذا اصحاب ان یکون من الناس فی شئی او الناس منہ فی شئی لاسیما اتقی الا تقیاء و اصفی الا صفیاء

الذی لہ یزل من الحق بعین
الرضا فی جمیع احوالہ کو لہ یسوء
الذی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم
فعلة من افعالہ فذاک العبد
ذاک العبد کلت اللسان عن شروح
کمالہ وتاہت العقول فی تہ جلالہ
جالت وعالت فبقیت تکبو ثم
مرجعت فسلت فقلت هو هو
فغایة القول فیہ أنه اولی العباد
وأول المراد بقول الجواد " ان
الذین مہت لہم متا الحسنی
اولئک عنہا بعدون لا یسمعون
حسبہا وہم فیما اشتہت انفسہم
خالدون لا یحزنہم الفزع الاکبر
وتلقہم الملائکة ہذا یومکم الذی
کنتم توعدون " ہذا معنی العوض
العریض للتجنیب من مطلق الناس
علی حسب ما یطیقہ البیان ولا یتاقی
مثله فی الناس المخصوصة
بالکفار اذ انما هم جہود
الکفر والمؤمنون کلہم متساوون
فی التباعہ عنہ اذ الکفر والایمان
لا یزیدان ولا ینقصان

صاف یا مل جس کے تمام احوال پر حق کی چشم رضا
رہی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس کا
کوئی کام بڑا نہ لگا تو یہی وہ خدا کا بندہ ہے یہی
وہ خاص بندہ ہے زبانیں جس کے کمال کو بیان
کرنے سے عاجز ہیں جس کی عظمت کے صوا میں
عقلیں گم ہیں اس میں عقلیں دوڑیں اور گھومتی
پھر پھر گھومتی پڑتی رہیں پھر لوٹیں تو ان سے
پوچھا تو بولیں وہی ہے تو اس خاص بندہ کے
بارے میں آخری بات یہ ہے کہ وہ سارے بندوں
سے اولیٰ اور خدا کے جوار کے قول بیشک وہ
جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے
دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی پھٹک نہ سنیں گے
اور وہ اپنی من مانی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے
انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھڑا
اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے
تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا کی پہلی
مراد ہے مطلق ہمارے دور رکھنے میں جو بڑی وسعت
ہے اس کا مقدور بیان کے مطابق یہ معنی
ہے اور ایسی بات اس ناس کے بارے
میں نہیں بنتی جو کفار کے ساتھ مخصوص ہے
وہ تو کفر کی سزا ہے اور تمام مسلمان اس ناس
سے دور رہنے میں برابر ہیں اس لئے کہ کفر و
ایمان یہ دونوں وصف گھٹتے بڑھتے نہیں ہیں اور یہ

مسئلہ (کفر و ایمان کا کم زیادہ نہ ہونا) اجتماعی ہے اور اختلاف لفظی ہے تو ضروری ہے کہ مسلمان کفر کی سزا سے دور رہنے میں بھی برابر ہوں۔ دیا اللہ تعالیٰ کا قول "اس من دین وہ ظاہری ایمان کی بہ نسبت کہیں کفر سے زیادہ قریب ہیں" تو باعتبار ظاہر کے ہے اس لئے کہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: "اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں؟" مطلب یہ ہے کہ منافقین ظاہری طور پر ایمان والے بنتے تھے تو ان کے دلوں میں ٹھپی بات ہے بے خبر یہ گمان کرتا تھا کہ وہ مسلمان ہیں چونکہ منافقین کفر سے دوری ظاہر کرتے تھے پھر جب وہ مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہو گئے اور بولے کہ "اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے" ان کا پردہ فاش ہو گیا اور گمانوں پر غالب ہو گیا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں اس احتمال کے ساتھ کہ منافقوں کی یہ بات سسختی اور آسائش کی زمین پکڑنے کی وجہ سے ہو تو قرب اور بعد کا یہ معنی ہے یا کفر و ایمان سے مراد صاحبان کفر و ایمان ہیں اس لئے

المسئلة اجتماعية والنزاع لفظي
فوجب ان يتساووا في البعد
عن جزاء الكفر ايضا، واما
قوله تبارك وتعالى "هم
للكفر يومئذ اقرب منهم للايمان"
فهذا بالنظر الى الظاهر اذ
الآية في المنافقين لقوله تعالى
"يقولون يا فواهم بما ليس في
قلوبهم والله اعلم بما
يكتُمون" يعف عنهم كانوا
يتظاهرون بالايان فيظن
المجاهل بما في السرائر انهم
مؤمنون لما كانوا يتباعدون
بالسنة عن الكفر ثم
لما انخلوا عن عسكر المؤمنين
وقالوا "لو نعلم قاتلا لا تبعدنا كذا"
تخرق الحجاب وغلب على
الظنون انهم ليسوا بمؤمنين
مع تجويز ان يكون هذا القول
منهم تكاسلا واخلادا الى ارض
الدعة فهذا معنى القرب والبعد
او المراد بالكفر والايان اهلوهما

کو منافقوں کا مسلمانوں کے گروہ کو کم کرنا مسلمانوں کے
لشکر سے جدا ہو کر مشرکوں کو تقویت دینا ہے ایسا ہی
مفسرین نے فرمایا ہے، یہ ہے وہ جو میری رائے ہے
واللہ تعالیٰ اعلم۔

خلاصہ یہ اب تحقیق کی ہر باتیں چلیں اس پر کہ وجہ تو
یہی ہے کہ وہ نون لفظوں کو ان کے ظاہر پر رکھا جائے
اور تیس حاجت صرف دو امر کی ہوگی اور ان میں سے
کوئی نہ تکلف کے شمار میں ہے نہ تغیر کی گنتی میں۔
پہلی بات یہ کہ یہاں نامہا "مگرہ تعظیم کے لئے
ہے اور یہ اسلوب جیسا کہ تم جانتے ہو قرآن و حدیث
اور قدیم و جدید کلام فصیح میں شائع ہے اور تنظیف
(انگل کی جھڑک) مطلق کو فرد کامل پر محمول کرتے ہوئے
سخت ترین بھڑکنے کے معنی میں لیا جائے اور یہ
بھی خوب شائع ہے۔

اور دوسری بات استہزام،
اور وہ جیسا کہ تم نے سنا اقسام بدیع میں سب
سے اعلیٰ ہے یا بخلا اعلیٰ اقسام کے ہے یا
ضمیر کو نفس موصوف کی طرف بلا لحاظ صفت و ثنائیں
اور یہ تاویل سے کوئی نگاؤ نہیں رکھتا۔ عسلا وہ
بریں جاری عرض تو آیت اتقی سے ہے اور
اس میں قطعاً تاویل کی گنجائش نہیں، اسی طرح
تحقیق چاہئے اور اللہ تعالیٰ توفیق کا مالک ہے
اور ساری خریاں اللہ کے لئے جو مالک ہے
سب جہانوں کا۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی اور تم نے اس کے

اذ تظیلہم سواد المؤمنین بالانعزال
عنہم تقویۃ للمشرکین کذا قال المفسرون
هذا اما عندی، واللہ سبحنہ و
تعالیٰ اعلم۔

و بالجملہ فقہیت نسائم التحقيق
علی ان الوجه ابقاء اللفظین علی
ظاہرہما و انما تحتاج الی امرین لا یعد
شیئ منہما تکلفاً ولا تغیراً۔

الاول ان تنکیرنا را التعظیم و
ہو کما تری شائع فی الکلام الفصیح
قرانا و قد یا و حدیثا و اخذ التلخیص بمعنی
اشد ما یکون حملاً للمطلق علی فردہ
الکامل و هو ایضاً منتشر مستطیر۔

والثانی الاستخدام و هو

کما سمعت اعلیٰ او من اعلیٰ
انواع البیدیع او ارجاع التغیر
الی نفس الموصوف محبوسہ
عن الصفة و هذا لیس
من التاویل فی شئ
علی ان فرضنا یتعلق
بأیة الاتقی ولا ماغ فیہ لتاویل بنا و قطعاً
ہکذا ینبغی التحقيق واللہ ولی التوفیق والحمد
للہ رب العالمین۔

اذا و عیت هذا و دیت ما فیہ

وَأُثْقِلَتِ السَّمْعُ وَأُثْقِلَتِ نَبِيَّهِ هَات
عَلَيْكَ الْجَوَابَ عَنْ هَذِهِ الشَّبْهَةِ الْأُولَى
بِوُجُوهٍ .

الْأَوَّلُ ظَاهِرُ اللَّفْظِ وَاجِبُ الْحِفْظِ
الْأَبْضَرُ وَاجِبُ الْفُورَةِ .

الثَّانِي مَا مَالُوا إِلَيْهِ لَمْ يَزِدْ
إِلَّا قَدْ خَافُوا جِبَابَ أَنْ تُضْرِبَ عَنْهُ
صَفْحًا ، وَابْوَعْبِيدَةُ فَيَسْمَاعِي
لَا أَصَابَ وَلَا أُغْنِي فُكَيْفَ نَتْرَكَ ظَاهِرَ
قَوْلِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ ، تَعَالَى بِقَوْلِ رَجَبِ
لَمْ يَكُنْ مَعْصُومًا وَلَا مَحْبَابِيًا ،
لَا تَابِعِيًّا وَلَا سَتِيًّا ، لَا مَحْبَبِيًّا غَفِ
مَا طَلَبَ وَلَا مَجْدِيًّا غَفِ مَا إِلَيْهِ
هَرَبَ .

إِيهَا النَّاسُ إِنِّي سَأَلْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ
فَهَلْ أَنْتُمْ مَخْبُورُونَ أَمْ أَنْتُمْ لَسُو
أَنَّ الْآيَةَ وَرَدَتْ بِلَفْظِ التَّقَى وَفُسِّرَتْ
بِالْإِتْقَانِ ابْوَعْبِيدَةُ الْغَفْوَى فَتَقْلَقْنَا بِقَوْلِهِ
وَنَدْبْنَا كَرَامَاتِ قَبُولِهِ مَاذَا كُنْتُمْ
فَاعْلَمِينَ نَكُنِ الْأَنْصَافَ شَيْءٌ عَزِيزٌ
لَا يُؤْتَى إِلَّا إِذَا حَظَّ عَظِيمٌ .

الثَّالِثُ سَلَّمْنَا كَوْنَهُ فِي
الْآيَةِ وَجْهًا وَجِهًا لَكِنْ هُوَ الْوَجْهَ
فِيهَا بِلَ وَجْهًا هُوَ الْأَدْنَى وَالْأَجَلُ

مَضْمُونِ كَوْنِهِ لَوْ تَمَّ نَعَى كَانِ دَهْرًا أَوْ تَمَّ ذَمُّهُ
تَوَقُّعِ اسْمِ بِلَ شَيْبَةٍ كَا جَوَابِ بَعْدَ وَجْهٍ
أَسَاكِنَ .

پہلی وجہ یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی
کہ مخالفت واجب ہے یعنی لفظ کو ظاہر سے
پھیرنا جائز نہیں مگر یہ ضرورت ، اور ضرورت کہاں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جس تاویل کی طرف
لوگ مائل ہوئے اس سے تو قیامت ہی زیادہ
ہوتی تو ضرور ہو اگر ہم اس سے منہ پھریں اور ابوعبیدہ
سے جو پاپڑ بیٹے اس کا دشمن ہیں وہ نہ صاحب کو پہنچا
اور نہ کوئی مفید بات کہی تو ہم اللہ تعالیٰ کے قول کے
ظاہری معنی کو ایسے شخص کے کھنڈے سے کیسے چھوڑیں
جو نہ معصوم تھا نہ صحابی تھا نہ تابعی نہ ششی ،
نہ اپنے مطلب میں وہ اب کو پانے والا نہ اپنے
مغر میں نفع بخش۔

اسے لوگو! میں تم سے ایک بات پوچھوں تو
کیا جواب دو گے ، مجھے بآءِ اگر آیت لفظ تقی
کے ساتھ وارد ہوئی اور ابوعبیدہ لغوی اسے اتقی
سے تفسیر کرتا تو ہم اس کے قول سے چٹ جاتے
اور تمہیں اسے قبول کرنے کی دعوت دیتے اب تم
کیا کرتے ، لیکن انصاف کیا ب ششی ہے اور
بڑے نصیب والے ہی کو ملتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے آیت میں
اس کا وجہ وجہ ہر نامان لیا ، مگر آیت میں کیا
یہی وجہ ہے ، بلکہ ہماری وجہ واضح تر اور زیادہ

ولا تنافي بين نجات التقي ونجات الاتقي
والقرآن محتج به على كل تاويل
واحد الوجهين يوجب التفضيل
والوجه الآخر لا يتأفيه فوجب
القبول والقول بما فيه

ولذلك تورع

علماؤنا رحمهم الله تعالى لم
يزالوا محتجين بالآية الكريمة على
تفضيل العتيق الصدوق رضي الله تعالى
عنه وهم ادرى منا ومنكم بما قاله
ابو عبيدة وغيره ثم هذا لم يقعدهم
عن سلوك تلك المسالك ولم يتكر عليهم
احد ذلك فثبت ان مقصودنا بحد الله حاصل
ومزعموكم بحول الله باطل والمحمد لله رب
العالَمين اياك نرجوا وبه نستعين

الشبهة الثانية ما نقله

المولى الفاضل استاذ افاضى عبد العزيز
بن ولي الله الدهلوى صاحبنا الله واياها
بلطفه الخفى وفضله الوفى فى تفسير
فتح العزيز بعد ما ذكر استدلال اهل السنة
والجماعة بالآية الكريمة على الطريق
المشهور بين علماء الدهور قال وقالت
اهل التفضيل ان الاتقى معمول على
التقى منسوخ عن معنى التفضيل اذ لولا
لشمل باطلاقه النبي صلى الله تعالى

روى عن اتقى وراتقى كنجاة من كوفى منافات بينهما
سے اور قرآن ہر تاویل پر مجتہد ہے، اور دو جہوں
میں سے ایک تفضیل کی مقتضی ہے اور دوسری
اس کی منافاتی نہیں تو قبول کرنا اور اس وجہ کے
مضمون کا قائل ضروری ہے۔

اسی نے چارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کو
دیکھتے ہو کہ وہ اس آیت سے سیدنا عتیق صدیق
کی فضیلت پر دلیل لاتے ہیں حالانکہ وہ اہل بدعت و غیر
کے کلام کو ہم سے اور تم سے زیادہ جانتے ہیں
پھر بھی علماء کو اس بات سے ان مسالک پر چلنے
سے نہ روکا، نہ کسی نے اس مسلک کو ناپسند کیا۔
اب ثابت ہو گیا کہ ہمارا مقصد بحد اللہ حاصل ہے
اور تمہارا زعم اللہ کی قدرت سے باطل ہے اور سب
طریاں اللہ کے لئے ہیں جو مانگ ہے اس جہاں کا
ہم اُسی سے امید رکھیں اور اسی سے مدد چاہیں۔
دوسرا شبہ یہ ہے جو میرے استاذ الاستاذ
و مولائے فاضل عبد العزیز بن ولی اللہ دہلوی رحمہ
تعالیٰ ہیں اور انہیں اپنے لطف خفی اور فضل
کامل سے معاف فرماتے) نے تفسیر فتح العزیز
میں اس آیت کریمہ سے اہل سنت و جماعت
کے استدلال کو مٹانے زمانہ کے درمیان مشہور
طریقہ پر ذکر کرنے کے بعد نعل فرمایا انہوں نے
فرمایا کہ تفضیل نے کہا کہ اتقى بمعنی تقى ہے اور
وہ (اسم تفضیل) معنی تفضیل سے مجرور ہے
اس لئے کہ اگر یہ معنی نہ ہو تو اسم تفضیل کے اطلاق

عینہ وسلم فیلزم ان یکون الصدیق اتقی منه
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو باطل قطعاً بالاجماع
قال و اجاب اهل السنة والجماعة
ان حمل الاتقی علی التق
یخالف المساکن العربی والقرآن
انما نزل بها فحملہ علی ما لیس
منہا غیر صدید وما ذکرنا من
الضرورة مندفع یا من الکلام
فی سائر الناس دون الانبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام لما علم
من الشریعة ان الانبیاء اعلیٰ کرامة
واشرف مکانة عند اللہ تبارک وتعالیٰ
فلایقاسون بسائر الناس ولا یقاس
سائر الناس بہم فعرف الشریع حیث
جریان الکلام فی مقام التفاضل والتفاوت
الدرجة یخص امثال هذا اللفظ بالامنة
والتخصیص العرفی اقوی من التخصیص
الذکری کقول القائل خیر القمہ احسن خبز
لہ یفہم منہ تفصیلہ علی خبز اللوز لأن
استعمالہ غیر مقاسر من وهو خاسر من
المیاجث اذا الکلام انما انتظم
الحبوب دون الفواکس وهذا
کلامہ فی التفسیر الفارسی
اور دنا نفلاً بالمصنئ.

سبب صدیق کی فضیلت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو شامل ہوگی تو لازم آئے گا کہ صدیق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے اتقی ہیں اور یہ قطعاً اجتماعی طور پر باطل ہے۔
شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعت
نے جواب دیا کہ اتقی کو تقی کے معنی میں لینا عربی زبان
کے خلاف ہے اور قرآنی تو اسی میں آتا تو ایسے
طریقہ پر محمول کرنا جو زبان عربی کے دستور میں نہ ہو
صحیح نہیں ہے اور جو ضرورت تفصیل لے ذکر کی وہ
مندفع ہے، اس لئے کہ کلام انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام کو چھوڑ کر باقی لوگوں میں سے ہے کیونکہ
شرعیات سے یہ معلوم ہے کہ انبیاء کی عظمت سب سے
زیادہ اور ان کا مرتبہ بلند ہے تو انہیں باقی لوگوں پر قیاس
نہ کیا جائے گا نہ باقی لوگ ان پر قیاس کئے جائیں گے
تو شریعت کا عرف مقام فضیلت اور تفاوت
راتب کی جاری گفتگو میں ایسے الفاظ کو اُمت
کے ساتھ خاص کر دینا ہے اور تخصیص عسری
تخصیص ذکر سے زیادہ قوی ہے جیسے کوئی
کچے گریہوں کی روٹی سب سے اچھی روٹی ہے،
اس سے گریہوں کی روٹی کی فضیلت بادر
کی روٹی پر نہ سمجھی جائیگی اس لئے کہ اس کا استعمال
متعارف نہیں ہے اور وہ بحث سے خارج ہے
اس لئے کہ کلام اناج کو شامل ہے ذکر میوؤں کو۔
یہ شاہ عبدالعزیز کا تفسیر فارسی میں کلام تھا جس کے
معلوم کو ہم نے نقل کیا۔

اقول وبالله التوفيق أما
ما ذكر من ان هذا يخالف
الصفات العربية فممتوع ومذموم،
الاترى ان قوله تعالى هو الذي
يبدؤ الخلق ثم يعيده وهو
اهون عليه وليس شئ اهن
على الله تعالى من شئ و
المعنى في نظر كم على احد
تاويلات في عني و لعن
المؤمنين في القران
والقوله تعالى اصحاب
الجنة يومئذ خير مستقرا
واحسن مقيلا ولا خير
للغير ولا حسن لأهل الضل
لولاية جارية على سبيل
التهكم بهم كما قال
المفسرون نكت الأعراف

میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے
یہ وہ بات جو شاہ صاحب نے ذکر کی کہ یہ
(القی یعنی نفی ہونا) ممنوع و مذموم ہے
کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کا قول اور وہی
ہے کہ اول بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بناتا ہے
اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہئے
حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز دوسری چیز
سے زیادہ آسان نہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کو
ہر چیز پر یکساں قدرت حاصل ہے) اور
آیت کا مطلب یہ ہے کہ دوبارہ بنانا تمہاری
نظر میں زیادہ آسان ہونا چاہئے اور یہ عینی
و لعن جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویلات
میں سے ایک تاویل کا بنا پر ہے اور کیا تم نہیں
دیکھتے اللہ تعالیٰ کا یہ قول "جنت والوں کا اس
دن (سب سے) اچھا ٹھکانا اور حساب کی
دوپہر کے بعد (سب سے) اچھی آرام کی جگہ"
حالانکہ غیر کے لئے نیر نہیں اور خساد والوں کیلئے

عہ آیت کا ترجمہ ہم نے کنز الایمان سے نقل کیا ہے اور بریکٹ میں دو جگہ لفظ "سب سے" بڑھا دیا ہے تاکہ اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ خیر احسن کا اسم تفضیل کے لہذا سے اصل ترجمہ
اس طرح ہونا چاہئے تھا، مگر قرینہ حالیہ کے سبب صحیح ترجمہ وہ ہے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کیا اور
اس سے ظاہر ہے کہ یہاں خیر و احسن کا حقیقی معنی تفضیل والا نہیں۔ آلہ ہری غفرلہ

لہ القرآن الکریم ۲۴/۳۰

لہ " " ۲۳/۲۵

الافعل حقیقتہ فی التفضیل و
ولایصار الی الانسلاخ عنہ الا
لضرورة دعت بقریۃ قامت کما فی
الایتین التین تلونا وحیث
لا ضرورة ولا قرینہ کما نہمت
فیہ لانقول بہ والمصیر الیہ
اشیہ بالتحریف منہ بالتفسیر
کما قد حققنا ہذا المقصد
یکف للرد علیہم ، واما
ما ذکر من حدیث التخصیص
عسفا فجرع منہ علی
تسلیم ما ادعی الخصم
من ان اللفظ بصیغۃ
یشمل الانبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام وان بغیت الحق
المرجوح فلا شمول ولا خصوص
لأن الاطلاق انعم عم افرادہ
وہم المفضلون المرجحون
دون المرجوحین المفضل
علیہم .

وسرالمقام بتوفیق الملک
السلام انت الافضل لا یدلہ
من مفضل و مفضل علیہ والمفضل
علیہ ینذکر صریحا اذا استعمل مضافا او بعد
اما اذا استعمل باللام فلا یومر بکلام

کوئی اچھائی نہیں ، یا آیت کفار سے استہزاء کے
طور پر جاری ہے ، جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے
لیکن اصل بات یہ ہے کہ اسم تفضیل کا معنی
حقیقی تفضیل ہے اور تفضیل سے مجرد ہونے
کی طرف بغیر ضرورت داعیہ پر سبب قرینہ
قائم نہ پھرے گی جیسا کہ ان دو آیتوں میں جو ہم نے
تلاوت کیں اور جہاں نہ ضرورت ہو اور نہ قرینہ
ہو وہاں ہم تفضیل سے مجرد ہونے کا قول نہ کر سکتے
اور اس طرف پھرنا تفسیر کی بنیست قرینہ سے
زیادہ مشاہدہ ہے جیسا کہ ہم نے تحقیق کی اور اس
قدر ان کے رد کے لئے کافی ہے ، اور یہی وہ
تخصیص عربی کی بات جو شاہ صاحب نے ذکر
فرمائی تو ۔۔۔ کی کا وہ دعویٰ کہ لفظ اپنے صیغہ
کے سبب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی
شامل ہے تسلیم کرنے کی تقدیر پر جاری ہوئی اور
اگر تم حق حکم کو چاہو تو نہ شمول ہے نہ خصوص ہے
اس لئے کہ اتنی اسم تفضیل اگر عام ہے تو
اپنے افراد کو عام و شامل ہے ۔ اور اس کے
افراد وہ ہیں جنہیں فضیلت و ترجیح دی گئی نہ کہ
وہ مرجوح ہی پر وہ سرور کو فضیلت دی گئی ۔

اور اس مقام میں علم والے بادشاہ
کی توفیق سے راز یہ ہے کہ افضل کے لئے ایک
مفضل اور دوسرا مفضل علیہ لازم ہے اور جب
اسم تفضیل اخانت کے ساتھ یا من کما تہ
مستعمل ہو تو مفضل علیہ حراۃ مذکور ہوتا ہے

لیکن جب اسم تفضیل المثل لام کے ساتھ آتا ہے تو اس میں مفضل علیہ کلام میں ذکر نہیں کیا جاتا لیکن لام تعریف بر سبیل عمدہ مفضل علیہ کی طرف مفضل کی طرف اشارہ کے ضمن میں اشارہ کرتا ہے اس لئے کہ کوئی ذات جس کو دوسرے پر فضیلت ہو جیسا کہ صیغہ افعل کا مفاد ہے بغیر لام تعریف کے اسی وقت متعین ہوگی جب مفضل علیہ متعین ہو تو اس کی تعین مفضل علیہ کی تعین کو مستلزم اور جب کہ تعین ہر اثر موجود نہیں تو بال کار حکماً تعین مانتا ہے اور شرع مطہر میں بعض اشیاء کی تفضیل دوسرے اشیاء پر معروف ہے نہ کہ اخبار کرام عظیم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت ہو تو نہ تکلم کی مراد ہوتی ہے نہ مخاطب ہی یہی سمجھتا ہے اب انبیائے کرام عوم میں داخل ہی نہیں کہ اس سے مستثنیٰ کئے جائیں اس کلام میں خود کہہ، بیشک یہ وقتی ہے اور میں اپنی سمجھ سے یہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے خود کے عالموں کی تصریح اپنے قیچہ فکر کے مطابق دیکھی و قد الحمد۔

حضرت بلند مرتبت نور اللہ والہ الدین جالی قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے فرمایا اسم تفضیل کی وضع شے کی غیر پر فضیلت بتانے کے لئے ہے، لہذا اس میں غیر جو مفضل علیہ کا ذکر ہو نا ضروری اور من اور اضافت کے ساتھ تو مفضل علیہ کا ذکر ہونا ظاہر ہے۔ رہا لام

ولكن الام لا تشير اليه على سبيل العهد في ضمن الاشارة الى المفضل لان ذاتا ساله المفضل كما هو مفاد لفظ افعل بلا لام لا تعين الا وقد تعين المفضل عليه فعهدا يستلزم عهده واذ لم يكن هناك عهد في اللفظ فالمسير الى العهد العكسي وقد عهد في الشروع المطهر تفضيل بعض الامة على بعض لا تفضيلهم على الانبياء الكرام فلا يقصد التكميل ولا يفهم السامع فلم يبدخلوا حتى يخرجوا تأمل، انه دقيق، وقد كنت اظن هكذا من تلقاء نظري الى امر ايت علماء النحو صرحوا بما ابدع فكرهم والله الحمد۔

قال المولى السامى نور الملة والدين الجامى قدس الله تعالى سره وضعه لتفضيل الشئ على غيره فلا بد فيه من ذكر الغير الذاع هو المفضل عليه وذكره مع من والاضافة ظاهراً وامتاً مع

تعریف کے ساتھ تو مفضل علیہ السلام کے حکم میں ہے اس لئے کہ لام تعریف سے ایک معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو لفظ میں مذکور یا حکم میں موجود مفضل علیہ کی تعین سے متعین ہوتا ہے جیسے کہ اگر کوئی شخص زید سے افضل مطلوب ہو تو تم کہو کہ عمرو افضل ہے (لام تعریف کے ساتھ) تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جسے ہم نے زید سے افضل کہا عمرو ہے، تو اس بار پر صیغہ افعل بتفضیل میں لام عہد (تعین) ہی کے لئے ہو گا انتہی۔

قلت (میں نے کہا) مقصود کی تنقیح اس بحث کی تحقیق کے ذریعہ تفضیل کو چاہتی ہے جس سے ہم بے نیاز ہیں (دو لطیفے) جس طرح اسم تفضیل کے بارے میں فاضل جامی نے تصریح کی، ایسی ہی تصریح رضی اللہ عنہ نے بھی کی جس کے شہر میں اس کے زمانے میں اسی کی بیچ و خو پر عمارت قائم ہوئی، مگر ہم نے اس کا کلام نقل کیا اس لئے کہ اس کے دل پر ایسی آفت ہے جس کی حد نہیں ہے اس کو سمجھا جو سمجھا، پھر فاضل مولانا نے بعض گرامی قد اکابر سے ایک اور جواب نقل کیا اور شاید ان کی مراد ان کے والد ہیں اور وہ یہ کہ اتنی اس جگہ اپنے معنی پر ہے یعنی جو تقویٰ میں اپنے

اللام فهو في حكم المذکور ظاهرًا
لانه يشار باللام إلى
بتعيين المفضل عليه مذکور قبل
لفظًا او حكمًا كما اذا طلب شخص
افضل من زید، قلت عمرو
الأفضل أم الشخص الذي قلنا
انه افضل من زید فعلى هذا
لا تكون اللام في الفعل
التفضيل الا للعهد انتهى۔

قلت وتنقيح الاسماء
بتحقيق المقام يستدعي بسطاً
نحی فی غنی عنہ (لطیفان) بمثل
ما صرح المولى الجامی صرح
الرضی الاسترآبادی الذی
لم یکن فی مصر عماراً عسره
الا بنحوه لکن لم یأثر عنه لان علی
قلبه آفة لاحد لها فهو من
فهم هذا ثم انت
المولى الفاضل نقل في
التفسير جواباً آخر عن بعض
الحبلة الاکابر وعلیه یؤید به
اباء و هو انت الاتق ههنا

ما سوا سے افضل ہو تو وہ نبی ہو یا غیر نبی، مگر یہ کہ اس صورت میں یہ ان کے ساتھ خاص ہو گا جو زندہ موجود ہیں۔ پھر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتقی کے مصداق اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنی خلافت کے دور میں مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ہوئے اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان پر اٹھائے گئے تو وہ زندوں کے حکم میں نہ رہے اور اتقی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ تمام اوقات میں اتقی ہو اور تمام احوال و اموات سے افضل ہو، در نہ عالم میں کوئی اس کا مصداق نہ ہو گا کیونکہ کچھ کے زمانہ میں تقویٰ متصور نہیں، اور ہر منصب و شرف محمود ہو اس میں اعتبار آخر عمر کا ہے جیسے عدل و صلاح غرضیت و قطبیت ولایت و نبوت اسی لئے جو ان اوصاف سے شرف ہوتا ہے اسے اس کے آخری ایام میں ان اوصاف کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اگرچہ ان اوصاف ان لوگوں کو ابتداء سے حاصل نہیں ہوتے تو اتقی وہ ہے جو تمام موجودی کے پنج تقویٰ میں سب سے افضل ہو اپنی اور عمر میں جس وقت احوال کا اعتبار ہو سکتا ہے اور اس تقریب سے صدیق کی افضلیت کا دعویٰ بے تکلف و تاویل ثابت ہو جاتا ہے، عربی جہالت کا ترجمہ تم ہو اور اس تقریر کو غافل مولانا نے اسکی طرف میلان اور اس پر سکوت کرتے ہوئے پس کیا۔

على معناه اعنى من فضل في التقوى على كل من عداة نبيا كانت او غيره الا انه يختص بالاحياء الموجودين فالصدق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوصف یہ فی آخر عمرہ حین خلافتہ بعد اس تحال المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سیدنا عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام لما کان مرقوعا الحب السماء لم یبق فی حکم الاحیاء ولا یجب للاتقی ان یشمل فی جمیع الادوار وبالنسبة الی کل احد من الاحیاء والاموات والآل لم یوجد له فی العالمین مصداق اذ لا یشمل التقوی فی زمن الصبا و کل منصب محمود شرعا فالعبارة فیہ باخرا العصر کالعدل و السلام والغوثیة والقطبیة والولایة والنبوة ولهذا یدعی بهذا الاوصاف من تشرف بها فی او اخر عمره وان لم یکن له ذلك من بدو امره، فالاتقی من فضل بالتقوى من سائر الموجودین فی آخر عمره السدی هو وقت اعتبار الاحمال و بے یثبت البدای بلا تکلف ولا تاویل اھ بالتعریب وقد امر قضاء المولى الفاضل جانا بحالیه و سکاکتا علیہ۔

سہ فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیہ ۹۲/۱ مسلم بک ڈپو لالی کنواں دہلی پارہ علم ص ۵۰-۵۱

اقول وان جعل الله الفطانة

بمراى العين من قلب وكيم اتقنت
 وأيقنت ان هذا لا يزيد على
 تلخيص هب ان حديث العبرة بالخواتيم
 حق واجب التسليم لكن ليس العقل السليم
 شهيداً بانه اذا ذكر أحد من الاحياء
 الموجودين بنعت من النعوت لا يفرس
 منه الاضافه في الحال لانه يصير هكذا
 بالمال والقبول دليل الحقيقة والافتقار
 الى قرينة تصريف الافهام تظهن السرا
 اما ان المجاز فماذا يوجبنا اليه مع
 استقامة الحقيقة من دون تكلف و
 لا تاويل اما على طريقتنا فالأمر أبين
 وأجلى واما على طريقة الشيخ العزيز
 عبد العزيز فلان امثال تلك التخصيصات
 تكون ممكنة في الاذهان من دون
 حاجة الى البيانات وليس دلالة
 هذا التلويح أدون من امر شاء
 التلويح ولهذا لا ينزل العام عن درجة
 القطعية كما في الكتب الاصولية و
 انجب من هذا اعداء تكلفا
 وتاويلا مع شيوخه في

اقول (میں کہتا ہوں) اور اگر اللہ تعالیٰ

ذہانت کو قلب کے سامنے رکھے تو وہ حکم لکھتین
 کر لے گا کہ یہ طبع سے زیادہ نہیں، مان دو کہ حدیث
 کا اثر ہے خاتمہ کا اعتبار ہے "حق واجب التسليم
 ہے لیکن کیا عقل سلیم شاید نہیں کہ جب دنیا میں
 زندہ موجود لوگوں میں سے کوئی کسی وصف کچھ
 مذکور ہو تو اس سے اس کافی الحال متصف ہونا
 ہی مفہوم ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ ایسا آئندہ ہو جائے گا
 اور تبادر (معنی کی طرف سبقت فہم) معنی حقیقی کا
 دلیل ہے اور قرینہ کی حاجت جو ذہن کو دوسرے
 معنی کی طرف پھیرے اور مقصد ظاہر کرے مجازی
 معنی کی علامت ہے تو ہمیں مجاز کی ضرورت کس لئے
 پڑی باوجود کہ حقیقت بغیر تکلف و بغیر تاویل درست
 ہے ہمارے طریقے پر تو معاذ خوب ظاہر و باہر ہے
 اور شیخ عبد العزیز کے طریقہ پر حقیقی معنی کی درستگی
 اس لئے کہ ایسی تخصیصات عرفی اذہان میں
 مرکز ہوتی ہیں جس کے بیان کی حاجت نہیں ہوتی اور
 عرف عام کے اس اشارہ کی دلالت مراحت کی
 دلالت سے کم و بڑ نہیں اور اسی لئے عام و جبہ
 قطعی (یقین) سے نہیں گزرتا، جیسا کہ اصول فقہ
 کی کتب میں مصرح ہے، اور اس سے عجیب کہ
 یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ نے اس (تخصیص)

صحیح البخاری کتاب القدر باب العمل بالخواتیم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۸
 کنز العمال حدیث ۵۹۰ موسمۃ الرسالہ بیروت ۱/۱۲۵

عرفی کو تکلف و تاویل میں شمار کیا باوجودیکہ یہ قرآن و حدیث کی قصص میں شائع ہے تو اگر یہ تکلف کے باب سے ہو تو افصح الکلام (قرآن) اور سب سے زیادہ فصیح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں کس قدر تکلف ہو گا اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے پسندیدہ طریقہ کو تکلف سے بری کہا جب کہ وہ بہت دور کی اور بہت بار و تاویل کا محتاج ہے اس لئے کہ حدیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی وقت بھی تمام موجودی کی حقیقت زیادہ متقی نہ تھے اس لئے کہ رابع مذہب پر سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں زندہ ہیں اور آسمانوں میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہونے کے سبب انھیں اصوات سے ملتی جاتی ہیں ایسی بات ہے جو انھوں نے کبھی اور اس پر کوئی دلیل و برہان نہیں ہے۔ پھر اگر یہ بات تسلیم کر لیں تو تم سیدنا خضر علیہ السلام سے کہاں غافل ہو باوجودیکہ معتدہ مختار یہ ہے کہ وہ نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں تو اگر تم کہہ کر نہ نکالو گے پوشیدہ اور شہرہ جہاں اس بنا پر امرات ملتی ہیں تو یہ مذر پلٹے سے زیادہ فاسد ہو گا تو تم کہہ دو علاوہ ازیں ہم ثابت کر چکے کہ صفت کا اطلاق ایسے شخص پر جو آئندہ صفت کا مصداق ہو گا مجاہد ہے اور مجاہز بغیر قرینہ کے ماننا درست نہیں اور قرینہ شرعی انبیاء کی تخصیص ہے، تو کلام کہ

النصوص حدیثاً و تنزیلاً فلو كان من باب التكلف فما اكثر التكلف في افصح الكلام و كلام من هو افصح الاثام عليه افضل الصلوة و افضل السلام و اغرب من هذا من علم طريقتہ بریثۃ من التكلف مع انها تحتاج الى ما هو ابر و ابعده فان العبد يفتى من الله تعالى عنه لم يكتف بالحقيقة أنتفى الموجودين في حين من الاحيان لحيات سيدنا عيسى عليه الصلوة والسلام على ارجح الاقوال و من علم التحاقه بالاموات لارتفاعه الى السموات كلمة هو قائلها ما عليها دليل ولا برهان، وانت سلوفايت انت من سيدنا الخضر عليه السلام مع ان العتمة المختار نبوته وحياته، فان قلت انه مختلف عن الابصار و منزل عند الامصار فالتحق بالاموات كاي عذرنا افسد من الاول فافهم على انا قد اثبتنا اطلاق الصفة على من سيكون كذا تجوز ولا تجوز الا بقرينة ولا قرينة الا بتخصيص الانبياء

۳۱۶
شرح المقاصد المقصد السادس الفصل الرابع المبحث السابع دار المعاد النعمانية حیدر آباد دکن

حقیقت پر محمول کرنا اولیٰ ہے یا مجاز کی طرف اسی قرینہ پر اعتماد کی وجہ سے پھر نااسب ہے اور کچھ پوشیدہ باتیں گوشوں میں رہ گئی ہیں جنہیں ہم طوالت کے ڈر سے ذکر نہیں کرتے تو جواب برحق اور جواب کا حق وہی ہے جو ہرگز ناتواں نے اپنے رب عجل کی توفیق و اعانت سے ذکر کیا۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) اس مقام میں ایک دوسرا نکتہ ہے جو عقول کو قبول ہونے کا زیادہ مزاوار ہے، میں نے نہ دیکھا کہ کسی کو اس نکتہ کی طرف توجہ ہوئی ہو اور وہ نکتہ یہ ہے کہ افضل التفضیل کے لئے مفضل علیہ ضروری ہے تو اس صیغہ پر جب ہم تعریف داخل ہوگا تو یا تو ایسے مقام میں ان تمام افراد پر فضیلت ہوگا جن کے درمیان ایسے مواقع پر حرت میں تفاضل سمجھا جاتا ہے جیسے ناچ کی قسموں میں ہمارے جڑ گھیل کی روٹی ہی اچھی ہے" میں اور وہی زیادہ تر مستعمل ہے اس مقام میں جس کی بابت ہم گفتگو کر رہے ہیں یا اس صیغہ سے بعض پر فضیلت سمجھی جائے گی اور بعض پر فضیلت منہم نہ ہوگی یا نہ پہلی صورت ہوگی نہ دوسری بلکہ دونوں کا احتمال ہوگا۔ پہلی تقریر پر ہمارا رد حاصل ہے اور دوسری تقریر پر دلائل باطل ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کے قول اپنے رب کی پاکی بولو

شرعاً فیاتکاشہ حمل الکلام علی الحقیقة
اولیٰ ام المصیر الی التجویز معتمدا
علی تلك القرینة فضہا وقد بقی بعد
خبایا فیہ وایا لاندکرہا مخافة التطویل
فحق الجواب والحق فی الجواب ما ذکر
العید الذلیل ولی التوفیق رب العجل۔

ثم اقول وهناك نکتة اخرى اُحق
واخرى بقبول النہی لہ امر من تنبیہ
لہا وہی انت افضل التفضیل لا مجید
لہ من مفضل علیہ فالملح منہ
باللام اما انت یكون مفادہ التفضیل
علی جمیع من بعد التفاضل فیما بینہم
فی امثال هذا المقام کالمحبوب فی
قولنا خیر البرہم الاحسن
والاکثر فیما نعت فیہ، او علی
بعضہم دون بعض اولاً ولا یصل
احتمالاً علی الاول حصل المقصود
والشاف باطل بالبداهة
الا تری الی قولہ تعالیٰ
سبح اسمہ من یک الا علی
وقولہ صل علی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فی دعائہ
وبوالفعلوۃ اسمہم و

استجب الله اكبر و الاكبر
على رواية الرقيم، اخرجيه ابو داود و
النسائي وابن السني و قول ابن
مسعود رضي الله تعالى عنه
بين الصفاء والسمرة رب
اغفر واسمك انت
الاعز الاكرم، رواه ابن
ابي شيبة بل الم قول كل مصل
في سجود سبحن رب الاعلى و
على الثالث كانت الآية مجملة في
حق المفضل عليهم والمجملات
لم يبين عد من التشابهات و
لم يعد لها أحد منها لکن بحمد
الله وجدنا البیانات من صاحب
البیانات علیه افضل الصلوة
والسلام، اخرج الامام ابو عمر بن
عبد البر من حدیث مجالد عن شعبي
قال سألت ابن عباس او سئل
ای الناس اول اسلاما قال اصا
سمعت قول حسام بن
ثابت

کی طرف اور نماز کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے قول "اے رب! دعاسن نے اور قبول فرما"
اللہ اکبر اللہ اکبر کی طرف۔ اکبر کے عرفاء جو نے
کی روایت پر اس حدیث کو روایت کیا ابو داود، نسائی
اور ابن السنی نے اور صفاء و سمرہ کے درمیان ابن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "اے رب بخش دے
اور صبر فرما بیشک تو ہی عزت والا کرم والا ہے"
کو نہیں دیکھتے۔ اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ
نے، بلکہ سجدے میں ہر نمازی کے قول سبحانی
ربی الاعلى کو نہیں دیکھتے اور تیسری تقدیر
پر ہر آیت متفضل علیہم کے حق میں محل ہوگی اور محل آیت کا بیان
اگر نہ ہوا ہر تودہ متشابہ آیتوں میں شمار ہوگی حالانکہ
اس آیت کو کسی نے تشابہات میں شمار نہ کیا
لیکن ہم نے جہاں اس آیت کا بیان صاحبین
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پایا۔ امام
ابو عمر ابن عبد اللہ نے روایت کی حدیث مجالد سے
انہوں نے شعبی سے روایت کی کہ انہوں نے
فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے پوچھا ابن عباس سے پوچھا کیا لوگوں میں سے
پہلے کوئی سلام دیا۔ انہوں نے فرمایا کیا تم نے
حسان بن ثابت کے یہ شعر نہ سنے،

لے سنن ابی داود کتاب الصلوٰۃ باب ما یقول الرجل اذا سلم آفتاب عالم پر سن ۲۱۱
عمل الیوم واللیلۃ باب ما یقول فی در صلوٰۃ الصبح دائرة المعارف النعمانیہ حیة آباد کن ص ۳۲
لے المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحج باب ۴۶۰ حدیث ۱۵۵۹ دارکتب العلمیہ بیروت ۳/۴۰۴

(ترجمہ اشعار) حبیب تجھے سچے دوست کاظم یاد
 آئے، تو اپنے بھائی ابو بکر کو ان کے کارناموں سے
 یاد کر جو نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)
 کے بعد ساری مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ
 تقویٰ اور عدل والے، اور سب سے زیادہ
 عہد کو پورا کرنے والے، جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے ساتھ غار میں رہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کے چھ سفر ہجرت میں چلے، جن کا منظر محمد ہے
 اور لوگوں میں سب سے پہلے جنہوں نے رسولوں
 کی تصدیق کی (صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وسلم)۔
 ہمیں خبر دی عبدالرحمن نے انہوں نے روایت
 کی ابن عبداللہ مکی سے انہوں نے روایت
 کی عابد زبیدی مکی سے انہوں نے روایت
 کی غلامی سے وہ روایت کرتے ہیں ابن السنہ
 سے وہ روایت کرتے ہیں شریعین سے وہ
 روایت کرتے ہیں ابن ابرکاش سے وہ روایت
 کرتے ہیں ابن حجر عسقلانی سے وہ راوی
 ہیں کمال ابوالعباس سے انہوں نے کہا ہیں
 خبر دی ابو محمد عبداللہ بن حسین بن محمد بن ابی القاسم نے محمد
 بن ابی بکر مکی سے وہ راوی ہیں عافہ سلمیٰ سے
 وہ راوی ہیں ابو طران مزی بن ابی قلید سے وہ
 روایت کرتے ہیں امام ابو عمر یوسف بن عبدالبر
 سے، ابن عبد البر نے استیعاب میں فرمایا کہ

إذا تذكرت شجراً من أخى ثقة
 فاذكر أخاك أبا بكر بما فعل
 خيرا البرية اتقاها واعد لها
 بعد التنبى وادقاها بما حملها
 والثاني الثاني المحمود مشهده
 واول الناس منهم صدق الرسل أنتي
 انبانا عبيد الرحمن عمن ابن
 عبيد الله المكي عمن عابد
 الزبيدي عمن المدني عمن
 الفلاف عمن ابن السنه
 عمن الشريعت عمن ابن
 اس كماش عمن ابن حجر
 العسقلاني عمن الكمال
 ابن العباس أنا ابو محمد
 عبد الله بن الحسين بن
 محمد بن ابن القاسم
 عن محمد بن ابن بكر البجلي
 عن الحافظ السلفي عمن
 ابن عمران موصي بن
 ابن تليد عمن الامام ابی
 يوسف بن عبد البر،
 قال في الاستيعاب
 يروى عن رسول الله

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قال لسانہ "هل قلت فی ابوبکر شیئا؟
قال نعم، وانشد هذا
الابیات فیہا بیت ما بعم
وہی :۔

والثانی اثنتین فی انفاذ المنیع وقد
طاف العدو بہ اذ صعد والجبلا۔
فسر النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم بهذا
فقال احسنت یا حسان
وقد روع فیہا بیت
خاص :۔

وكان حب رسول الله قد علموا
خير البرية لم يعدل به رجلا
انتهی۔

قلت ویردع

بدلہ ص
من الخلاق لم يعدل به بدلا

وحدیث ابن عباس :۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے حسان سے فرمایا کیا تم نے ابوبکر کے بارے
میں کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کی : جی۔ اور
حضرت حسان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو یہ شعر سنائے اور ان میں چوتھا شعر ہے وہ یہ ہے
(ترجمہ) غار شریف میں وہ دوسری جان در انجلیک
وہی اس کے گرد چکر لگاتے تھے جبکہ وہ دشمن
(صدیق اکبر کی نظروں کے سامنے) ہسٹاڑ پر
چڑھے تھے :۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ان اشعار کو سن کر خوش ہوئے اور فرمایا :
اے حسان ! تم نے اچھا کیا اور ان میں پانچواں
شعر بھی مروی ہوا :۔

(ترجمہ) (شہرت، چمک یا حرارت
محبت میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے محبوب لوگوں نے انہیں جانا، تمام مخلوق سے
بہتر، جس کے برابر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے کسی کو نہ رکھا :۔

قلت (میں کہتا ہوں) معرہ ثانی

کے بجائے یوں بھی مروی :۔
(ترجمہ) مخلوق سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے برابر نہ رکھا :۔
اور حدیث ابن عباس کو طبرانی نے بھی

سہ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ ۱۶۵۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹۳/۴

سہ المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۹۴/۴

روایت کیا مجمع کبیر میں، اور عبد اللہ بن احمد نے
زوائد زہد میں۔ یہی حدیث مرفوع یعنی نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت عثمان کے اشعار کو سن کر
انھیں سراہتا تو اس کی اصل بھی مستدرک حاکم
میں غالب بن عبد اللہ کی حدیث میں بطریق
غالب بن عبد اللہ عن ابیہ عن جابر بن حبیب بن
ابی حبیب مروی ہے (یعنی یہ حضرت غالب بن
عبد اللہ نے اپنے والد عبد اللہ سے سنی اصول
نے اپنے باپ غالب کے دادا حبیب بن
ابی حبیب سے سنی) اور طبقات ابن سعد میں
اور طبرانی میں زہری سے مروی ہے اور نیز
حاکم نے مجالہ کی حدیث میں پر وایت شعبی ان کا
قول حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بلغفہ
مشابہ روایت کیا، اور اصول جانتا ہے کہ ایسی
جگہ پر موقوف (صحابی کا قول) مرفوع (مفسر
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول) کی طرح ہے
اس لئے کہ محل کا بیان رائے سے نہیں ہوتا لہذا
اگر شارح نے بیان نہ کیا اور قرآن کا نزول بند ہو گیا

الطبرانی ایضاً فی المعجم الکبیر: وعبد اللہ
بن احمد فی تروائد الزہد، واما
الحديث المرفوع اعني به استماع النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم اشعاره و
تحسينه عليها فاصله مروي ايضاً عند
الحاكم من حديث غالب بن عبد الله عن
ابيه عن جابر بن ابي حبیب بن
وعند ابي سعد في الطبقات
وعند الطبراني عن الزهري
ومرواه الحاكم ايضاً من حديث
محب الدعن الشعبي من
قوله كمثل حديث
ابن عباس رضي الله تعالى عنهما
والاصولي يعرف امت الموقوف
في مثل هذا كالمرفوع اذا المجل
لا يبين بالرائع ولهذا امت لم
يبين وانقطع نزول القسرات
عاد متشابهاً ثم امت

۵۵ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے کنایہ ہے ۱۲ سنہ

۸۹/۲	المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت	حدیث ۱۲۵۶۲	معجم الکبیر
۷۸ و ۶۲/۳	دار الفکر بیروت	کتاب معرفۃ الصحابۃ	معجم المستدرک للحاکم
۵۲۳ و ۵۱۳/	موسستہ الرسالہ بیروت	۳۵۶۸۵ و ۳۵۶۸۳	کنز العمال حدیث
۲۲۱/۳	مکتبۃ آیۃ اللہ العظمیٰ قم ایران	الدر المنثور بحوالہ ابن عدی وابن حصار	
۶۲/۳	دار الفکر بیروت	کتاب معرفۃ الصحابۃ	معجم المستدرک للحاکم

البیان ینتھق بالعبی اذ لا یقید
الا سقم التشکیک و تعیین احد
المحتلات فكان حکمہ حکم القرینۃ
و المقاد انما ینیب الی الکلام کما
اوضحته الاصول فثبت بالابیۃ
تفضیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی
کل من عداہ فی التقویٰ و الحمد للہ
علیٰ صا دلی۔

اقول و اخذ الافعل بمعنى
کثیر الفعل فطامر له عما ینتاج الیه
فی اصل وضعه اعنی المفضل علیہ
فیکون صرفا عن المعنی المحقق المتبادر
فلا بد من قرینۃ و ایضاً القرینۃ و لتکن
حاجۃ و ماذا الحاجۃ نعم هذا مفاد
صیغۃ المبالغۃ و شتات
ماهما فلیتنبہ لهذا والله
تعالیٰ الموفق۔

الشبهة الثالثة وهي
تعلق بالكبرى من قیاس
اهل السنة والجماعة ان المحمول
فی قوله تعالیٰ "ان اکرمکم
عند الله اتقواکم" هو
الاتقی فكان حاصل المقدمین ان

تو محمل تشابہ ہوجائے گا، پھر بیان میں (محمل) سے
ملتی ہوگا اس لئے کہ بیان کا یہی فائدہ ہے کہ شک
دور کرے اور محمل معانی میں سے کوئی ایک معین کر دے
تو بیان کا حکم وہی ہے جو قرینہ کا ہے اور کلام کا
مفاد کلام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ اصول
فقہ نے واضح کیا تو اس آیت سے حدیث الکر کی
تفضیل تہویٰ میں ہر امتی پر ثابت ہوگا اور اللہ تعالیٰ کیلئے
اس کی نعمتوں پر حمد ہے۔

میں کتا ہوں اور افضل کو معنی کثیر الفعل
لینا اس کو اس لئے سے اچھ رکھا ہے جس کا
وہ اصل وضع کے لحاظ سے محتاج ہے یعنی مفضل علیہ
تو یہ معنی حقیقی قیادہ سے پھیرنا ہوگا اب تو قرینہ
ضروری ہے اور قرینہ کہاں اور اس کے لئے
حاجت بھی چاہئے اور حاجت کیا ہے، ہاں یہ مبالغہ
کے صیغہ کا مفاد ہے اور اس میں تفضیل اور مبالغہ
میں فرق ہے۔

تیسرا شبہہ اس کا تعلق اہل سنت
و جماعت کے قیاس کے کبریٰ کے ساتھ ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے قول "امن اکرمکم
عند الله اتقواکم" میں محمول
الاتقی ہے۔ تو دونوں
مقدموں کا حاصل یہ ہوا کہ حدیث اتقی فیہ اور

ہر اکرم اتقی ہے اور یہ کسی طرح شکل اولی کے قبیل سے نہیں اور شکل ثانی بھی نہیں اس لئے کہ کیفیت میں اختلاف نہیں ہے، اور اگر کبریٰ کا عکس کر دیا جائے اس صورت میں موجب جزئیہ ہو گا جو شکل اول کے کبریٰ بننے کے لائق نہیں، تو دونوں آیتوں کا مفاد یہیں مقرر نہیں اور تھیں مفید نہیں، اور یہ وہی تشبیہ ہے جس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی کہ کسی تفسیلی نے ہمارے کسی عالم سے عرض کیا۔

اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی سے ہے، یہ کتنی سفیہ تشکیک ہے اور کس قدر ضعیف اعتراض رکیک ہے جو غلط ہے ساقط ہے باطل عاقل ہے جواب کا مستحق نہیں، لیکن یہ جب کہا گیا اور پوچھا گیا تو صواب کو ظاہر کرنا ضروری ہے، اب تم جانو کہ اللہ لطیف خفی نے اس قید فلسفی کے قلع قمع کے لئے مجھے بارگاہ وجود سے توفیق بخشی ان بارگاہ کی اصل تین وجہیں ہیں ان میں سے ہر ایک کافی و شافی ہے،

پہلی یہ کہ اگر اس معترض کو قرآن و حدیث کے محاورات یا شان نزول میں علماء کی روایات جناب رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف غسوب و مرفوع تفسیر یا علماء اور جلیل القدر ائمہ کے کلمات کا علم ہو گیا یا نظم قرآن کی سمجھ اور مفاد و معنی کی فہم اور کلام کو غرض مقصود پر رکھنے سے کچھ حصہ روزی ہوا ہوتا تو وہ جان لیتا کہ اکرم

الصدیق اتقی و مکمل اکرم اتقی و هذا ليس من الشكل الاول في شيء ولا ثانيا ايضا لعدم الاختلاف في الكيفية وان عكستم الكبرى جاءت جزئية لا تصلح لتكبروية الشكل الاول فمقاد الايتين لا يفسدان ولا ينفعكم ومن الشبهة هي اللقب يلفظ عن بعض المفضلة عرضها على بعض المتكلمين منا۔

وَأَنَا أَقُولُ وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقَ

ما استخذه تشكيكا و اضعفه و خلا تركيكا غلط ساقط باطل عاقل لا يستحق الجواب ولكن اذا قيل و سئل فلا بد من ابانة الصواب فاعلم ان اللطيف الخفي و فقي لا رهاق هذا التلبيس الفلسفي باثن عشر وجها اما انها ثلثة وجوه كل منها يكفى و يشفى۔

الاول لو كانت لهذا القائل

علم بمعاصرات القراءات او الحديث او بما روى العلماء في شان النزول او التفسير المرفوع الى جناب الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم او كلمات العلماء و الائمة الفحول او رفاق حظا صحت فهم الخطاب و ذلك المفاد و

کو محمول بنانا ہی معتبر ہے تو کلام اس طرح صادر ہوا کہ اس میں تقدیم خبر ہے اور یہ دعویٰ چند دلیلوں سے ثابت ہے اس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے اپنے احسان اور لطف عام سے مطلع کیا۔

فاقول (میں کہتا ہوں) اولاً اہل جاہلیت نسبت پر فخر کرتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ جس کا نسب بہتر ہے وہی افضل ہے تو اسوہ کاملہ جاہلیت کے بول کو رد کرتا ہوا آیا ان اکرمکمْ عند اللہ اتقا کہ (بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے) تو نزاع تو اس میں ہے کہ صفت اول کا موصوف کون ہے ذکر صفت افضل میں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ کھانوں میں سب سے مزیدار کھانا کون سا ہے؟ تو کوئی کہے کہ الذہا اخلاھا (کھاسب سے زیادہ مزیدار ہے) تو اس کا رد کرنے کو تم یوں کہو نہیں بلکہ الذہا اخلاھا (سب سے زیادہ مزیدار میٹھی چیز ہے) تو ہماری مراد یہی ہے کہ سب سے زیادہ میٹھا سب سے زیادہ مزیدار ہے اور وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اتقی تمہارے اس قول ذات کے حاشیہ کیلئے یہ آئینہ ہے "میں اصلی کی مثل ہے اور اکرم

تغزیل الکلام علی الغرض المراد لعلوا ان حمل الاکرم هو المعبر و صدر الکلام بتصدیر الخبر و ذلك لوجوه اوقفنی اللہ تعالیٰ علیہا بمنہ و عیم کریمہ۔

فاقول اولاً كانت الجاهلية تتفاخر بالانساب وتكن ان الانساب هو الافضل فجاءت كلمة الاسلام برد كلمة الجاهلية امت اکرمکمْ عند اللہ اتقنکمْ فالنزاع انما وقع فی موصوف الافضل لاف صفتہ و هذا کما اذا سأل سائل عن البذل الاطعمة فقال قائل الحامض الذ لم تقول ما اعلیہ لا بل الذها احلاھا فانما ترید امت الاحل هو الالبذ والوجه امت الاتق فی الآية کما لاهل فی قولک هذا صراحة لملاحظة الذامت و الاکرم حکم علیہ کالالبذ و انما الخبر ما حکم به

لا صاحبكم عليه ولقد درى من له
 قليل مارة بسلام العرب ان الذهن
 اول ما تلقى اليه امثال هذا
 الكلام لا يسبق الا الحيات السراة
 مدح الاقبياء والتغيب في
 التقوى والوعد الجميل بامت
 من يتقى يكت كريمة علينا عظيم
 لدينا وهكذا افهم المفسرون
 فهذا الن منخشي النكتة في الادب
 الشامة في معرفة كلام العرب
 يقول في تفسيره المعنى ان الحكمة
 التي من اجلها سبكم على شعوب و
 قبائل هي ان يعرف بعضكم نسب بعض
 فلا يعتزى الى غير ابائه ولا ان تتفاخروا
 بالآباء والاجداد وتدعوا التفاوت و
 التفاضل في الانساب ثم بين المفصلة التي
 بها يفضل الانسان غيره ويكتسب الشرف
 وانكرم عند الله تعالى فقال
 انت اكرمكم عند الله اتقاكم
 وقبوى ان بالفتح كانه قيل
 لا يتفاخروا بالانساب ففيل
 لانت اكرمكم عند الله
 اتقاكم لا النسبكم ان
 وبمثله قال الامام
 له الكشاف تحت الآية ۴۹/۱۳

محکوم علیہ ہے جسے الذہن اور خبر تو محکوم پر
 ہوتی ہے نہ کہ محکوم علیہ اور بیشک وہ مجتہد ہے
 جسے کلام عرب سے بخور اساساً ملے ہو کہ جسے ہی ایسا
 کلام ذہن میں آتا ہے اس کی سبقت اسی طرف
 ہوتی ہے کہ مراد پرہیزگاروں کی تعریف اور تقویٰ
 کی رغبت و تائید ہے اور یہ وعدہ جمیل کہ جو تقویٰ اختیار
 کرے گا ہمارے یہاں عزت و کرامت والا ہوگا۔
 اور اسی طرح مفسرین نے سمجھا تو ریزہ منخشی جو ادب
 میں نکتہ کی مانند اور کلام عرب میں نکتہ کی مثال سے
 ہے اپنی تفسیر میں تامل ہیں بیشک وہ حکمت جس کی
 وجہ سے تمہاری ترتیب کتبوں اور قبیلوں پر رکھی وہ
 یہ ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جان لے۔ تو
 اپنے آباء و اجداد کے سوا دوسرے کی طرف اپنی
 نسبت نہ کرے نہ یہ کہ تم آباء و اجداد پر فخر کرو
 اور نسب میں فضیلت اور برتری کا دعویٰ کرو پھر
 اللہ نے وہ خلعت بیان کی جس سے انسان دوسرے
 سے برتر ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں عزت و
 بزرگی کا اکتساب کرتا ہے تو اللہ نے منبر یا
 انا اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور ایک
 قرأت انا فتح حمزہ کے ساتھ ہے گویا کہ
 کہا گیا ہے کہ نسب پر فخر نہیں کیا جائے تو بتایا گیا کہ
 اس وجہ سے کہ تم میں سب سے زیادہ عزت
 والا اللہ کے نزدیک وہ جو سب سے زیادہ
 پرہیزگار ہے نہ وہ جو سب سے بڑے نسب والا ہو والا
 دار الکتاب العربی بیروت ۳۷۵/۴

المنسقى في المدارك

واقول ثانياً القراءات انما
نزل لبيان الاحكام التي لا يطلع عليها
الا باطلاع الله سبحانه وتعالى كالنجاة
والهلاك والكرامة والهوان والسرور
والقبول والغضب والرضوان لا لبيان
الامور المحيية وكون الرجل تقياً او فاجراً
معاً يدرك بالاحس ففى جعل الاكرم
موضوعاً كقلب الموضوع ولقد كانت
هذا الوجه من اول ما سبق
اليه فكرى حين استماع الشبهة
ثم فى اثناء تحرير الرسالة لها
راجعت مفاتيح الغيب رأيت
الفاضل المدقق تنبه للشبهة
ودندن فى الجواب حول ما او مانا
اليه حيث يقول فان قيل
الآية دللت على ان كل
من كانت اكرام كانت
اتقى وكذلك لا يقتضى ان
كل من كانت اتقى
كانت اكرام ، قلنا
ومعنى كون الافسان
اتقى معلوم مشاهد

اور اسی طرح امام نسفی نے مدارک میں فرمایا۔

اقول ثانياً قرآن تو ان احکام کے
بیان کے لئے نازل ہوا ہے جن کا علم اللہ سبحانہ
و تعالیٰ کے اطلاع کے بغیر ممکن تھا جیسے کہ نجات و
ہلاکت، موت و حیات اور مردود و مقبول ہونا اور
غضب و رضائے الہی، یہ محسوسات کے بیان
کے لئے نہیں اترا اور آدمی کا پرہیز گاریا مدگار
ہونا ان باتوں سے ہے جن کا علم احساس سے
ہوتا ہے تو اکرم کو موضوع بنانا قلب موضوع
ہے اور بیشک یہ وجہ ان باتوں سے ہے
جن کی طرف میری فکر نے شبہہ کوٹن کر سبقت
کی، پھر اس رسالہ کی تصنیف کے دوران
جب میں نے تفسیر مفاتیح الغیب دیکھی تو
میں نے فاضل مدقق کو دیکھا کہ وہ اس شبہہ
کی طرف متنبہ ہوئے اور جواب میں جس کی طرف
ہم نے اشارہ کیا اس کے گرد مبہم کلام فرمایا
اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں پھر اگر کہا جائے کہ یہ
آیت تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ
ہر وہ شخص جو اکرم (بڑا عزت والا) ہوگا
اتقى (بڑا پرہیز گار) ہوگا، اور یہ اس بات
کا مقتضی نہیں کہ ہر وہ شخص جو اتقى (بڑا پرہیز گار)
ہو وہ اکرم (بڑا عزت دار) ہو۔ ہم کہیں گے
کہ انسان کا اتقى ہونا وصف معلوم و محسوس ہے

لے مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیة ۱۳/۲۹ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۴۳/۲

اور انسان کا افضل ہونا نہ وصفت معلوم ہے اور نہ محسوس۔ اور معلوم کے بارے میں وصفت غیر معلوم کے ذریعہ خبر دینا یہی بہتر طریقہ ہے۔ رہا اس کا عکس تو وہ مفید نہیں۔ تو آیت میں عبارت مقتد ہے، گویا کہ اس بارے میں شبہ ہو کہ اللہ کے نزدیک اکرم کون ہے؟ تو فرمایا گیا کہ اکرم اقصیٰ ہے اور جب بات یوں ہے تو آیت کی تقدیر یوں ہوگی انفسکم اکرمکم عند اللہ (تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا ہے)۔

قلت (میں کہتا ہوں) اور شاید تم پر پوشیدہ نہ ہو وہ فرق جو دونوں تقدیروں میں ہے اور وہ عظیم تفاوت جو اس وجہ میں اور ہماری باقی وجہ میں ہے یہ اللہ کے فضل میں ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو رب ہے جہان والوں کا۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) قریب ہے کہ تمہیں وہم ہے چن کرے مجھ تمہیں مجبور کرے کہ تم کھڑے ہو کر یہ کہو کہ کیا تقویٰ افعال العلوٰب سے نہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد

و وصف كونه افضل غير معلوم و لا مشاهد والاخبار عن المعلوم بغير المعلوم هو الطريق الحسن اما عكسه فغير مفيد، فتقدير الآية كانه وقعت الشبهة في ان الاكرم عند الله من هو؟ فقييل هو الاقوى واذا كانت كذلك كانت التقدير انفسكم اكرمكم عند الله انتهى۔

قلت ولعلك لا يخفى عليك ما بين التقديرين من الفرق و ما بين هذا الوجه ووجهنا الباقية من التفاوت العظيم ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والحمد لله رب العالمين۔

ثم اقول عنى ان يزعم ان الوهم الصل فيجب شك ان تقوم تقول اليس التقوى من افعال القلوب، قال الله سبحانه و

تعالیٰ "اولئك الذين امتحبت الله
قلوبهم للتقوى" وقال تعالیٰ "و
من يعظم شعائر الله فانها من تقوى
القلوب" وقال صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم "التقوى ههنا، التقوى ههنا"
التقوى ههنا، یشیر الی صدرہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اخرجه مسلم وغيره عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
"لكل شئ معدت ومعدت
التقوى قلوب العارفين" اخرجه
الطبرانی عن ابی عمر و البیهقی
عن الفاروق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کیف قلتم انہا من المحسومات.
قلت بلی ان التقوى
مقامها القلب وعن هذا قلنا
ان الصديق لما كانت التقى
الامة بأسرها وجب ان
یکون امرها باللہ تعالیٰ

ہے: یہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری
کے لئے پرکھ لیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے
تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ اور
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تقویٰ
یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے! حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سینہ مبارک کی طرف
اشارہ فرماتے تھے: اس حدیث کو مسلم وغیرہ
نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
مروی ہے: ہر شے کے لئے کان ہے اور تقویٰ
کی کان اولیاء کے دل ہیں۔ اس حدیث کو
طبرانی نے ابن عمر سے اور بیہقی نے فاروق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، تو آپ
نے کیسے کہہ دیا کہ تقویٰ محسوسات سے ہے۔
قلت (میں جواب میں کہتا ہوں)
ہاں بے شک تقویٰ کا مقام قلب ہے اور
اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ بے شک جب صدیق
تمام امت سے زیادہ پرہیزگار ہوئے تو ضرور
ہوا کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہوں

۱۔ القرآن الکریم ۳/۲۹

۲۔ ۳۲/۲۲

۳۔ صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحريم ظلم المسلم وحذر الزنى قديمي كتيب خانہ کراچی
۴۔ ۳۱۴/۲ المكتبة الفیصلیہ بیروت
۵۔ المعجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸۵

لیکن قلب اعجاز کا امیر ہے، تو جب قلب پر کسی شے کا سلطان غالب ہوتا ہے تو تمام اعجاز اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور اعجاز پر اس کے آثار صاف چمکتے ہیں اور حیا و قنوت خوشی و غضب وغیرہ صفات قلب میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "خبردار! بیشک جسم میں گوشت کا ایک ٹوٹہ ہے جب وہ سدھرتا ہے پورا جسم سدھرتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے پورا جسم بگڑ جاتا ہے" جو وہ قلب ہے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تم آدمی کو مسجد میں آنے جانے کا عادی پاؤ تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔ اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خریزہ، ابن حبان، حاکم و بیہقی نے ابو سعید

لکھن القلب امیر الجوارح فاذا استولى عليه سلطان شئ اذنت له الجوارح طرأ ولعت عليها آثاره جهرًا وهذا مشاهد في الحياء والحزمت والقروح والغضب وغير ذلك من صفات القلب قال المصطفى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "الا وان في الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد كله واذا فسدت فسد الجسد كله الا وهو القلب" أخرجه الشيخان عن نعمان ابن بشير رضي الله تعالى عنه، وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا مرايتم الرجل يعتاد المسجد فاشهدوا له بالایمان" أخرجه احمد والترمذي والنسائي وابن ماجة وابن خزيمة وابن حبان والمحاكم، البيهقي عن ابی سعید

- صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لیدنه قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳/۱
صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترك الشبهة ۲۸/۲
سنن جامع الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیة ۱۸/۹ امین کمپنی دہلی ۱۳۵/۲
سنن ابن ماجہ کتاب الساجدة المجاثا باب لزوم الساجدة ایچ ایم سیکرٹری کراچی ص ۵۸
مسند احمد بن حنبل علی ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۶۸/۳
المستدرک للحاکم کتاب الصلوة بشر الحشائین فی الظلم الی المساجد الخ دار الفکر بیروت ۲۱۲/۱
السنن الکبریٰ کتاب الصلوة باب فضل المساجد الخ دار صادر بیروت ۶۶/۳
مروار النعمان الی زوائد النعمان باب الجلوکس فی المسجد الخیر حدیث ۳۱ الطبعة السلفیہ ص ۹۹

المختار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اقول ثالثا کل ما ذکر

فی شان النزول فانما يستقیم و
یطابق التنزیل اذا كانت الموضوع هو
الاتقی۔ اما اذا عکس فلا يتناقض
ولا یاق الرمی علی الرمی، اما
روایة یزید بن شجاعة فطریق
الاستدلال فیہا انکم استحققتہ
هذا العبد لانه عبد اسود فقلتم
عاد ذلیلاً وحضر جنازة ذلیل
لکنہ عندنا کریم جلیل اذکانت
متقیاً والفضل عندنا بالتقوی
فمن کانت تقیاً کانت کریماً
عندنا وان کانت عبد اسود اجتمع
وهذا الطریق هو المفہوم من
الآیة عند کل من له ذوق
سلیم اما علی ما نرعمتم فیکون
حاصل استدلال اللہ سبحانہ و
تعالیٰ انہ کانت کریماً وکل کریم
مستحق فلذا اعاده نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم وحضر دفنہ، وهذا الطریق
کیما تریب اذکانت یتبعی الاستدلال
الاستدلال باصر مستلزم عندہم
یستلزم ما لیس لہ ولا بالتقوی
علی تقریرنا۔

مختار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تے روایت کیا۔

اقول ثالثا جو کچھ آیت کریمہ کے

شان نزول میں مسطور ہوا وہ تو اسی وقت راس
آتا ہے اور تنزیل کے مطابق ہوتا ہے جب آیت
کریمہ میں اتنی ہی موضوع ہو۔ رہی وہ صورت جب
اس کا عکس کر دیں تو بات نہیں بنتی، ہر تیر
نشانے پر نہیں بیٹتا۔ رہی زید بن شجاعة کی روایت
تو اس میں استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ اسے لوگو!
تم نے غلام کو حقیر جانا اس لئے کہ سیاہ فام غلام ہے
تو تم نے اعتراض کیا کہ ذلیل کی عبادت کی ذیل کے
بغض میں حاضر ہوئے، لیکن وہ غلام ہمارے
نزدیک باعزت جلیل القدر ہے اس لئے کہ
وہ متقی تھا اور ہمارے یہاں بزرگی تقوی سے ہے
تو جو متقی ہوگا ہماری بارگاہ میں عزت والا ہوگا اگرچہ
کالا لکھا غلام ہو۔ اور آیت سے ہر ذوق سلیم
والے سے یہی طریق استدلال مفہم ہوتا ہے اور
تمہارے زعم پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے استدلال
کا حاصل یوں ہوگا کہ وہ بے شک عزت والا تھا
اور ہر عزت والا متقی ہے اسی لئے تو ہمارے
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی
عبادت کی اور اس کے دفن میں شریک ہوئے۔
اور یہ طریق استدلال جیسا ہے تمہیں معلوم ہے
اس لئے کہ دلیل لانا ایسا امر ہے چاہئے تھا جو
کفار کو مستلزم ہو اور جو اس کو مستلزم ہو جس کو وہ
تسلیم نہیں کرتے جیسے تقوی ہماری تقریر پر۔

وَأَمَّا الْكُرَاعَةُ فَلَمْ تَكُنْ ثَابِتَةً
عِنْدَهُمْ وَالْأَلْمَاقَالُوا مَا قَالُوا عَلَى
أَنَّ الْمَقْدَمَةَ الْمَذْكُورَةَ فِي الْآيَةِ تَبْقَى
حَاضِرَةً وَالْعِيَاذُ بِاللَّهِ تَعَالَى فَانْ
رَدُّ عَلَيْهِمْ تَمَّ بِالْمَطْوِيَةِ الْقَاسِلَةِ
أَنَّهُ مَرَجُلٌ كَرِيمٌ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى
وَيَعْنِي ذَلِكَ أَنَّ حَاجَةَ الْفُتَّانِ
يُقَالُ كَكُلِّ كَرِيمٍ مُتَّقٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ
تَزَاحُمٌ فِي التَّقْوَى بَلْ فِي الْكُرَمِ
وَبِالْجَمَلِ يَلْزَمُ اخْتِزَامُ الْمَدْعَى صَغُرَى
وَأَسْتَنْجَابُ مَا لَيْسَ بِمَدْعَى وَهَكَذَا
يَجْبُرِي الْكَلَامُ فِي رَوَايَةِ مُقَاتِلٍ وَ
اسْتِحْقَاقِ قَرِيشٍ سَيِّدِنَا عَتِيقِ الْعَتِيقِ
اعْتَقَنَا اللَّهُ بِهِمَا مِنْ عَذَابِ
الْحَرِيقِ، أَمِينَ!

وَلِنَقَرَّ بِعِبَارَةٍ أُخْرَى قَالَ
"كُلُّ جَدِيدٍ لَذِيذٌ" كَأَنَّ طَرِيقَ
اسْتِدْلَالِهِمْ عَلَى حَقَارَتِهِ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ بِأَنَّهُ عَبْدٌ وَلَا شَيْءَ مِنْ
الْعَبْدِ كَرِيمًا فَهَوَّلِيں بِكَرِيمٍ وَالْآيَةُ
نَزَلَتْ فِي الرَّدِّ عَلَيْهِمْ فَلَا بَدَّ مِنْ
نَقْضِ أَحَدٍ الْمَقْدَمَتَيْنِ مِنْ قِيَاسِهِمْ
لَكِنِ الصَّغَرَى لَا مَرْدَ لَهَا فَصَحِّحَتْ أَمَّا
الْآيَةُ أَمَّا تَبْطُلُ الْكِبْرَى بِاثْبَاتِ

بجملہ الفاظ

دہی عزت (اسی سیاح نام غلام کی) کافروں
کے نزدیک ثابت ہی نہ تھی ورنہ یہ کافروں کو کچھ کہتے
جو انہوں نے کیا۔ علاوہ انہیں وہ مقدمہ جو اس آیت
میں ذکر ہوا اس تقدیر پر بحث ٹھہرے گا و العیاذ
باللہ اس لئے کہ کفار پر زور تو اس قصیدہ مطویہ پوشیدہ
سے تمام ہوا جس میں یہ دھڑی ہے کہ وہ غلام اللہ
کے نزدیک با عزت ہے۔ اس کے بعد کون سی
حاجت ہے کہ کہا جائے کہ ہر کرم متقی ہے اس لئے
کہ کافروں کا زور تقویٰ میں نہ تھا بلکہ کرامت میں تھا۔
پہلے اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مدعا صغریٰ جو ادھر
نیجہ وہ نکلے جو مدعا نہیں اور یہی کلام روایت متبادل
میں اور قریش کی جانب سے سیدنا عتیق العتیق
(حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت
بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تحقیر میں جاری ہوگا۔
اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں ان دونوں کے صدقے میں
جہنم کے عذاب سے آزاد فرمائے۔ آمین!

اور ہم بلقیہ دیگر تقریر کریں گے کہ کُلُّ جَدِيدٍ لَذِيذٌ
لَذِيذٌ، کفار کا طریق استدلال حضرت بلال
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقارت پر بایں طور تھا
کہ وہ غلام ہیں اور کوئی غلام عزت والا نہیں
ہوتا تو عزت والے نہیں اور یہ آیت کفار
کے زوہد میں اتری لہذا اللہ کے قیاس میں دو
مقدموں میں ایک کا نقض ضروری ہے لیکن
صغریٰ کا رد نہیں ہو سکتا۔ اب متعین ہوا کہ
آیت کبریٰ کا ہی ابطال کرتی ہے اس کا نقض

لَقِيضَهَا وَهُوَ امْتِ بَعْضُ الْعَبِيدِ
كَرِيمٍ وَلَا يَكُنْ اثْبَاتُهُ إِلَّا عَلَى
طَرِيقَتَا بَابِ نَقُولُ بَعْضُ الْعَبِيدِ
يَتَّقِي اللَّهَ تَعَالَى وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ تَعَالَى
فَهُوَ كَرِيمٌ، أَمَّا عَلَى طَرِيقَتِكَ فِي أَصْلِ
الْمَقْدَمَيْنِ امْتِ بَعْضُ الْعَبِيدِ مَتَّقِ
وَكُلَّ كَرِيمٍ مَتَّقِ وَهَذَا هُوَ الْقِيَاسُ
الَّذِي أَنْتُمْ دَفَعْتُمُوهُ وَهَكَذَا يَتِمُّشِي
النَّقْصِ بِرَفْعِ رَوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بِكَلَامِ
الْوَجْهَيْنِ -

وَلِنَقْصِ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ ثَلَاثَةً
أَسْتَحَقُّ ثَابِتَ ابْنِ قَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ بَعْضُ أَهْلِ الْمَجْلِسِ بِقَوْلِهِ يَا ابْنَ
فُلَانَةَ أَمْ يَأْتِي فِي النَّسَبِ فَرَدَ اللَّهُ بِحُجَّتِهِ
وَتَعَالَى عَلَيْهِ بِأَنَّكَ امْتِ خُجَّتِ امْتِ
بَعْضُ الْإِدَائِي فِي النَّسَبِ لَا يَكُونُ
كَرِيمًا فَقَوْلُكَ هَذَا صَادِقٌ
لَكِنْ عَلَامٌ أَسْتَحَقُّ هَذَا بِمُخْصَصِهِ
إِذْ يَجُوزُ امْتِ لَا يَكُونُ هَذَا امْتِ
ذَلِكَ الْبَعْضُ وَإِنْ أَرَادْتَ السَّلْبَ الْكُلَّ
فَبَاطِلٌ قَطْعًا إِذْ لَوْ صَدَقَ لَصَدَقَ
إِنَّ بَعْضَ الْمُتَّقِينَ لَيْسَ كَرِيمًا لِأَنَّ
بَعْضَهُمْ دَقِ النَّسَبِ فَلَمْ يَكُنْ
كَرِيمًا عِنْدَكَ لَكِنْ التَّالِي بَاطِلٌ

کے اثبات کے ذریعہ کفار کے کبریٰ کی نفی ہے
کہ بعض غلام باعزت ہیں اور اس کا ثبوت کرنا
ممکن نہیں مگر ہمارے طریقے پر بایں طور کہ ہم کہیں
بعض غلام، اللہ تبارک و تعالیٰ سے ڈرتے ہیں
اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہی عزت والا ہے۔
وہا اصل مقدمتیں میں تمہارے طریقے پر یہ قیاس
کہ بعض غلام متقی ہیں اور ہر عزت والا متقی ہے
تو یہی قیاس ہے جس کو تم دفع کر چکے۔ اور
یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی
روایت میں دونوں وجوہ کے ساتھ یہ تقریر
چلے گی۔

اور ہم تقریر مدعا تفسیری عبارت سے
کریں حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے بعض اہل مجلس کی تحقیر انھیں، یا ابن فُلَانَةَ
(اے فُلَانِ کے بیٹے) کہہ کر کہ بعض اے نسب
میں کمتر، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا رد
یوں فرمایا کہ تمہارا گمان یہ ہے کہ کچھ کمتر نسب والے
شریف نہیں ہوتے تو تمہاری یہ بات سچی ہے
لیکن تم نے خاص اس شخص کو کس بنیاد پر حقیر جانا؟
اس لئے کہ ممکن ہے کہ یہ ای بعض میں سے نہ ہو
اور اگر تمہاری مراد سلب کل ہے تو یہ قطعاً باطل
ہے اس لئے کہ اگر یہ صادق ہو تو یقیناً یہ صادق
ہو گا کہ بعض متقی شریف نہیں اس لئے کہ ان میں
کے بعض نسب میں کمتر ہیں تو تمہارے نزدیک
شریف نہ ہوں گے لیکن تالی باطل ہے اس لئے

کہ اس کی نقیض صادق ہے اور وہ یہ کہ ہر متقی
کریم ہے تو مقدم بھی اس کی طرح باطل ہے یہ
ہمارے طریقے پر ہے لیکن تمہارے طریقے پر تو
مقدم استثنائہ یہ ہے کہ ہر شریف متقی ہے اور
یہ لازم کو قیاس نہیں کہنا تو لازم کو بھی نقیض نہ کیا جائے اور کو خوب
قبضہ کر لو اس لئے کہ قیض (کا دیا) زوروں پر
ہے، اور تمام خوبیاں اللہ ہی کی ہیں۔

اقول رابعاً وہ احادیث جو
اس آیت کی تفسیر کرتی ہے یا اس کے کلمات
کے راستے پر چلیں یا اس جگہ اشارہ کرتی ہیں
جہاں سے اس کا تکرار کیا گیا وہ تو وہی مفاد دیتی
ہیں جو ہم نے ذکر کیا اور اس فساد انگیزی سے نکال
کرتی ہیں جو تم نے چاہا، منجملہ اسی حدیثوں کے جسے
کہ جس کی خبر ہمیں کوئی سراج نے دی وہ روایت
کرتے ہیں بحال سے وہ روایت کرتے ہیں جہاں
سراج سے (ح) نیز ہم نے سراج سے یہ حدیث
ایک درجہ عالی سند سے روایت کی وہ روایت
کرتے ہیں اپنے باب عبد اللہ سراج سے وہ
روایت کرتے ہیں محمد بن داؤد سے (تحویل) نیز
اس سند سے اس روایت کی جو سند عالی کے

لصدق نقیضہ وهو ان کل متقی کریم
فالصدق مثله هذا علی طریقتنا
اما علی طریقتک فالقدمة الاستثنائية
ان کل کریم متقی وهو لا یرفع الاثر
فلا یرفع المذموم التقت هذا ذات
النقیض صد راہ۔ والحمد للہ۔

اقول رابعاً الاحادیث التي
جاءت تفسیراً الآية او ترد مورد مشرعها
ادلتها ملحظ منظرها انما تعطى
ما ذكرنا من المقادير وتألف مما
بغيت من الافراد ومنهم ما
ما انبأنا المؤلف السراج عن
الجمال عن عبد الله السراج
ح وعالياً بدرجة عن ابيه
عبد الله السراج عن
محمد بن هاشم ح
ومساوياً للعالم عن
الجمال عن السندی ح و
شافهين عالیا بدرجتين

عہ مقدم استثنائہ کو قیاس استثنائی بھی کہا جاتا ہے، اور قیاس استثنائی وہ ہے جس میں
نتیجہ یا اس کی نقیض بالفعل مذکور ہو جیسے ہمارا یہ کہنا کہ یہ اگر جسم ہے تو متغیر ہے۔ لیکن وہ جسم
ہے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ متغیر ہے اور یہی لفظ قیاس یعنی مقدم میں مذکور ہے اور نقیض کی مثال یہ کہ وہ متغیر نہیں
تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ جسم نہیں اور اس کی نقیض کہ وہ جسم ہے مقدم میں مذکور ہے (تقریبات جرجانی ص ۱۵۹)

سیدنا جمل اہل عن
السند عن كلاهما عن صالح
العمري باسنادہ الامامین الجلیلین
بسندهما الت سیدنا
ابن ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ قال سئل رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ای الناس اکرم فقال
اکرمہم عند اللہ اتقیہم بہ

اقول انظر الی اشار
مرحمة اللہ کیف یوضح المحجة
ولا یدع لاحد حجة انما سئل
المصطفى صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یامت الناس اکرم ای من
الموصوف بہ لا امت الاکرم ما هو
بای نعت یرجو فاجاب بالایة
الکدیمة فلو لا امت الاتقی
هو الموضوع لما طبق الجواب

مساوی ہے انھوں نے روایت کی جمالی سے
وہ روایت کرتے ہیں سند سے اور میرے
اوپر دو درجہ عالی سند سے اس حدیث کو مجھ سے
روایت کیا سیدی جمل اہل نے وہ روایت
کرتے ہیں سند سے دونوں نے روایت کی
صالح عمری سے ان امامین جلیلین (بخاری
ومسلم) کی اسناد کے ساتھ ان دونوں اماموں
نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے سوال ہوا لوگوں میں سب سے
زیادہ عزت والا کون ہے؟ تو آپ نے
فرمایا اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بڑھ کر
عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے
اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تبارک
تعالیٰ کی رحمت کے آثار دیکھو راستہ کو کس طرح
واضح کرتا ہے کسی کے لئے حجت نہیں چھوڑتا
مصلحت سے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تریوں سوال
ہوا تھا کہ کون سا شخص سب سے زیادہ عزت
والا ہے یعنی اس وصف سے کون موصوف ہے
یہ سوال نہ ہوا تھا کہ اکرم کی ماہیت کیا ہے
اکرم (سب سے زیادہ عزت والا) اور
کون سے وصف پر ناز کرتا ہے تو سرکار نے

۱۔ صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ یوسف قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۷۹/۲
۲۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل یوسف علیہ السلام ۶۷۸/۲

آیت کریمہ سے جواب دیا تو اگر بات یہ نہ ہوتی کہ
اقتی (سب سے بڑا پرہیزگار) ہی موضوع
ہے تو جواب سوال کے مطابق نہ ہوتا اس پر
خیال کا تزکیہ ہے، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی
نعمت کی قیامت سے یہ ہے کہ حدیث کے شارحین نے
اس کی تفسیر اس جگہ سے کر دی جو مراد کو متعین
کر دیتا ہے اور ہم کا قاطع ہے۔

اس میں علامہ منادی کا ارشاد ہے :
اکرم الناس اتقاهم (سب لوگوں سے زیادہ
عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار
ہے) اس لئے کہ کرم اصل میں کثرت خیر ہے
تو جب متقی دنیا میں خیر کثیر والا ہے اور آخرت
میں اس کے درجے بلند ہوں گے، تو سب سے
زیادہ کرم والا وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ
والا انتہی۔

دیکھو تمہارا وہی مشہد کہاں گیا، اب
اس کا کچھ نشان دیکھتے ہو۔ اور انہی جگہ وہ
حدیث ہے جس کی ہمیں خبر دی مولیٰ عبد الرحمن سے،
انہوں نے روایت کی سید محمد بن عبد اللہ سے،
جیسا کہ گزرا، اور وہ روایت کرتے ہیں علی بن
یحییٰ زیاد سے، وہ روایت کرتے ہیں شہاب محمد
بن محمد رلی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام
ابراہیم سخاوی سے، وہ روایت کرتے ہیں۔

السؤال وعليك بتزكية الخيال
ومن تمام نعمة الله تعالى
ان فسر الشراح المحنديين
بما يعين المراد و يقطع
كل وهم يراد۔

قال العلامة المناوي اكرم
الناس اتقاهم لان اصل
الكوم كثرة الخير فلما كانت
المتقى كثيرا الخير في الدنيا
وله الدرجات العلى في
الآخرة كانت اعظم الناس
كرما فهو اتقاهم، انتهى۔

انظر اين ذهبت شبهتك
انواعية قبل تولى لها من ياقية، و
منها ما اثنانا المؤلف عبد الرحمن
عن الشريف محمد بن عبد الله
كما مضى عن علي بن يحيى
الزيادي عن الشهاب احمد بن
محمد الرمي عن الامام ابي
الخير السخاوي عن

سہ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اکرم الناس اتقاهم مکتبۃ الامام الشافعی ۲۰۳/۱

العزیز عبد الرحیم بن قرات عن
 الصلاح بن ابی عمی عن الفخر بن
 البخاری عن فضل اللہ ابی سعید
 التوقانی عن الامام محی السنہ
 البغوی انا ابوبکر بن ابی الہیثم
 انا عبد اللہ بن احمد بن حمویہ
 انا ابواہیم بن خزیم ثنا عبد اللہ
 بن حمید انا الفضل بن مخلد
 عن مویس بن عبیدہ نا
 عن عبد اللہ بن دینار
 عن ابن عمر ان النبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 طاف یوم الفتح علی ما احلته
 یمتلم الاساکات بمعجنتہ
 فلما خرج لم یجد مناخا
 فنزل علی ایدی الرجال
 ثم قام فخطبہم فحمد اللہ
 واثنی علیہ، وقال الحمد
 للہ الذی اذهب عنکم غیبة
 الجاہلیة و تکبرہا بآبائہا
 انما الناس مجلان برقی کریم صلی
 اللہ و فاجر شقی ھیتی علی اللہ ثم تلا
 "یا ایہا الناس انا خلقکم من ذکر
 و انثى" ثم قال اقول
 قولی ھذا واستغفر اللہ

عز عبد الرحیم بن قرات سے وہ روایت کرتے
 ہیں صلاح بن ابی عمر سے وہ روایت کرتے ہیں
 فخر ابن بخاری سے وہ روایت کرتے ہیں فضل
 ابو سعید توقانی سے وہ روایت کرتے ہیں امام
 ابی السنہ بغوی سے وہ فرماتے ہیں ہمیں خبر دی
 ابوبکر ابن ابی یثم نے عبد اللہ بن احمد ابن حمویہ سے وہ
 فرماتے ہیں ہمیں خبر دی ابواہیم ابن خزیم نے عبد
 اللہ بن حمید بیان کی عبد اللہ بن حمید نے ہمیں خبر دی
 ضحاک ابن مخلد نے وہ روایت کرتے ہیں اسکو
 موسیٰ ابن عبیدہ سے وہ روایت کرتے ہیں عبد
 بن دینار سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت
 ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر طواف کیا
 ارکان کعبہ کا بوسہ اپنے عصا سے مبارک سے
 لیتے تھے، تو جب باہر تشریف لائے تو سواری
 کو ٹھہرانے کی جگہ نہ پائی تو لوگوں میں سواری
 سے اتر گئے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تبارک
 و تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا، اللہ کے لئے حمد
 جس نے تم سے جاہلیت کا گھمٹا اور آباؤ اجداد کا
 غرور دور کیا — لوگوں میں دو قسم کے
 مرد ہیں ایک نیک متقی اللہ کے یہاں عزت
 والا، دوسرا بدکار بد بخت، اللہ کی بارگاہ میں
 ذلیل۔ پھر یہ آیت پڑھی: "اے لوگو! ہم نے
 تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر فرمایا،
 "میں یہ بات کہتا ہوں اور اللہ سے اپنے

لی و لکم یش

اقول انظر كيف قسم المصطفى
صلى الله تعالى عليه وسلم الخلق الى
قسمين برزقي ووصفهم بالكرم و فاجر
شقي ووصفهم بالهوان و هذا عسر
قيما قلنا .

و منها ما يخرج ابن النجار
والرافع عن ابن عمر
عن النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم من دعائه
اللهم اغنني بالعلم و زينة
بالعلم و اكرمني بالتقوى
وجعلني بالعافية قال المناوي
اكرمني بالتقوى لا كونه من
اكرم الناس عليك امت اكرمك
عند الله انفسكم آم

نے اور تمہارے لئے مغفرت چاہتا ہوں۔
اقول دیکھ مسطفیؐ سے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے مخلوق کو دو قسم کیا ایک نیک پرہیزگار اور ایک
عزت سے محروم کیا۔ اور دوسرے بدکار، بد بخت،
اور انہیں ذلیل بنایا۔ اور یہ ہمارے دعویٰ کی صریح
دلیل ہے۔

ان احادیث میں سے ایک وہ ہے جس کی
تخریج ابن نجار اور رافعی نے کی سیدنا حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کے یہ کلمات
مردی ہیں: اے اللہ! مجھے علم کے ساتھ زینت
علم کے ساتھ زینت، تقویٰ کے ساتھ اکرام
اور عافیت کے ساتھ جمال عطا فرما۔ مناوی
نے (دعا کا مطلب بیان کرتے ہوئے)
کہا: مجھے تقویٰ کے ساتھ اکرام عطا فرما
تا کہ میں تیرے یہاں سب سے زیادہ عزت
پانے والے لوگوں میں سے ہو جاؤں (بیشک
اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے
جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) اور
میں کہتا ہوں صحیح ہے کہ لفظ جس

اقول والوجه حذف

۱۔ سالم التزمل (تفسیر النبی) تحت الآیہ ۱۳/۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۶/م
۲۔ کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۳۶۶۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۸۵/۲ ۲۰۲
۳۔ الجامع الصغیر ۱۵۲۲ دار الکتب العلمیہ ۹۶/۱
۴۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اللہم غنی بالعلم مؤسسۃ الامام الشافعی ریاض ۲۲۱/۱

کو حذف کیا جائے۔ گویا اس کی مراد وہ ہے جس کا ارادہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی میں دُعا کرتے چُوتے اُمت کر تے ہے۔

میں وکانہ اعداد ما توريد الامنة عند الدعاء به تاسيا بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم۔

مخلافان حدیثوں میں سے یہ حدیث ہے جسے زعمری نے کثافت میں پھر امام نسفی نے مدارک میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا فرمایا جس کی یہ خوشی ہو کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ عزت والا ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ اور یہ ظاہر ہے

ومنها ما اورد الزعمري في الكثاف ثم الامام النسفي في المدارك عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من سره انت يكون اكرم الناس فليتن الله اء . وهذا البيت و اجلی۔

اقول خاصا علمائے اس آیت سے متقی لوگوں کی تعریف ہی تھی اور اس آیت سے تقویٰ اور اہل تقویٰ کی فضیلت پر دلیل لاتے رہے، تو اگر معاذیوں ہوتا جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو یہ تمام استدلال سرے سے باطل ہو جاتا جس لئے کہ جب معنی یہ ٹھہرے کہ ہر کرم متقی ہے اور یہ اس کو مستلزم نہیں کہ ہر متقی کرم ہو تو اس میں پرہیزگاروں کے لئے کون سی تعریف ہے اور پرہیزگار دوسروں سے کس وصف سے برتر ہوں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر کرم انسان حیوان

واقول خاصا العلماء ما فهموا من الآية الامدح المتقين ولم يزاوا محتجین بها علی فضيلة التقوی واهلها فلو كان الامر كما نه عتم لاندحض هذا التمسكات بهذا افيها اذ لما كان المعنى ان كل كرم متق وهو لا يستلزم ان كل متق كرم فای مدح فيه للمتقين و بعد ذا يفضلون علی الباقيين الا ترى امت كل كرم الانسان وحيوان وجمسان

ولا يكون بهن اكل فريه من هؤلاء محمودا
في الحديث۔

فان قلت ان التقوى وصف خاص
بالكرمساء فلهذا استحق المشاء
بخله من ما ذكره من الاوصاف۔

قلت الا ان اتيت اليك ابنت
فان التقوى اذا اختص بهم و لم
يوجد في غيرهم وجب ان يكون
كل متق كريمة وليه المقصود قال
المولى الفاضل الناصح محمد افندي
الرومي البرمكي في الطريقة المحمدية
بعد ما سرد الآيات في فضيلة
التقوى فتأمل فيما كتبنا من الآيات الكريمة
كيف كان السقي عند الله تعالى اكرم انتهى۔

قال المولى الشارح العارف
بالله سيدي عبد الغني النابلسي في
شرحها المحمدية الندية اشارة الى الآية
الاولى من قوله تعالى ان اكرمكم
عند الله اتقوا انتهى۔

واقول سادسا اني اوافق
تحقيقت بالقبول احت اخروج

اور جسم ہے اور اس کے ساتھ ان تینوں میں سے
ہر فرد محمود نہیں ہوتا۔

فان قلت (ترا کر تم کہو کہ یہ شک تقویٰ
کرمیوں کے ساتھ خاص ہے لہذا یہ وصف تعریف
کا مستحق ہے بخلاف ان اوصاف کے جو آپ نے
ذکر کئے۔

قلت (میں کہوں گا) اب تم اسی بات
پر آگے جس کا تم نے انکار کیا تھا اس لئے
کہ تقویٰ جب کرمیوں کے ساتھ خاص ہے ضرور
میں نہیں پایا جاتا تو ضروری ہے کہ ہر متقی کرم ہو
اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ مولى فاضل ناصح محمد
آفندی رومی برکلی طریقہ محمدیہ میں تقویٰ کی فضیلت
میں آیات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں تو انہ
آیات کریمہ میں غور کرو جو ہم نے لکھیں کیونکہ متقی
اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ کرم ٹھہرا۔
کتاب مذکور کے شارح لولا عارف باللہ
سیدی عبد الغنی نابلسی اس کی شرح مدیقہ مدیدہ
میں فرماتے ہیں مصنف کا اشارہ پہلی آیت یعنی
اللہ تعالیٰ کے قول "ان اكرمکم عند الله
اتقوا" کی طرف ہے۔

واقول سادسا اے توفیق دہندہ
میری طرف آ، یہ ایک تحقیق ہے جو قبول کی

۱۲۹/۱ الفصل الثالث مکتبہ حنفیہ کوثر
۲۱۰/۱ مکتبہ قدیر رضویہ فیصل آباد

عقله فانما وصف العقل بالمرودة
لا المرودة بالعقل وكذا قوله
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حسبہ خلقه والشرف التواضع فانما
نعلم علی الخلق بانہ الحسب وعلى
التواضع بانہ الشرف حسبا لما یدعیہ
المدحون صحت انت العال هو
الشرف ولذا ای قال قائل انت
الحسب خلق والمرودة عقل والشرف
تواضع لم یقبل قوله منه و انت
عکس قبل فہکذا فی الفقرتین
اعنی قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اکرم التقویٰ وکرم
المرء دینہ۔

کی عقل ہے۔ دیکھو تو معلوم ہو گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے عقل ہی کو مروت سمجھ کر اسی طرح
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول "آؤ کل حسب
اسی کا خلق ہے اور شرف تواضع ہے تو اس لئے
کہ خلق پر حکم لگایا کہ وہ حسب ہے اور تواضع پر
حکم فرمایا کہ وہی شرف ہے مدعوں کے دعوے
کو رد کرنے کے لئے کہ مال ہی شرف ہے
اسی لئے کہ اگر کوئی یوں کہے کہ بے شک
حسب خلق ہے اور مروت عقل ہے اور شرف
تواضع ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا اور
اگر اس کا عکس کر دے تو قبول کیا جائے گا
تو اسی طرح دونوں حدیثوں میں اپنے بعد فقروں
سے ملے ہوئے فقروں میں یعنی حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا قول کرم تقویٰ ہے اور آدمی
کی عزت اس کا دین ہے یعنی ان جگہوں کا عکس
مقبول نہ ہو گا۔

اور میں تم کو اس کے لئے ایک ضابطہ
دیتا ہوں جب کبھی تم ایسے مقامات میں دوام
معرفت باللام دیکھو کہ ان میں کا ایک دوسرے
پر محمول ہوتا ہے تو اگر دوسرے کا پہلے کے لئے
محمول بنا بغیر لام کے صحیح ہو تو جان لو کہ وہ اس
قضیے میں بھی محمول ہو سکتا ہے ورنہ نہیں اسکی نظیر
شاعر کا شعر ہے ۱۵

وانا اعطیک ضابطۃ لہذا
مکملہ اس آیت فی امثال ہذا المقام
اسمیں معرفت باللام محمولاً احدهما
علی الآخر فان صح ان یحمل الآخر علی
الاول یحذف عن اللام فاعلم انہ یجوز ان
یکون محمولاً فی تلك القضية ایضاً والا لا
نظیر قول الشاعر ۱۵

۱۵ اشارہ الی انک تقول الخ (المصنف)

بنونا بنوا بناءنا و بنو

بناتنا بناء الرهبان

- فانك ان قلت احفادنا بناءنا بعد وقت

توان قلت ابناتنا احفاد لنا كذبت

فكانت بنونا هو المحكوم به والسر

فت ذلك ان المحمول يجوز تنكيره

ابدا و اقادة القصر على تسليمه

كلية امرنا ان على نفس الحكم

والموضوع لا ينكر تنكيره محضا فلذلك

لا يقال انكم تقوى او انكم دين

وانما تقول بالتحريف لان الآخر

هو الموضوع حقيقة لا اجل هذا

انت حكمت و شكرت مع

امام ايت انت النجب

صلى الله تعالى عليه وسلم

لما قدم التقوى في حديث الحكيم نكر انكم

ولما عكس في الحديث الآخر عرفت

التقوى اللهم لك الحمد

على قوا ترا لا ثلك و

لا غافك يا هذا مغموسا

في غيبات الغياوت

بحديث يعصو عليك الانتقاء

لما في تلك الاحاديث

یعنی ہمارے بیٹے ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور

ہماری بیٹیوں کے بیٹے اور مردوں کے بیٹے ہیں۔

اس لئے کہ اگر تم یوں کہو کہ ہمارے پوتے ہمارے

بیٹے ہیں تو یہ صادق ہوگا، اور اگر یوں کہو کہ ہمارے

بیٹے ہمارے پوتے ہیں تو یہ کاذب ہوگا تو شعر

میں "بنونا" ہی محکم بہ ہے اور اس میں نکرہ

یہ ہے کہ ہمیشہ محمول کو نکرہ لانا جائز ہے اور اقادة

قصر ہمارے کو امر کی تسلیم کر لیں نفس حکم پر

ایک زائد بات ہے اور موضوع کبھی نکرہ محضہ

نہیں لایا جاتا ہے تو اس لئے یوں نہ کہا

جائے گا کہ انکم تقویٰ یا انکم دین یعنی

جبکہ جملے کا خبر ثانی جہذا شہر ایں تو اسکو

نکرہ لانا حبابہ نہیں بلکہ تم یہ جملہ دوسرے

خبر کی تعریف کے ساتھ بولو گے اس لئے کہ

حقیقت میں دوسرا جو ہی موضوع ہے اسی وجہ

سے اگر اس جملے کا عکس کر دو اور پہلے جو کہ

نکرہ کر دو تو صحیح ہوگا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب تقویٰ

کو مقدم کیا حکیم ترمذی کی گزشتہ حدیث میں تو

کو تم کو نکرہ لائے، اور دوسری حدیث میں

جب اس کا عکس کیا تو تقویٰ کو معرفہ لائے۔

اللہ! تیری بہیم نعمتوں پر تیرے لئے حمد اے

شخص میں گمان نہیں کرتا کہ تو کم فہم کی اندھیر

عہ اشارہ الی انہ مع اشتہار فی کثیر من الناس الخ (الہنفت)

التقجاءات مسرة بتقوى
الكرم واخروج بتقوى والتقوى
من لمعانت بوارق يكاد سناها
يخطف البصار الشبهات ولا سيما حديث
الترمذي مع ما يقوى في الاصول
ان الامانة لا عهد فخلا استغراق
بيل الجنس ايضا مفيد
اذ حكمه لا بدوان يستوعب
فيه الافساد. والله تعالى
اعلم.

واقول سابعاً ان قيل لك
اكرم الناس اتقاهم ثم من
دونه فالتقوى وهكذا
يأتي ينزل تدريجاً لا حيدراً
تسله وتقول هذا الامايب فيه
لكنك لو تدرا ان قد انصرفت
عما اقررت وقد اعترفت بما
انصرفت قيل فم اذا
محصل قولك ان اكرم
الناس يوصف اولاً بانه اتقى
وثانياً بانه قليل التقوى
وثالثاً بانه اقل هل هذا
الا كلام مجنون قسوة
بلفظ ف الجنون وما دعى
وما عقل وهذه الشناعة

میں ایسا بھٹکا ہو کہ تیرے اوپر ایسی چکنی تجلیوں
سے تنبیہ ہوتا دشوار ہو جن کی روشنی لگتا ہے کہ
شبہات کی آنکھوں کو اچک لے گی جو ان حادثہ
میں ہیں جن میں کبھی کرم کو مقدم فرمایا اور کبھی تقویٰ
کو صدر کلام میں لائے بالخصوص حدیث ترمذی
باوچر دیگر اصول میں مقرر ہو چکا کہ ہم جبکہ عہد
کے لئے نہ ہو تو استغراق کے لئے ہٹا بلکہ جنس
بھی مفید استغراق ہے اس لئے کہ ضروری
ہے کہ جنس کے حکم میں سب افراد برابر ہوں۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقول سابعاً اگرم سے کہا جائے
کہ سب لوگوں سے زیادہ با عزت سب سے
زیادہ پرہیزگار ہے پھر جو تقویٰ میں اس سے
کم ہے اور اسی طرح سے تدریجاً کم سے کم
کی طرف نازل ہو لا محالہ تم اس کو تسلیم کرو گے
اور کہو گے کہ اس میں کوئی شک نہیں میس
تم نے نہیں سمجھا کہ تم اس سے پھر گئے جس کا
تم نے ارتکاب کیا تھا اور انحراف کا اعتراف
کر لیا مجھے بتاؤ تمہارے اس قول کا اصل
کیا ہے کہ اكرم الناس اولاً اتقى
ہوتا ہے (سید سے زیادہ پرہیز گار) اور
ثانیاً قلیل التقویٰ کے ساتھ اور
ثالثاً اس سے بھی اقل کے ساتھ (یعنی اس
صورت میں جبکہ جز ثانی یعنی اتقى کو محمول بانیں
کیا یہ ایسے مجنون کا کلام نہیں جو جنون میں لفظ

ہوتا ہے اور سمجھتا نہیں ورنہ اسے خبر ہوتی اور
 یہ شاعت تھا کہ زعم عجیب میں ان تمام
 احادیث کو مکرر کر دے گی جن میں ترتیب کے
 ساتھ اعمال کی فضیلت بیان ہوئی اور یہ مضمون
 احادیث میں بہت ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 نے فرمایا اللہ کو سب کاموں سے زیادہ پسندیدہ
 نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے، پھر ماں باپ
 کے ساتھ حسن سلوک، پھر اللہ کی راہ میں
 جہاد کرنا، اس حدیث کو روایت کیا احمد،
 بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے
 حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تو تھا کہ
 زعم پر مبنی یہ ہو گا کہ سب سے زیادہ محبوب کام
 پہلے صلوٰۃ کے ساتھ معروف ہوتا ہے پھر کچھ
 دیگر امور حسن سلوک بن جاتا ہے پھر کچھ دیگر امور
 جہاد ہوتا ہے اور یہ سب سے زیادہ عجیب باتوں
 میں سے ہے جو شیخہ والوں نے سنی۔

تکدام علیک زعمک العجیب ق
 عقل صاحباء علی الترتیب
 وہم کثیر ق الاحادیث قال صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احب
 الاعمال الحب اللہ الصلوٰۃ لوقتها
 ثم بر الوالدین ثم الجہاد
 فی سبیل اللہ ثم اخرجہ الاثمۃ
 احمد و البخاری و مسلم و ابوداؤد
 و الترمذی و النسائی عن ابن مسعود
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال معنی
 علیک تراکبک امک احب الاعمال
 یوصف اولاً بانہ صلوٰۃ ثم یمکث
 فیصیر برا ثم یلبث لیعود جہاداً
 و هذا منہ لایجب ما صم السامعون۔

- ۱۔ صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ لوقتها قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۶
 ۲۔ کتاب الجہاد باب فضل الجہاد ۱/۳۹۰
 ۳۔ کتاب الادب باب قولہ تعالیٰ و وصینا الانس و البالیۃ ۱/۸۸۶
 صحیح مسلم کتاب الایمان باب کون الایمان باللہ افضل الاعمال ۱/۶۲
 مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود الکتاب الاسلامی بروایت ۱/۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴
 جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی الوقت الاول من الفضل ایچ بیکنی دہلی ۱/۶۴
 ۴۔ ابواب البر و الصلوٰۃ باب ما جاء فی بر الوالدین ایچ بیکنی دہلی ۲/۳
 سنن النسائی کتاب مواقیت فضل الصلوٰۃ لمواقیتها نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۷۱
 سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب المحافظة علی الصلوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۶

تذائیل ایاک و امت تظنت
ان تقدیم الخبر فی امثال هذا المقام
قلیل فی فصیح الکلام حتی یعد تاویلا
للمرام بل هو شائع متکثر بل هو اکثر
الاوخر ولو موردنا لك من الاحادیث
الواسدة علی هذا المنوال لتافت علی
مثبات و س میتنی بالاملاک ثم منها
ما فی نفس الحدیث و لیل علی
ما نرید کتقدیم الصفات و تاخیر
الذوات و غیر ذلک و منها ما شروح
الناس حوت بعکس الترتیب من
دوت حاجة الخ ما هنا لك
فعلوانه طریق شائع کثیرا
ما یجرب الکلام علیه و تقبلا
الافهام الیه بلا احتیاج الی صوارف
ولا توقف علی موقف و لولایا علی حذر من
الاطناب لا یرتک منها العجب
العجاب لکن لا یاس انت تذکر
طریقاً من احادیث اکثرها من
القسم الشاف لانها اوضح
فی المقصود و وضوحا جمیلا و
نقد مر علیها حدیثا ذکر فیہ
المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم مقدمتین فاستنتج منها
العلماء کمثل صنیعنا فی الایتین

تذائیل خبر دار رہ گمان نہ کرنا کہ ایسے
مقامات میں خبر کو مقدم رکھنا کلام فصیح میں نادر
ہے یہاں تک کہ مقصود کے لئے کوتاہی کرنا چاہیے
بلکہ وہ بکثرت شائع ہے بلکہ یہی اکثر و اور
ہے اور اگر ہم تم سے ان احادیث میں سے کچھ
کا ذکر کریں جو اس طریقے پر وارد ہوئیں تو گفتگو
میں تو سیکڑوں سے زیادہ ہوں گی اور تم مجھے
اکتا دینے پر ہمت نہ کرنا گئے پھر ان میں سے وہ
بھی ہے جو نفس حدیث میں ہمارے مدعا کی
دلیل ہے جیسے صفات کو مقدم کرنا اور ذوات
کو مؤخر کرنا اور اس کے علاوہ ان میں شامیں
حدیث کا حدیث کی شرح میں ترتیب الٹ دینا
بلا ضرورت و تو اس سے معلوم ہوا کہ خبر کو مقدم
کرنا شائع ہے اور بسا اوقات کلام اس ذہن
پر چلتا ہے اور قرائن صادر نہ کہ حاجت کے بغیر
لوگوں کی فہم اس کی طرف سبقت کرتی ہے اور
کسی بنانے والے پر موقوف نہیں ہوتی اور اگر
ہمیں تطویل کا ڈر نہ ہو تو ہم تمہیں ان احادیث کا
عجیب و غریب نمونہ دکھاتے لیکن اس میں حرج
نہیں کہ ہم ان احادیث کا ایک حصہ ذکر کریں جن
میں اکثر قسم ثانی کے قبیل سے ہیں اس لئے
کہ وہ مقصود میں خوب واضح ہیں اور ہم پہلے
ایک حدیث ذکر کریں جس میں مصطفی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے دو مقدمے ذکر کئے تو اس سے
علمائے قیہور نکالا جس طرح دونوں آیتوں میں

ہم نے کیا تا کہ قید سخت ہو۔ ہم سے حدیث بیان کی
 حسین فاطمی نے نوہ روایت کرتے ہیں عابد بن احمد
 سے، وہ روایت کرتے ہیں صالح فاروقی سے،
 وہ روایت کرتے ہیں سلیمان بن درگی سے، وہ
 روایت کرتے ہیں محمد شریف سے، وہ روایت
 کرتے ہیں شمس علقمی سے، وہ روایت کرتے ہیں
 امام سیوطی سے، وہ روایت کرتے ہیں احمد
 بن عبد القادر ابن طریقت سے، یہیں
 خبر دی ابو اسحق تنوخی نے، یہیں خبر دی
 ابو الحجاج یوسف ابن زکی مزی نے،
 یہیں خبر دی قزالدین ابن بخاری نے
 سافنا ابو حصص عربی طبرزد سے سن کر، یہیں خبر دی
 ابو الفتح عبد الملک ابن قاسم کردی نے، یہیں خبر
 دی قاضی ابو عامر محمود ابن قاسم ازدی اور ابوبکر
 احمد بن عبد الصمد غوری نے، یہیں خبر دی
 ابو محمد عبد الجبار جراحی مروزی نے، یہیں خبر دی
 ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب المحبونی
 المروزی نے، یہیں خبر دی ترمذی نے،
 حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن یحییٰ نے،
 حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف
 نے، حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، انھوں
 نے روایت کی ہشام ابن عروہ سے، انھوں نے
 روایت کی اپنے باپ سے، انھوں نے روایت
 کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، انھوں
 نے کہا قویا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لیکون هذا اشد تنكبا، انبأنا حميد
 الفاطمي عن عابد بن احمد عن
 صالح الفاروقي عن
 سليمان الدارقي عن محمد
 الشريف، عن الشمس العلقمي
 عن الامام السيوطي عن
 احمد بن عبد القادر
 بن طريقت انا ابو اسحاق
 التنوخي انا ابو الحجاج يوسف
 بن الزكي المزني انا
 الفخري بن البخاري سمعنا
 بسامه عن ابی حصص عمر
 بن طبرزد انا ابو الفتح عبد الملك
 ابن قاسم الكردی، انا القاضي
 ابو عامر محمود بن القاسم
 الاشدي و ابوبكر احمد بن عبد الصمد
 الغوري انا ابو محمد عبد الجبار
 الجرجاني المروزي انا ابو العباس محمد بن
 احمد بن المحبوب المحبوني المروزي انا
 الترمذي ثنا محمد بن يحيى نا محمد بن
 يوسف نا سفيان عن هشام بن عروة،
 عن ابيه عن عائشة قالت
 قال رسول الله صلى الله
 تعالیٰ علیه وسلم
 خيركم خيركم لاهله

نے اتم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی
بیوی کے لئے بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے لئے
اتم سب سے بہتر ہوں جب تمہارا کوئی ساتھی
مر جائے تو اسے چھوڑ دو (یعنی اس کا ذکر
برائی سے نہ کرو) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

قلت (میں کہوں گا کہ) یہ حدیث ابن ماجہ کے یہاں منجملہ حدیث ابن عباس سے مروی ہے اور طبرانی کے یہاں ان کے معجم کبیر میں معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین سے امام علامہ عبد الرزاق مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر مصنفہ امام موئی جلال الحق والدین سیر علی رحمہما اللہ قتانی میں فرمایا: " تو میں مطلقاً سب سے بہتر ہوں " اور حنفیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہتر سلوک فرماتے تھے۔"

اقول (میں کہتا ہوں) اسے شخص اگر تو
اس قیاس میں اور اُس قیاس میں جس کی صحت کا

چند اہم محکمات

۱۱
41

تو منکر ہے فرق نمایاں کر دے تو تفصیلیہ عمر بھر تیرے
شکر گزار ہوں گے لیکن یہاں یہاں یہاں یہاں یہاں
کیونکہ ایسا ممکن ہے۔ امام احمد و بخاری و مسلم
حضرت ابو ہریرہ سے راوی انھوں نے نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا، اونٹوں
پر سوار ہونے والی عورتوں میں سب سے بہتر قریش
کی نیک عورتیں ہیں۔

فاضل شارح نے فرمایا تو جن کے لئے
سب سے بہتر ہونے کا حکم فرمایا گیا وہ قریشی عورتوں
میں نیک عورتیں ہیں اور یہ حکم اپنے قوم پر نہیں
دیکھو کس طرح شارح نے خیر کو محکوم پر قرار دیا۔ امام
احمد، ترمذی اور حاکم بسند صحیح حضرت عبداللہ ابن
عمر و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصحاب
میں سب سے بہتر ان کے نزدیک وہ ہے جو اپنے
سامعین کے لئے سب سے بہتر ہو اور ہمسایوں میں
اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے

الذی تشکر صحتہ لشکرك المفضلة
ایدا ما كانوا ولكن هیهات هیهات اتى
لك ذلك اخرج احمد والشیخات عن
ابی ہریرة عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم، خیر نساء مکیبن الابل صالح
نساء قریش بلہ

قال الفاضل الشارح قال المحکوم
له بالخیرة الصالحة منهم لاعلى المکرم
ام انظر کیف جعل الخیر
محکوما به اخرج احمد والترمذی
والحاکم باسناد صحیح عن عبد اللہ
بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر
الاصحاب عند اللہ خیرهم لصاحبہ
وخیر الجیزان عند اللہ خیرهم لحبائره
قال الفاضل الشارح فکل

- ۱۔ مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرة المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۵ و ۳۹۳
صحیح البخاری کتاب النکاح باب الی من یسک واتی الفاسخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۶۰
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل نساء قریش ۲/۳۰۸
۲۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث خیر نساء مکیبن مکتبۃ الامام انشاعی ریاض ۱/۵۳۲
۳۔ مسند امام احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۶۸
المستدرک للحاکم کتاب النکاح خیر الاصحاب عند اللہ دار الفکر ۱/۳۴۳
الجامع الترمذی ابواب الخیر والصلۃ باب یسک فی حق الجوار امین کمپنی دہلی ۲/۱۶

ہمسایوں کے لئے سب سے بہتر ہو۔ فاضل
شارح نے کہا تو ہر وہ شخص جو اپنے ساتھی اور
پڑوسی کے لئے کثیر الخیر ہو وہ اللہ کے نزدیک
افضل ہے اور اس کے برعکس ہو تو حکم برعکس
ہے انتہی۔ امام احمد ابن حنبل اور سیوطی نے
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
بسنید صحیح روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے راوی کہ سرکار نے فرمایا: سب سے بہتر ذکر
ذکر خفی ہے۔ فاضل شارح نے کہا یعنی وہ
وہ ذکر جسے ذکر خفیہ رکھے اور لوگوں سے چھپائے
وہ ذکر بہرے افضل ہے انتہی۔ طبرانی، ابن ماجہ
ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا:
”سب سے بہتر صدقہ دہ ہے جو خفیہ طور پر فقیر کو
دیا جائے۔“ فاضل شارح نے کہا اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے: ”وان تخفوها وتؤتوها الفقراء
فہو خیر لکم“ انتہی۔

من كان اكثر خيرا لصاحبه و
جاسا فہو افضل عند اللہ و
العكس بالعکس ۱۵، اخروج
احمد وابن حبان والبیہقی
عن سعد بن ابی وقاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد
صحیح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم خیر المذکر الخفی؟
قال الفاضل الشارح ای ما اخفاه
الذاکر وسترہ عن الناس فہو
افضل من المجہر ۱۶، اخروج
الطبرانی عن ابی امامۃ الباہلی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الصدقۃ سر
الی فقیر۔ قال الفاضل الشارح قال تعالیٰ
وان تخفوها وتؤتوها الفقراء فہو خیر
لکم ۱۷۔

- ۱۵ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر الاصحاب، مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۵۲۵/۱
۱۶ سنن احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص، المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱۴۲/۱
موارد النعمان الی زوائد ابن حبان حدیث ۲۳۲۳، المکتبۃ السلفیہ ص ۵۷۷
شعب الایمان حدیث ۵۵۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۷/۱
۱۷ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر الذکر، مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۵۲۶/۱
المعجم الکبیر حدیث ۷۸۷۱، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۵۹/۸
معجم الصغیر ۱۲۷۰۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/۱
شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث افضل الصدقۃ، مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱۸۵/۱

اقول انظر فقد اخبرت الآية

وقدم الحديث. اخرج احمد والمحاكم
عن رجل من الصحابة عن
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
ان افضل الضحايا اغلاها واسمنها
قال النافضل الشارح فالاسمن افضل
من العمداء.

اخرج احمد والطبراني في
الكبير عن ما عزمه الله تعالى عنه
عن النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم افضل الاعمال الايمان بالله
ثم الجهاد ثم حجة برة تفضل سائر
العملية

اقول انظر الى هذه النحلة الآخرة
صدى بالافضل ثم اخبر.

اخرج ابو الحسن القزويني في
اماليه الحديثية عن ابى امامة

اقول ويكبر آيت كبري في كذا

موضوع ہے (مرفوع کیا اور حدیث نے اس کو
مقدم کیا۔ امام احمد اور حاکم نے کسی صحابی سے
دریافت کیا وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
راوی کو فرمایا: "قرآنی کے باخبروں میں سب سے
بہتر سب سے قیمتی سب سے عزیز ہے۔" فاضل
شارح نے کہا تو جو سب سے عزیز ہے وہ
عد سے افضل ہے اور۔

امام احمد اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت
ما عزمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی انہوں نے
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا
کہ فرمایا: "سب سے بہتر عمل اللہ پر ایمان رکھنا
ہے پھر جہاد، پھر حج مقبول تمام اعمال سے
افضل ہے۔"

اقول (میں کہتا ہوں) اس کلمہ
میں دیکھو، پہلے افضل کو مقدم کیا پھر اس کو
مرفوعاً ہے۔

ابو الحسن قزويني اپنے امالي حدیثیہ میں
حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

۱۔ مسند احمد بن حنبل حدیث جدائی الاشد اسلمی المکتب الاسلامی بیروت ۲۲۲/۳

المستدرک کتاب الاضامی باب افضل الضحايا الزوار الفکر بیروت ۷۳۱/م

۲۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ان افضل الضحايا مکتبة الامام الشافعی باغی

۳۔ مسند احمد بن حنبل حدیث ما عزمه رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت

المعجم الکبیر حدیث ۸۰۹ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۰/۲

وہ کسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، سب سے زیادہ لوگوں کی تصدیق کرنے والا وہ ہے جس کی بات سب سے زیادہ سچی اور لوگوں کو سب سے زیادہ بھڑاتا ہے۔ والا وہ ہے جو اپنی بات میں سب سے بڑا جھوٹا ہو۔ فاضل شارجہ نے فرمایا وہ سچا دوسرے کے کلام کو سچائی پر محمول کرتا ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ کو بڑا جانتا ہے اور جھوٹا ہر خبر کو جھوٹ کی تہمت لگاتا ہے اس لئے کہ جھوٹ بڑا اس کا کام ہے ۱۰۔

امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت سلمان فارسی سے حدیث موقوف روایت کی اور ابن لالی اور ابن بخار نے ابو ہریرہ سے اور سجوسی نے ابانہ میں ابن ابی اوفی سے اس سب سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوع روایت کیا کہ فرمایا سب لوگوں سے زیادہ قیامت کے دن اس کے گناہ ہونگے جو سب سے زیادہ لایعنی باتیں کرے۔

فاضل شارجہ نے فرمایا اس لئے کہ

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ان اشد الناس تصدیقاً للناس
اصد قہم حدیثاً وان اشد الناس
تکذیباً کذبہم حدیثاً۔ قال
الفاضل الشارح فالصدق
یحمل کلام غیر علی الصدق
لاعتقاده قبح الکذب والکذب
یتہم کل من غیر بالکذب لکونه
شأنہ ۱۰۔

اخرج احمد فی کتاب الزہد
عن سلمان الفارسی واقفا علیہ و
ابن لالی وابن النجاشی عن
ابی ہریرۃ والسیحزی فی الابانۃ عن ابی
اوفی مرفوعین الی النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اکثر الناس ذنوباً یوم القیمۃ
اکثرہم کلاماً فیما لایعنیہ ۱۰

قال الفاضل الشارح لانی

۳۳۴/۳	موسسة الرسالة بیروت	حدیث نمبر ۶۸۵۴	لے کنز العمال
۱۳۴/۱	دار اکتب العلمیہ بیروت	۲۲۰۲	الجامع الصغیر
۳۱۱/۱	مکتبۃ الامام الشافعی رابض	حدیث ان اشد الناس تصدیقاً	لے التیسیر شرح الجامع الصغیر
۸۶	دار اکتب العلمیہ بیروت	حدیث ۱۳۸۶	لے الجامع الصغیر بحوالہ ابن لالی و ابن بخار
۶۱۹	دار اکتب العربیہ	۸۱۱	کتاب الزہد

جس کا کلام کثیر ہوگا تو اس میں محل خلاف شرع
ہائیں زیادہ ہوں گی تو اس کے گناہ بڑھیں گے
اور اس کو شہور نہ ہوگا ۱۰۔

امام بخاری تاریخ میں اور ترمذی اور
ابن جہان بسند صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی وہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا
”قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ مجھ
سے قریب وہ ہوگا جو سب لوگوں سے زیادہ
مجھ پر درود بھیجے گا۔“

فاضل شائع نے فرمایا یعنی قیامت
میں سب سے مجھ سے زیادہ قریب اور سب سے
زیادہ میری شفاعت کا حقدار وہ شخص ہوگا جو دنیا
میں مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا اس لئے
کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود کی کثرت
سچی محبت پر اور کمال ربط پر دلالت کرتی ہے
تو لوگوں کے مدارج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے قرب میں اس امر میں لوگوں کے
تفاوت کے حساب سے ہوں گے ۱۰۔
اقول دیکھو پہلے لفظ حدیث کی شرح

من کثر معلامہ کثر سقطہ فتکثر
ذنبہ من حدیث لا یثبتر ۱۰

الخروج البخاری فی التماسیخ
والتزمذی و ابن جہان بسند صحیح
عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ان اولی الناس فی یوم القیامة اکثرهم
علت صلوة ۱۰

قال الفاضل الشارح اع
اقربهم منی فی القیمة و احقهم
بشفاعتی اکثرهم علی صلاة فی
الدنیاء لا کثرة الصلوة علیہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تدل علی
صدق المحبة و کمال الوصلة
فتكون منازلهم فی الاخرة منه
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحسب
تفاوتهم فی ذلك ۱۰۔
اقول انظر شرح ادلائل لفظ الحدیث

۱۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اکثر اناس ذنوباً یوم القیمة مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۲۰
۲۔ جامع الترمذی ابواب الوتر باب ما جاء فی فضل الصلوة علی النبی امین کمپنی دہلی ۱/۶۳
الجامع الصغیر حدیث ۲۲۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۳۶
۳۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان اولی اناس فی الاخرة مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۳۱۶

کی پھر علت وہ بیان کی جو اسی صورت میں ٹھیک
بیٹھتی ہے جبکہ حدیث میں (وارد) لفظ اولیٰ
کو محکوم پر ٹھہرائیں اور اس سے روشن تو یہ ہے
کہ علماء محدثین نے (اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے
اوپر ان کی برکتیں برسائے) اس حدیث سے
علمائے حدیث کی فضیلت پر استدلال کیا ،
اور اس پر دلیل پکڑی کہ وہ سب لوگوں سے
زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قریب
ہیں اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں ۔
جب کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم پر دس مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا
دو مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ درود پڑھتے ہیں
جیسا کہ معلوم ہے اور اس کا مشاہدہ ہے
واللہ اعلم ۔

مجھے بتاؤ کیا یہ استدلال ان دونوں
آیتوں سے ہمارے استدلال کے بالکل مطابق
نہیں ، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی تمامی نعمت
سے یہ ہے کہ ایک حدیث بیہقی میں ثعلبہ راویوں
کی روایت سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے آئی انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا کہ ہر جمعہ کے دن
بکثرت درود بھیجو اس لئے کہ تمہارا درود
ہر جمعہ کے دن میرے اوپر پیش ہوتا ہے تو سب
سے زیادہ جو میرے اوپر درود بھیجے گا وہ درج

ثم علل بما لا يستقيم الا على جعل
الاولى محكوما به ، و ابيت من
هذا ان العلماء المحدثين
اقاض الله علينا من بركاتهم
استدلوا بهذا الحديث على فضل
اهل الحديث ، و انهم اولى الناس
برسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم لانهم اكثر
الناس صلوة عليه صلى الله
تعالى عليه وسلم لا يذكرون
حديثا الا ويصلون فيه على النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم
عشرا او خمسا او مرتين او مرة
لا اقل كما هو معلوم مشاهدا
والحمد لله ۔

اسايتك هذا الاستدلال
اليس على طبق اجتعا جنا بالآيتين
حدو ابعد و سواء بسواء ، ثم
من تمام نعمة الله ان جاء حديث
عند البيهقي برجال ثقات عن
ابن امامة رضي الله تعالى عنه عن النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم اكثر
من الصلوة على نبي صلى يوم جمعة
فان صلوة امتي تعرض على في كل
يوم جمعة فمن كان اكثرهم علم

صلوة كان اقربهم منى منزلته
 فعله انه لا يبالي في امثال المقام
 بتقديم ولا تاخير لعدم الالتباس
 والسوقية ما القينا عليك امن
 هذه احكام شرعية لا يعلم عليها
 الا باطلاع الشارع فهي التي تليق
 امن تجعل محمولات ولا تسبق
 الاذهان الا انك ذلك مقدمة
 جاءت او مؤخره وهذا كله واضح
 جلي كاد ان يقال بيدى هم اول
 لا يسوغ انكاره الا لجاهل خرف
 او متجاهل متعسف ونخشي ان
 يعد اكثارنا هذا من اقامة
 الدلائل عليه شبهها بالعبث عند
 العلماء لان اذ انهم مقتلة بالوقت
 اذ ان من امثال تلك الصحا ورات وهم
 العارفون باساليب الكلام ومجاري
 البيان في مناهج المرام فما شا هم
 ان يتعسر عليهم تمييز محمول من
 (ههنا سقط ظاهر ولعل العبارة
 ههنا ان يخطر ببالهم) يحط ببالهم
 نحو هذه الخدشات لكن اتصل اليهم
 وعذري ان شاء الله تعالى واخبر لديهم

میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب ہوگا۔ تو
 معلوم ہوا کہ ایسے مقامات میں تقدیم و تاخیر
 کی پرواہ نہیں کی جاتی اس لئے کہ اشتباہ
 نہیں ہوتا اور اس میں سرور ہی ہے جو ہم نے
 بتایا۔ تو یہ احکام شرعیہ ہیں جن پر بغیر شارع
 کے بنائے اطلاق نہیں ہوتی۔ تو یہی اس کے
 لائق ہیں کہ محمول بنائے جائیں، اور اذہان کی
 سبقت انہیں کی طرف ہوتی ہے خواہ مقدم
 آئیں یا مؤخر، اور یہ سب واضح و روشن ہے۔
 قریب ہے کہ اس کو بدیہی داوولی کہا جائے
 اس کا انکار جاہل بے خود یا جاہل بننے والے
 معاند کے سوا کسی کو نہ بن پڑے گا اور ہم کو دور
 ہے کہ جہاں پر بکثرت دلائل قائم کرنا علماء کے
 نزدیک عبث کے مشابہ قرار دیا جائے اس
 لئے کہ ان کے کان اسی قسم کے ہزاروں محاورات
 سے بھرے پڑے ہیں اور وہ کلام کا سالیب
 سے اور مقصود کے طریقوں میں بیباں کی
 راہوں سے آگاہ ہیں تو وہ اس سے منزہ ہیں
 کہ انہیں محمول کی تمیز موضوع سے شواہد اور یہ انکے
 ذہن میں ایسے خدشات جگہ پائیں لیکن میں
 ان کی طرف معذرت کرتا ہوں اور میرا عذر
 ان کے نزدیک ظاہر ہے اس لئے کہ میری
 مثال اور ان لوگوں کی مثال جو میری نہیں مانتے

لے السنن الکبریٰ کتاب الحجۃ باب ما یؤمر بہ فی لیلۃ الجمعۃ دارۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳/۲۴۹

ان اونٹوں کی سی ہے جو اپنے مالک کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوں تو ان کا مالک ان کو پکڑنے کا قصد کرے اور ان کے پیچھے پیچھے چلے وہ کسی بلند جگہ پر چڑھیں اور کسی جگہ میں اتریں مگر یہ کہ وہ ان کا پیچھا کرتا ہو۔

تکمیل: یہاں سے تھیں ظاہر ہو گیا کہ غزالی نے جو یہ کہا کہ جہاد کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے جب غزالی معرکہ ہوں یا تنکیر و تعریف میں دونوں برابر ہوں یا کثری قاعدہ ہے کلی قاعدہ نہیں اور غزالی جہاد کی تعلیم ایسی تھی جس میں قوت واجب ہے جو کہ اب اس کا اندیشہ ہوا جب التماس کا اندیشہ ہو تو واجب نہیں اشارتیں نے اس کی تصریح کی تو ہرگز تھیں متون کا اس مسئلہ کو مطلق کرنا دھوکا میں نہ ڈالے اس لئے کہ متون تو بسا اوقات اطلاق کی راہ پر چلتے ہیں مسئلہ کو مقید رکھنے کے مقام میں علم فقہ میں تو تھا را کیا لگان ہے فقہ کے سوا دوسرے متون میں۔

ہیں خبر دی مفتی قوم نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن عمر سے، وہ روایت کرتے ہیں ابی ہریرہ سے، وہ روایت کرتے ہیں یوسف مزہابی سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد بن عمار الدین سے، وہ روایت کرتے ہیں حسن عسکری سے، وہ روایت کرتے ہیں غیر الدین رملی سے، وہ روایت کرتے ہیں ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزالی شرمناشی مصنف تنویر الابصار سے، انہوں نے صحیح الغفران میں فرمایا اصحاب متون سے تعجب ہے اس لئے کہ وہ اپنے

قائما مثلی ومثل الذین لا ینقادون لی
کیجائے شروت عن صاحبہا فهو یقصد
اسرہا ویقتنی اثرہا لا تعلو شرفا و
لا تهبط وادی الا اتبعہا۔

تکمیل: او من ھینا بان لث
ان ما قالت النحاة من وجوب تقدیر
المبتداء علی الخیر اذا کانامعرفتین
او متساویین امرا کثری لاحکلی
وانما المعنی علی اللبس واذ لیس
قلیس، بذلک صرح الشراح و لا
یغرنک اطلاق المتون فانہا ہی بما
تمشی علی الاطلاق فی مقام
التقید فی علم الفقہ فکیف
بغیرہ من الفنون۔

انباتا مفتی المحرم عت ابن
عمر عت الزبیدی عت
یوسف المزہابی عت ابیہ
محمد بن علاء الدین عت
حسن العجیبی عت العلامة
غیر الدین الرملی عت ابی
عبد اللہ محمد بن عبد اللہ
الغزالی شرمناشی مصنف تنویر الابصار قال فی
ھذا الغفران العجب من اصحاب المتون

فانهم يتركون في متونهم قيوداً لا بد منها
وهي موضوعة لنقل المذهب فينقل من
يقف على مسائله الاطلاق فيجري الحكم
على اطلاقه وهو مقيد فيتركيب الخطاء
في كثير من الاحكام في الافتاء
والقضاء انتهى.

انبأنا السراج بالسند المذكور ان
العلامة الغزالي عنت العلامه
نارين بن نجيم المصري قال في
البحر الرائق قصد هم بذلك ان
لا يدغم عليهم الا من تراحمهم
عليه بالركب وليعلم انه لا يحصل الا
بكثرة المراجعة وتبنيهم جاراتهم و
الاخذ من الاشياخ انتهى.

اقول وقد والله مرأيتنا تصديق
هذا في كثير من ابناء الزمان
من تصدروا بالدعوى وتصددوا
للفقوى وما عنده ما يرد عن الطغوى
فمنهم من افق بتوسيط المنكحة
بالنكاح الفاسد و اخبر
ببطلان تزويج الامم الصغيرة
من دون حضرة العم

متون میں غروی قیدی چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ ترک
نقل مذہب کے لئے وضع کئے گئے ہیں کہ جو حق کے
مسائل سے واقف ہوتا ہے وہ حکم کو مطلقاً مان کرنا
ہے تو اس حکم کو اس کے اطلاق پر جاری کرتا ہے
حالانکہ وہ مقید ہوتا ہے تو وہ خطا کر جاتا ہے فتویٰ
اور قضا کے دوران بہت سارے احکام میں انتہی

ہیں غروی سراج نے علامہ غزالی تک اسی
سند مذکور سے مانتوں نے روایت کیا علامہ
زین ابن نجیم مصری سے، انہوں نے بحر الرائق میں
فرمایا کہ اس طریقہ سے ان کا قصد یہ ہے کہ ان کے
علم کا دعویٰ وہی کرے جو زائفوں سے ان کا مزام
جو اور تاکہ معلوم ہو کہ یہ علم کثرت مراجعت اور فقہاء
کی عبارات کی تلاش اور مشائخ فہم سے حاصل
کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا، انتہی.

اقول (میں کہتا ہوں) اور بے شک
بہذا میں نے اس کی تصدیق آج کل کے ان لوگوں میں
دہائی جزبانی دعویٰ سے خود عدد بن بیٹھے اور فتویٰ
دینے کے دہے ہوئے حالانکہ ان کے پاس وہ
علم نہیں جو انہیں حد سے گزر جانے سے باز رکھے
ان میں کچھ وہ ہیں جنہوں نے نكاح فاسد سے
سیاہی گئی عورت کے وارث ہونے کا فتویٰ دیا تو
ان میں سے کسی دوسرے نے یہ فتویٰ دیا کہ چچا کی

۱۳۵/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت
۳۰۲/۱ دار الحماہ بحوالہ البحر الرائق کتاب الصلوة باب صفة الصلوة

مع انہ متوقع لا باطل و آخر باعطاء
المسقى من تكثرت في عدة اختصار
و آخر بتحریم بيع هذه القراطيس
الاقرنجية المقدسة بقدر معلوم من
الدراسم بما يزيد على هذا
المقدار او ينقص ظنا منه انه
سريو مع عدم الاتحاد جنسا
ولا قدما، و آخر بتجويز اخذ
الربو من كفاس الهند ترعما
منه انما دار الحرب مع عدم
الافطاح عن دار الاسلام من
كل جانب و شمول بعض الشعائر
الاسلامية قطعاً، و آخر بجعل ما
قطع من حيوات صحابا اخذ
من قول الهداية و ما ابدت من
الحج وان كان ميتا فميتة حلال
حق انتهت رياسة الفتوى و
انتمت السيادة الكبرى الى من اباح بنت
الاخر رضاعاً و تقدمه مجتهد آخر
فجوز نكاح العمة النبوية فالف
الله المشتكى من فساد الزمان
ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم
وسيعلم هذا من جرب

غیر موجودگی میں ماں کو صفیہ (مبا لغہ) کا عقد کر دینا باطل
ہے حالانکہ یہ توقف ہے نہ کہ باطل ہے اور کسی
دوسرے نے فتویٰ دیا کہ اس عورت کو جو اپنی بہن
کی عدت میں شادی کرے مہر نشی دیا جائے گا اور
دوسرے نے ان افرنکی کاغذوں کو جن پہ روپوں کی
ایک معین مقدار سے نانہ یا کم پر بیچنے کو حرام ہونے
کا فتویٰ دیا اپنی طرف سے اس گمان کی بنا پر
کہ یہ تبادلہ سود ہے حالانکہ نہ جنس میں اتحاد ہے
نہ مقدار میں۔ اور ایک اور نے فتویٰ دیا کہ ہندو
کافروں سے سود لینا جائز ہے اس زعم پر کہ
ہندو ستان دار الحرب ہے حالانکہ یہ ملک الاسلام
ہے ہر جانب سے گناہا نہیں اور بعض اسلامی
شعائر یقیناً جاری ہیں۔ اور ایک نے فتویٰ دیا کہ
زندہ جانور کا جو عضو کاٹ لیا جائے حلال ہے۔
چراغ کی اس عبارت سے اور اگر مردہ ہو تو اس کا
مردار حلال ہے اس مسئلہ کو اخذ کیا یہاں تک
کہ ریاست اسی فتویٰ تک پہنچی اور سیادت کبریٰ
اس سے غصوب ہوئی جس نے رضاعی بھائی کی
لڑکی سے نکاح حلال ٹھہرایا۔ اور ایک مسراجہ
اس آجے بڑھا تو اس نے حقیقی پھر بھی کا نکاح جائز
ٹھہرایا تو فساد زمانہ کی شکایت اللہ ہی سے ہے
ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم، تو عنقریب
اس کو وہ جان لے گا جو میرے جیسے تجربہ کو سے گا

اللہ سے میں اپنے قلب کی پاکی اور زبان کی درستگی
اور ہاتھ کی صلاح طلب کرتا ہوں تو اسی سے
میری حفاظت ہے اور اس سے میرا بھروسہ ہے۔
یا اللہ! قبول فرما۔

تسجیل : اور شاید تم کو بیشک تم نے
نقاب اٹھا دیا اور حجاب کو دور کر دیا تو مجھ سے
بیان کرو کہ خبر کو مقدم کرنے میں کیا نکتہ ہے حالانکہ
اس کا حق یہ ہے کہ اس کو مؤخر رکھا جائے۔
میں کہوں گا ہاں اس میں بدیع نکلتے ہیں ان
میں سے ایک یہ کہ محکوم بہ (غیر) جبکہ پوشیدہ
ہو اور محکوم علیہ (جدا) ادراک میں ظاہر ہو تو
پہلا (غیر) معرفت کے مشابہ ہوگا اور دوسرا
(جدا) تعریف کے مشابہ ہوگا لہذا اس کو مقدم
کرنا مستحسن ہے تاکہ لفظ اخیر اس کیلئے تعریف
کے مانند ہو جائے اور انہیں نکتوں میں سے
سننے والوں کو شوق دلانا ہے اس لئے کہ نفوس
انجانی بات کو جاننے کے لئے چمکتے ہیں تو جب
کسی ایسی چیز کو سنیں گے جو ان کے نزدیک
پوشیدہ ہے اور امید رکھیں گے کہ اس کے بعد وہ
ذکر کیا جائے جو ان پر ظاہر ہے۔ تو سننے کے لئے
متوجہ ہوں گے اور جاننے کے لئے فارغ ہونگے
تو اس صورت میں کلام زیادہ دلنشیں اور راسخ
ہوگا اور نفس کو اس کی طرف زیادہ میلان اور
سکون ہوگا اور ان میں سے یہ ہے کہ شریعت
میں اعمال اپنی ذات کے لئے مقصود نہیں ہو

مثل تجربتی، امثال اللہ تطہیر جناتی و
تقوم لسانی و تسدید بنانی قیہ اعتصامی
و علیہ تکلفی، آمین!

تسجیل : ولعلک تقول لقد
كشفت النقاب و رفعت الحجاب
فبين لي ما النكتة في تقديم الخبر
وانما حقه ان يؤخر قلت نعم
فيه نكت بدیعة منها ان المحكوم
به لما كان غفيا والمحكوم عليه
مدركا جليا اشبه الاول بالعرف
والاخر بالتعريف فاستحسن
تقديمه ليكون الاخير كالتعريف
له ومنها تشويق السامع لان
النفوس متطلعة الى علم
ما لا تعلم فاذا سمعت بما هو غفيا
لديها ورجت ان يذكر بعد ذلك
ما يظهر عليها توجهت
للاستماع و فرغت للاطلاع
فكانت الكلام اوقع و امكن
والنفس اليه اميل
و اسكت ومنها ان
الاعمال لا تقصد
في الشرع لذواتها
بل لما يترب عليها

من شر اثمها فضلا من المولى
سبحنه وتعالى فكانت الثمرات
هى المقاصد وحق المقاصد ان
تقدم الى غير ذلك مما لا يخفى على
اولى الالباب بوصفها ذكرنا ما يغنى عن
الاطناب والحمد لله رب العالمين
هذا كله مما جافى الملك الجواد
تبارك وتعالى فقد بان لك
صدقى فى قولك ان هذا النزاع
لا خيرة له بمناهج الكلام فى
النصوص ولا باسباب النزول
فى هذا الخصوص ولا بالتفسير
المرفوع الى الجناب الرفيع و
لا بتصريح القادة فى كلامهم
البديع ولا بشئ مما خلا
والحمد لله جل وعلا.

بلکہ ان ثمرات کے لئے مقصود ہوتے ہیں جو ان
پر مرتب ہوتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل سے
لہذا وہ ثمرات ہی مقاصد ہیں اور مقاصد کا حق
یہ ہے کہ ان کو مقدم کیا جائے، اس کے علاوہ
اس میں اور بھی نکتے ہیں جو عقل والوں پر
پر شبہ نہیں اور جو ہم نے ذکر کیا ان میں کلیل
سے بے نیازی ہے، یہ سب ان عنایتوں سے
ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے عطا کی، اب
تھیں میری سچائی ظاہر ہوگئی میری اس بات
میں کہ اس زعم والے شخص کو نصوص میں کلام
کے طریقوں کی خبر نہیں نہ ان نصوص میں اسباب
نزول کو جانتا ہے اور نہ جناب رفیع صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی تفسیر مرفوع سے خبر
ہے اور نہ رہنمایان شریعت کی ان کے کلام
بلغ میں تصریحات کی واقفیت اور ان چیزوں
سے جن کا ذکر گزرا اس کے پاس کچھ نہیں والا لہ
لہ جل وعلا۔

اس شبہ کے جواب میں (دوسری وجہ)
ہیں اللہ و اب کی توفیق سے کہتا ہوں اگر ہم اس
بحث کا دائرہ بند کرنے پر اور حد تک پہنچانے
پر آجائیں تو ہم تم کو نہ چھوڑیں کہ تم یہ کہو کہ آیت
الافتی کی فضیلت کا تقاضا نہیں کرتی اگرچہ
ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ آیت میں اکرم ہی

من وجوہ الجواب
عن هذا الاسباب اقول بتوفيق
الوهاب لنت جئنا على الماكسة
والاستقصاء لما تركناكم ان
تزعمو ان الآية لا تقتضى باكرمية
الاتقى وان سلمنا الموضوع

هو الاكرم وذلك لان اتقاكم واكمكم
لا يصد قامت بل لا يصلح ان
يصدقا الاعلى واحد ولا يجوز
تعدد دهما بمعنى الصدق مرة
على هذا واخرى على ذلك
فاذا ثبت اتحادهما في الوجود
كما هو مقتضى الحمل وجب
التعاكس اذ لما اتحد مصداقهما
وقد علمنا بطلان التعدد كاشا
كعليين لجزئتي واحد لك انت
تجعل ايهما شئت مرة لملاحظة
وايهما شئت محمولاً عليه و
له نظائر حجة تقول افضل
الانبياء اولهم خلفاء واكمم
الرسول اخرهم بعثوا و احسن
الجنة اقربها الى العرش ، و
اعظم شجرة في الجنة طوبى ، و
منتهم جبريل سدرة
الجنه ، و افضل الصلوات
الصلوة الوسطى ، و ابوك
ابوه و امك امه ، و اول
من دخل اخر من
خرج ، و اقل الاعداد
اول الاعداد ، و الشمس
النير الاعظم ، و اعلى

موضوع ہے یہ اس وجہ سے کہ اتقاکم اور
اکرم صداق نہیں آتے بلکہ ان میں صلاحیت
ہی نہیں اس کی کہ وہ ایک ذات و احد پر
صداق آئیں تو ان دونوں کا تعدد جائز نہیں
بائیں معنی کہ کبھی اس پر صداق ہوں اور کبھی
اس پر صداق ہوں ، کہ جب ان کا وجود میں
اتحاد ثابت ہو گیا تو دونوں کا باہم عکس ضرور
ہو اس لئے کہ جب دونوں کا مصداق
ایک ہے اور ہم نے تعدد کا باطل ہونا جان
لیا تو یہ دونوں ایک ذات واحد کے دو علم کی
مثال ہوئے تھیں اختیار ہے کہ جن کو چاہو
ذات کے لئے مرآۃ ملاحظہ بناؤ اور جن کو چاہو
محمل علیہ بناؤ اور اس کی بہت ساری مثالیں
ہیں ، تم کہتے ہو سب نبیوں سے افضل وہ ہیں
جو سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور سب رسولوں
سے اکرم وہ ہیں جو سب کے بعد مبعوث ہوئے
اور سب جنتوں سے بہتر وہ جنت ہے جو سب
سے زیادہ عرش سے قریب ہے ۔ اور جنت
میں سب سے بڑا پڑ طوبی ہے ، اور جبریل کا
شوقی سدرۃ المنتہی ہے ۔ اور سب نمازوں
سے بہتر بیچ کی نماز (عصر) ہے اور تمہارا باپ
اس کا باپ ہے اور تمہاری ماں اس کی ماں
ہے ۔ اور سب سے پہلے داخل ہونے والا
سب کے بعد نکلنے والا ہے ، اور عدد میں سب
سے کمتر پہلا عدد ہے ۔ اور سورج نیز اعظم ہے

الافلاك اكبرها حجما ، واخص
الكليات اقلها افراداً ، وفلك جوفى هو
فلك القمر وسيارة لا تتدوير لها ذكاء
ابتهيرة السوداء من حل والخاص
الكائن الاحمر مريخ الى غير ذلك
مبالا يعد ولا يحصى ومحال ان
تبدع مثالا يحمل فيه
افعل مضافا على
افضل مضافا الى اضعف اليه
الاول مع جبريانهما على
معناهما الحقيق ثم
لا يصح العكس ، فاذا صدقت
انقضية بالنظر الى الواقع كفانا
هذا الانتظام القياس واستنتاج
المدعى والسرف ذلك انما
الموجبات انما تنعكس الى ما لا يصلح
لكبروية الاول لجوانس علوم المحمول
واذا كان هناك مفهومان ليس لكل منهما
الامصادق واحد بحسب ظرف الخارج
او الذهن ايضا بطل عمومها بحسب
ذلك الظرف (فلا يجوز ان يكون احدهما
اعم من الآخر بمعنى شموله له وبغيره
في ذلك الظرف) فلم يبق باعتبارهما الا
التساوى (او التاين ولا ثالث لهما فان
صدقت العملية القائلة ان هذا ذاك

اور سب سے اونچا فلك حجم میں سب سے بڑا ہے
اور خاص تر کلی سب سے کم افراد والی ہے اور فلك
جو فلك قمر ہے۔ اور وہ سیارہ جس میں گولائی
نہیں وہ سورج ہے اور سیارہ سیاہ متحیرہ زحل ہے
اور سیدھے چل کر اٹنے پھرنے والا اور غائب بجا نہ والا
سرخ سیارہ مریخ ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی
مثالیں جن کی گنتی اور شمار نہیں اور مجال ہے کہ تم
ایسی مثال نکال کر جو جس میں فعل التفضیل مضاف
ہو کر دوسرے فعل التفضیل پر محمول ہو در انحالیکہ
وہ اس کی طرف مضاف ہو جس کی طرف پیوستہ
مضاف ہوا ہے اور اسی کے ساتھ دونوں اپنے
معنی حقیقی پر ہماری ہوں پھر ان دونوں کا عکس
صحیح نہیں۔ تو جب قضیہ نظر بنفس الامر صادق
ہے تو ہمیں نظم قیاس اور مدعا کا نتیجہ حاصل
کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور اس میں راز یہ
ہے کہ وجہ قضیہ کا عکس وہ آتا ہے جو شکل اول
کے کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے
کہ محمول کے محرم کا احتمال ہے اور جبکہ مفہوم اول
ایسے ہوں کہ جن میں سے ہر ایک کے مصداق کا
اعتبار اس کے محل خارجی کے اعتبار سے ایک
ہو یا ذہن میں بھی متحد ہو تو ان دونوں کے مفہوم
کا عموم باعتبار اس محل کے باطل ہے تو اس کے
اعتبار سے نہ رہی مگر تساوی یا تباین اور ان دونوں
کا ثالث نہیں تو اگر قضیہ عملیہ جس میں یہ دو غوی ہو
کہ بیشک یہ شخص وہی ہے تو ضروری ہے کہ یہ قضیہ

وجب صدق القائلة ان ذاك هذا
والا لمجاز السلب في تباينان فتبطل الاولى
هفت فاذا بلغنا مثلاً عن سراجيد
قولان احدهما قوله لعمر وخرید
ابوك والاخر قوله ابوك ابوك
امكن لنا ان نعمل من
قولیه شكلاً یفتجر امت خرید
ابك لانه اذا صدق قوله ابك
ابوك لنزد صدق ابوك
ابك والا لتعدد ابواهما
فتبطل الاول واذا صدقت
هذه انتظم الشكل بان
خرید ابوك و ابوك ابك
فخرید ابك و افعل
التفضیل مضافاً الى جماعته
اذا كانت باقیاً علی معناه
الحقیقی المتبادر منه . شأنه
هذا اذ لا یكون الفرد الاكمل
من جماعه الا واحداً
ولم یصدق ابداً
قضیتان قائلتان بان
هذا اکملهم و ذلک اکملهم
معاً وهذا ظاهر جدا
بل شأن هذا انور من
شان الشمس واخواتها فان العقل

حلیہ صادق آئے کہ وہ شخص یہی ہے ورنہ اس کا
سلب جائز ہوگا تو آپس میں دونوں متباین ہونگے
تو پہلا قضیہ باطل ہو جائیگا اور یہ خلاف مقروض
ہے لہذا اگر ہمیں ایک شخص سے دو باتیں سنیں
ان میں سے ایک اس کا قول طرفہ سے مخاطب ہو کر
کہ زید تیرا باپ ہے اور دوسرا اس کا قول کہ
میرا باپ تیرا باپ ہے تو ہمیں ممکن ہے کہ ہم اسکے
دونوں قول سے ایک شکل بنائیں تو یہ تجویز کہ
زید میرا باپ ہے اس لئے کہ جب اس کا یہ قول
کہ میرا باپ تیرا باپ ہے صادق ہے تو لازم ہے
کہ یہ قول صادق ہو کہ تیرا باپ میرا باپ ہے ورنہ
ان دونوں کے باپ متعدد ہوں گے تو پہلا قول
باطل ہو جائے گا اور جب یہ قضیہ صادق ہے تو
شکل اسی طور پر بنے گی کہ زید تیرا باپ ہے اور تیرا
باپ میرا باپ ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ زید میرا باپ ہے
اور افعل التفضیل بواحد جماعت کی طرف
مضاف ہو جب وہ اپنے اس معنی حقیقی پر
باقی ہو جو اس سے متبادر ہوتے ہیں تو اس کی
شان یہی ہوتی ہے اس لئے کہ کسی جماعت سے
فرد اکمل ایک ہوگا اور ہرگز کبھی ایسے دو قضیے
صادق نہ آئیں گے جو یہ دعویٰ کرتے ہوں کہ یہ
شخص ساری جماعت سے اکمل ہے اور وہ شخص
ساری جماعت سے افضل ہے، اور یہ سب
ظاہر ہے بلکہ اس کا معاملہ سورج اور اس کے
انسانی کے طور سے روشن تر ہے اس لئے کہ عقل

يجب صدقها على افراد كثيرة
ثبيرة واذا وجد لها في الخارج
فرد لم يستبعد وجود آخر بخلاف
افعالهم فانما يقبل الاشتراك
على سبيل البدلية و اذا
صدق في الخارج على فرد
احال العقل صدقه على
الغير منعاً عما عنه كدأب
اسماء الاشياء سواء بسواء
فصدق العكس ههنا ايمن
واجلي ، واما قول اهل الميزان
لا تنعكس الموجبة الاجزئية معنالا
ان كلما جعلت موضوع موجبة
كلية محمولاً ومحمولها موضوعاً
وانت بسور الكلية كانت القضية
كاذبة كانت الواقعة يكن به بيل
المعنى عدم الاطراد، وهم لا
اقتصر نظرهم على الكلليات
لا يعتد بها الا بالمطراد المضبوط
الذي لا يتخلف في مادة من
المواد وعدم الاطراد لا يستلزم
الساد عدم، ولا قول انه عكس منطقي
ولانها تلزم القضية لزوماً عاماً لكنها
تلزم في امثال المقام لا شك فتصدق
القضية بالنظر الى الواقع

شمس وغیرہ کے مقبولات کا صادق آنا بہت سارے
افراد پر جائز جانتی ہے اور جب ان مقبولات کا
خارج میں کوئی فرد پایا جائے تو عقل دوسرے
فرد کے وجود کو بعید نہیں جانتی بخلاف افعالہ
کہ یہ تو اشتراک کو بر سبیل بدلیت قبول کرتا ہے
اور جب خارج میں کسی فرد اس کا مصداق پایا جائے
تو عقل محال جانتی ہے کہ افضل التفضیل کا
مصدق دوسرے پر صادق آئے جو اس منفرد ہو
اس کا معاطہ اسمائے اشارہ کے مانند
برابر برابر ہے تو یہاں پر عکس کا صادق ہونا
روشن تر اور ظاہر تر ہے۔ رہا منطوق والوں کا
یہ قول کہ موجبہ کا عکس نہیں ہوتا مگر جریہ اس کا
معنی یہ ہے کہ جب کبھی تم موجبہ کلیہ کے
موضوع کو محمول بناؤ اور اس کے محمول کو موضوع
بناؤ اور اس پر کلیہ کا سور لاؤ تو قضیہ کا ذب
ہوگا اس لئے کہ واقعہ اس بات کو جھٹلاتا ہے بلکہ
معنی یہ ہے کہ یہ مطرد نہیں اور منطقیوں کی نظر
چونکہ کلیات تک محدود ہوتی ہے تو وہ اعتبار
نہیں کرتے مگر اس مفہوم کا جو مطرد و مضبوط
ہو مواد میں کسی مادہ میں جس کا حکم مختلف ہو اور
عدم اطراد عدم کو مستلزم نہیں ہے اور
میں یہ نہیں کہتا کہ یہ عکس منطقی ہے نہ یہ دعویٰ
کہتا ہوں کہ یہ قضیہ کو عام طور پر لازم ہے لیکن
اس مقام کے امثال میں بلاشبہ عکس لازم
ہوتا ہے تو قضیہ منعکسہ واقعہ پر نظر کرتے ہوئے

صادق ہے اہل منطق نے اس کا نام عکس اول رکھا ہے اور اتنی مقدار انتظام شکل کے لئے کافی ہے اس لئے کہ دو قضایا صادقہ جو شرائط کے جامع ہوں ایک قضیہ صادق ہی کا نتیجہ دیں گے اور صدق کا ثابت کرنا اس پر موقوف نہیں کہ وہ قضیہ صادقہ عکس منطقی ہو اور اس کا انکار نہایت بے شرمی کے منکارات میں سے ہے۔ پھر اس عکس کی طرف آیت کریمہ نے ہی رہنمائی کی اس لئے کہ اسی نے ہم کو یہ دکھایا کہ دونوں قضیے وجوب میں متحد ہیں تو جب یہ حال ایسے دو مفہوموں میں ہے کہ ان میں سے کسی شے کا مصداق متعدد نہیں تو یہ یقیناً دونوں قضیے کے باہم منعکس ہونے کی طرف رہنمائی ہے جیسے کہ تم جب کسی شخص کو کہتے سنو کہ میرا باپ زید ہے تو میں ہاں کہہ کر تم کو گویا کہ یہ شخص یوں کہہ رہا ہے کہ زید میرا باپ ہے اس لئے کہ زید متعدد نہیں اور اس شخص کا باپ متعدد نہیں تو جب اس کا باپ زید ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زید اس شخص کا باپ ہے اسی طور پر بلا شک و شبہ یہ آیت ہے اور اللہ کے لئے اس کی نعمتوں پر حمد، اور اسے فلسفی! کچھ لازم ہے کہ دوسری کو ساکن رکھ۔

وجہ جواب میں سے تیسری وجہ، میں کہتا ہوں اور میرا رب راہِ صواب دکھانے والا ہے ہم نے اس سب کو اختیار کیا اور مان لیا۔ آیت اولیٰ کا مفاد ہمارا یہ قول ہے کہ

سُبْحَانَكَ يَا مَعْزُومُ عَيْنَا اَوْلَا وَهَذَا الْقَدَرُ يَكْفِي لَانْتِظَامِ الشَّكْلِ فَاِنْ صَادَقَتَيْنِ مَسْتَجْمِعَتَيْنِ لِلشَّرَاطِ لَا تَنْتَبِجَانِ الْاَصَادِقَةَ وَلَا يَلْزَمُ اثْبَاتُ الصِّدْقِ عَلَى اِنْهَاءِ عَكْسِ مَنْطِقِي لِقَضِيَّةِ صَادِقَةٍ وَانْكَاسِ هَذَا مِنْ اخْتِي الْمَكَابِرَاتِ - ثُمَّ هَذَا الْعَكْسُ لَمْ يَرْتُدَّنَا اِلَيْهِ اِلَّا الْاَيَةُ الْكُرْمِيَّةُ اِذْ هِيَ الَّتِي وَلَّتْنَا عَلَى اتِّعَادِهَا فِي الْمَوْجُودِ فَاِذَا كَانَتْ هَذَانِ فِي مَفْهُومَيْنِ لَا تَعْبُدُ لِلْمَصْدَاقِ شَيْءٌ مِنْهُمَا كَانَتْ اِرْشَادًا اِلَى التَّعَاكُسِ قَطْعًا، كَمَا اِذَا سَمِعْتَ رَجُلًا يَقُولُ اَبِيْ نَزِيْدٍ حَازَ لَكَ اَنْ تَقُولَ كَلِمَتِ الرَّجُلِ يَقُولُ نَزِيْدٌ اَبِيْ لَنْ يَنْبَغِي لَا يَتَعَدَّدُ وَاَبُو الرَّجُلِ لَا يَتَعَدَّدُ فَاِذَا كَانَتْ اَبُو نَزِيْدٍ اَكَانَ نَزِيْدٌ اَبَاكَ كَذَا هَذَا مِنْ دَوْنِ شَكِّ وَلَا اشْتِبَاهٍ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى نِعْمَتِهِ وَعَلَيْكَ بِتَسْكِينِ اَلِهٰوَا جَسَدٍ يٰ فُلْسُفِيَّاهُ -

اثالث من وجوه الجواب
اقول وربي هادع الصواب
اخترنا عن هذا كله و سلمنا
ان مفاد الآية الاولى قولنا

كل اكبر اتقى وينعكس بعكس
 النقيض الحب قولنا من ليس
 بالاتقى ليس باكرم وقد اثبتنا
 فيما سلفنا عرش التحقيق
 علم ان السداد بالاتقى في الآية
 الثانية اعنف قوله تعالى
 وسيجنّبها الاتقى الاتقى الصحابة
 جميعاً فوجب ان لا يكون احد
 من الصحابة اتقى منه و
 لا مساوياً له في التقوى اذا ثبت
 هذا فنقول كل صحابي فهو ليس
 باتقى من ابى بكر ومن ليس باتقى منه ليس
 باكرم منه - انتبه ان كل صحابي
 فهو ليس باكرم من الحب بكر
 وصغير القياس معدولة كما
 لوحنا اليه بتقديم اداة الربط على
 حرف السلب ولك ان تجعلها
 موجبة مالبة المحمول اعنف على
 قول قوم من المتأخرين ویرشدك
 الحب ما يزيح وهبك جعل
 السلب في الكبري سرأة لملاحظة
 افراد الاوسط وان شئت لم تعكس
 الآية الاولى ايضا ونسجت الشكل

كل اکرم اتقى (یعنی ہر اکرم سب سے بڑا متقی ہے)
 اور اس کا عکس نقيض ہمارا یہ قول ہے کہ من
 ليس باتقى ليس باكرم (جو اتقى سے بڑا متقی
 نہیں ہے وہ اکرم نہیں ہے) اور ہم نے ان کلمات
 میں جو ہم پہلے کبر کے عرش تحقیق کو ثابت کر دیا
 کہ مراد اتقى سے آیت ثانیہ یعنی اللہ تبارک
 و تعالیٰ کے قول وسيجنّبها الاتقى میں تمام صحابہ
 سے زیادہ متقی شخص مراد ہے تو ضروری ہے کہ
 صحابہ میں کوئی اس سے بڑھ کر متقی نہ ہو اور تقویٰ
 میں اس کے کوئی مساوی ہو، جب ثابت
 ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہر صحابی ابو بکر سے بڑھ کر
 متقی نہیں اور جو ان سے بڑھ کر متقی نہیں وہ
 کراست میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ
 ہر صحابی ابو بکر سے زیادہ عزت والا نہیں اور
 اس قیاس کا صغریٰ معدولہ ہے جیسا کہ ہم نے
 اس کی طرف ادات ربط کو حرف سلب پر مقدم
 کر کے اشارہ کیا اور ہمیں اختیار ہے کہ تم اس
 قضیہ کو موجب سالبہ المکرل بناؤ یعنی متاخرین
 میں سے ایک قوم کے قول پر اور تمہاری رہنمائی
 اس بات کی طرف ہو تمہارے وہم کو دور کر دے
 سلب کو کبریٰ میں افراد اوسط کے لئے سرأة ملاحظہ
 بنانے سے ہو گی اور اگر تم چاہو تو آیت اولیٰ کا
 عکس نہ کرو اور شکل کو آیت ثانیہ کے طرز پر

عظم کرو بایں طور کہ تم کہو کہ کوئی صحابی ابو بکر سے بڑھ کر عزت والا نہیں اور شاید تم اس کو قیاساً مستثنائی کے طور پر مقرر رکھو جو مقدم کو ارتقاء تالی کی وجہ سے مرتفع کر دے تو تم یوں کہو امت میں اگر کوئی صدیق سے بڑھ کر عزت والا ہوتا تو وہ ضرور صدیق سے بڑھ کر متقی ہوتا اس لئے کہ ہر اکرم افعیٰ ہے یہ ایک ساری امت صدیق سے بڑھ کر متقی نہیں بدیل آیت شانیر، تو وہ صدیق سے بڑھ کر عزت والے نہیں اور اسی میں ہمارا مقصود ہے۔

تبلیغ: اب کہیں گے یہ قوت رکھ
اس دعویٰ سے جس پر تم قائم تھے کس چیز نے تمہیں
پھیر دیا اس لئے کہ ان تین تقاریر اخیرہ پر جو ثابت
ہوتا ہے وہ صدیق سے زیادہ عزت والے کی
فہمی ہے اور اس سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی (اولیت) سب پر لازم نہیں آئی اس لئے
کہ تساوی کا احتمال ہے۔

اقول کیا اسی پر قروں نے یہ بات
کہی اگر انہوں نے ایسا کہا تو بے شک وہ منحرف
ہو گا۔

اولاً نصوحی شرع اور اہل بلاغت کے
محاورے اس ڈھنگ سے بھرے ہیں کہ کلام
کو عمل الاطلاق فضیلت بنانے کی غرض سے اس
طور پر لایا جاتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی فلاں سے
افضل نہیں ہے اور مراد لیتے ہیں کہ وہ سب افضل
ہے اور یہ اس لئے کہ تساوی حقیقی عادتاً گویا

على منوال الشافى بان تقول لاشئ من الصحابة
اکرم من ابى بکر وکل اکرم من ابى بکر افعیٰ
منه انتج ان لاشئ من الصحابة اکرم من
ابى بکر ولعلک ان تقریرہ قیاساً استثنائیتاً
یرفع المقدم لرفع التالی فتقول لوکان احد
من الامة اکرم من الصديق لکان احد
اتقى منه لانت کل اکرم اتقى کذهم
لیسوا بافعیٰ منه للایة الثانية فلیسوا
باکرم منه وفيه المقصود۔

تبلیغ: سيقول السفهاء
من الناس ما ولکم عن دعویٰ کرم
اتقى کنتم علیها فانت التابت علی هذه
التقاریر الثلاثة الاخیرة انما هو نفی
اکرم من الصديق وهو لا یستلزم
اکرمیته رضی اللہ تعالیٰ عنه اذ
یحتمل التساوی۔

اقول او قد قالوا فلو قالوا
فلقد تراخوا۔

اما اولاً فنصوص الشرح ومحاورات
البلغاء طافحة بسوق الکلام الخ
غرض التفصیل علی الاطلاق
علی هذا المساق یقولون لیس
احد افضل من فلان ویریدون
ان افضل الكل وذلک لان التساوی

محال ہے اور تم شرع حدیث کے کلام کو لازم پکڑو۔
 ثانیاً تمہیں یہ اختیار ہے کہ اس کے
 ساتھ وجود تناقض پر امت کا اجماع منہم کرو اور
 حتی اقوال اُمت سے باہر نہ ہوگا۔

ثالثاً احمد و جہ طراز معلوم ہے کہ اسالیب
 کلام کا واقعہ آیت اولیٰ سے کھتا ہے کہ تقویٰ
 عزت حاصل ہونے کا سبب ہے اور عزت کا
 حصول تقویٰ کے حصول پر منحصر ہے اسی کی تصریح
 ان احادیث نے کی جو ارشاد آیت سے ناشی
 ہیں اور آیت کریمہ کے کلمے فکر کی طرف دیکھی ہیں
 ہمیں سراج الخفیہ نے خبر دی اپنی سند سے
 وہ روایت کرتے ہیں شریف سے ، وہ روایت
 کرتے ہیں محمد بن ارکانش سے ، وہ روایت
 کرتے ہیں علامہ ابن حجر عسقلانی سے ، وہ
 روایت کرتے ہیں عبد الرحمن ابن احمد ابی مبارک
 غزوی سے ، وہ روایت کرتے ہیں احمد بن اسحاق
 حجازی سے ، وہ روایت کرتے ہیں علی ابن اسماعیل
 ابن قریش سے ، وہ روایت کرتے ہیں حافض
 منذری سے ، انھوں نے فرمایا کتاب الترغیب
 والترہیب میں کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا یہ نسب کسی کیلئے
 گالی نہیں ہے تم تو آدم کی اولاد ہو پیاد کی طرح
 جو تم نے نہیں بھرا کسی کو کسی پر فضیلت نہیں
 مگر دین یا عمل صالح کے سبب۔ اس

الحقیق کا محال عادتہ علیک بکلام شراح الحدیث۔
 واما ثانیاً فلک امت تضرع
 الیہ اجماع الامۃ علی وجود التفاضل
 والحق لا ینخرج عن اقوالہم۔

واما ثالثاً ہذا الطراز المعلوم
 ان العاصف باسالیب الکلام ینفہم
 من الایۃ الاولیٰ تسبب التفرع
 لایراث التکرامۃ وقصر حصولہا علی
 حصولہ وبہ صرحت الاحادیث الناشیۃ
 عن ارشاد الایۃ اللاحظۃ الی ملحظ التکریمۃ۔
 انبأنا سراج الخفیۃ بالسند عن
 الشریف عن محمد بن ارکانش
 عن العلامة ابن حجر
 عسقلانی عن عبد الرحمن
 بن احمد بن المبارک
 الفزری عن احمد بن
 ابی طالب العجاس عن علی بن
 اسماعیل بن قریش عن الحافظ المنذری
 قال فی کتاب الترغیب والترہیب
 عن عقبۃ بن عامر عن اللہ
 تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم قال ان انسابکم
 ہذا لیست بسباب علی احد و انما
 انتم ولد آدم طیف الصباغ لم تملوہ
 لیس لاحد فضل علی احد الا بالذین او

حدیث کو روایت کیا احمد اور بیہقی دونوں نے
ابن تیمیہ کی روایت سے، اور بیہقی کے لفظوں
ہیں، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا عمل
صالح سے، اور آدمی کے بُرا ہونے کے لئے کافی
ہے کہ وہ بد زبان کنجوس ہو۔ اور ایک حدیث
میں ہے، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا
تقویٰ سے، اور آدمی کے لئے کافی برائی ہے
کہ وہ بد گو ہے یا کنجوس ہو۔ حدیث میں حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول طِف الصَّاع
اضافت کے ساتھ کا معنی یہ ہے یعنی تم میں سے
بعض بعض کے قریب ہے انتہی۔

قلت (میں کہتا ہوں) اور طِرَآئِ
میں اس کی تخریج کی ایک حدیث طویل میں
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طریق سے
اور ان کے لفظ یہ ہیں، تم لوگ ایک مرد اور
عورت سے ہو تجام صاع کی طرح۔ کسی کو کسی
پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ سے انتہی۔ حدیث
میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول تجام
صاع تجام، بضم جیم وہ چیز ہے جو پیمانہ میں
بھری جاتی ہے، اور معنی یہ ہے کہ تم قدر میں یکساں
سے برابر ہو پیمانہ کے خنوں کی طرح جس کو پیمانہ میں
بھرا جاتا ہے تو ان کی مقدار اور ان کے مثل کے ساتھ

عمل صالح، رواہ احمد والبیہقی کلاهما
من رواية ابن لهيعة - ولفظ البيهقي قال
ليس لاحد على احد فضل الا بالدين او
عمل صالح حسب الرجل ان يكون
بذيا بخيلا - وفي رواية ليس لاحد
على احد فضل الا بدين او تقوى
وكفى بالرجل ان يكون بذيا
فاحشا بخيلا، قوله صلى الله تعالى
عليه وسلم طِف الصَّاع بالاضافة
اعب قرييب بعضكم من
بعض - ا۔

قلت واخرجه الطبرانی في
حدیث طویل میں طریق ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولفظہ
انما اثم من رجل وامرأة
كجسام الصاع ليس لاحد على احد
فضل الا بالتقوى ا۔ - قوله
صلى الله تعالى عليه وسلم كجسام
الصاع جسام بالضم ما يمتلا
والمعنى انكم متساوون في القدر
كحبات الصاع تكال فيصرت مقدارها
واستواءها بمثلها كمثل من

۱۔ الترغیب والترہیب من اقتدار المسلم وانه لا فضل لاحد حدیث ۹۷، مصطفیٰ البابي مصر ۳/۱۲
۲۔ الجامع لاحکام القرآن تحت الآیۃ ۳۴/۳ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۶/۸۲

و من حاجة الى الوضوء
لنساويها ثقتا و اکتسابا
و به قال المنذر عن عمن
ابي ذر رضي الله تعالى عنه ان
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
قال له انظر فانك لست بخير من
احمر ولا اسود الا ان تفضله
بتقوى، رواه احمد و رواه
ثقات مشهورون الا ان بكر بن
عبد الله المزني لم يسمع
من ابي ذر انه -

قلت والمرسل مقبول عندنا
وعند الجمهور - و به قال عمن
جابر بن عبد الله رضي الله تعالى
عنهما قال خطبت رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم
في اوسط ايام التشريق خطبة
الوداع فقال يا ايها الناس ان ربكم
واحد و انه اياكم واحد، الا لا فضل
لعربي على عجمي ولا لعجمي على
عربي ولا لاهم على اسود ولا لاسود على
احمر الا بالتقوى ان اكرمكم
عند الله اتقاكم الاهل

ان کی برابری چنانہ میں معلوم ہوتی ہے اور انھیں
تہنہ کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے کہ بوجہ
اور موٹائی میں وہ برابر ہوتے ہیں۔ اور اسی مضمون کو
متذری نے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے
فرمایا: بے شک تم سیاہ فام سے اور سونا ہے
بہتر نہیں اور نہ سیاہ فام تم سے بہتر ہے مگر
یہ کہ تم اس پر فضیلت پاؤ تقویٰ کی وجہ سے۔
اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا، اور
اس کی راوی ثقہ معترف ہیں مگر یہ کہ بکر بن عبد اللہ مزنی
نے اس حدیث کو ابو ذر سے نہیں سنا۔ انتہی
قلت (میں کہتا ہوں) اور مرسل ہمارے
نزدیک اور جمهور کے نزدیک مقبول ہے۔ اور
اسی مضمون کی روایت کی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے انھوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ايام تشریق کے درمیان
دن میں خطبہ الوداع دیا کہ فرمایا: اے لوگو!
بے شک تمھارا رب ایک ہے اور بیشک تمھارا
باپ ایک ہے۔ سنئے ہو عربی کو عجمی پر فضیلت
نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سرخ کو کالے پر
اور نہ کالے کو سرخ پر فضیلت ہے مگر تقویٰ سے
بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت
مالا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے،

له الترغيب والترهيب من اعطاء المسلم وانه لا فضل لاحد الا حديثه مصنفه ابواب مصر ۲/ ۶۱۲

بلغت؟ قالوا بلى يا رسول الله
قال فليبلغ الشاهد الغيب
ثم ذكر الحديث في تحريم
الدماء والاموال والاعراض
سواء البهقي وقال في اسناد
بعض من يجهل انتهى

قلت ولا يضمن في الشواهد واخرج
الطبرانی فی الکبیر عن حبیب بن خراش رضی اللہ عنہ
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون اخوة
لا فضل لاحد علی احد الا بالتقوی وبالجملة
فلاحادیث كثيرة فی هذا المعنى ثم
امت الکرامة والتقوى کلاهما
مقولات بالتشکیک فکلما نداد ذات
وکلا ناقص نقصت والمتاویات
فیه یساویات فیہما کالخصیات
سبب للہوان فیزداد بزیادته وینقص
بانتقاصه وهكذا اذا ثبت هذا کان معنی
قولنا کل اکرم الا فی مثل قضایا احدها
هذا والثانیة کل ناقص فی اکرم عن غیره
ناقص عنه فی التقوی
عنه ای فی اصل قضیة المحبته
اما تبارک الرحمة ففضل الہی یختص
به من یشاء کما اسلفنا تحقیقه ۱۲ مند
غفر له

سنئے ہو گیا میں نے رب کا پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ
نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم؟ فرمایا اب جو حاضر ہیں وہ غائبین کو
پہنچا دیں۔ پھر حدیث ذکر کی جو لوگوں کے غریب مال
اور آبرو کی حرمت میں ارشاد ہوئی۔ اسے سہتی نے
روایت کیا اور کہا اس کی سننے میں بعض مجہول ہیں۔

قلت (میں کہتا ہوں) شواہد میں ہم کو راوی کی
جماعت مضر نہیں۔ طبرانی نے کبیر میں حبیب بن خراش
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا مسلمان! پس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی
پر فضیلت نہیں مگر تقوی سے۔ بالکل اس معنی کی حدیثیں
بکثرت آ رہی ہیں مگر اہل سنت تقویٰ دونوں تشکیک کسا تو بولے ہاں
میں تو جب تقوی زیادہ ہوگا کرامت زیادہ ہوگی
اور جب تقوی کم ہوگا کرامت کم ہوگی
اور تقوی میں مساوی کرامت میں مساوی ہوں گے
جیسے کہ عصیان سبب ذلت کا، تو ذلت عصیان کی
زیادتی سے زیادہ اور اس کی کمی سے کم ہوتی ہے
اور یونہی جب یہ بات ثابت ہے تو ہمارے قول
”کل اکرم اتقی“ کے معنی کی تحلیل میں قصیوں
کی طرف ہوگی ان کا ایک تو یہی ہے اور دوسرا
یعنی اصل مقضائے مجازات میں رہا تبارک رحمت
تو یہ فضل الہی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ جیسے چاہے
اس کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے، جیسا کہ ہم نے
اس کی تحقیق گزشتہ میں کی ۱۲ مند غفر له

۱۲ الترغیب والترہیب من اعجاز المسلم وانه لا فضل لاحد الا بحديث و مصنفه ابوابی مصر ۴/۲۱۲ تا ۲۱۳
۲۵/۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت حدیث ۲۵۴۴

والثالث كل متساويين فيهما
متساويان فيه والآية الثانية
ايضا تنحل الخ ثلث مقدمات
"ابوبكر انتقم العكل" وهو
المنطوق ولا يزيد عليه احد في التقوى و
لا يواويه احد فيه و
عند هذا اليسهل عليك دفع الاشكال
ونظم الاشكال لقطع الاحتمال والحمد
لله المهيمن المتعال هذا
الهمنا المولف تبارك وتعالى بمنيع
فضله ورفيع كرمه ومنحنا
من عظام الاثمة وحسان نعمه
فب تقرير دليل اهل السنة والجماعة
ودفع شبهات (اهل) البطالة
والخساسة وارجوا ان تكون عامة ما
في تلك الخيام من عرائش بيض تجلوا
الظلام وبسائم تكثيرت عبر
الغمام اكون انا باعذر منها وما ذوت
الدخول في حجرتها وكان قال الاول
ليس على الله بمتنكر ان يجمع العالم
في واحد فقلت انا قد قدر الله فلا
تنكر ان الحق عاجز بالقادر كيف وقد
فانرا بافضاله الـ كل فما ظنك
بالقادرى .

یہ سب کچھ ناقص فی انکم عن غیرہ ، قص عندہ
فی التقوی (عزت میں دوسرے سے کمتر اس سے
تقویٰ میں کمتر ہے) اور تیسرا کچھ متساویین فیہا
متساویان فیہ (ہر دو شخص جو تقویٰ میں برابر ہیں وہ
عزت میں برابر ہیں) اور اس صورت میں نصیب
اشکال کا دفع کرنا قطع احتمال کے سبب آسان
ہے اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو نگہبان و
برتر ہے ————— یہ وہ ہے جو
جو ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے الہام فرمایا اپنے
فضل عظیم اور کرم رفیع سے ، اور بخشا بھی اپنے
عظیم احسانوں سے اور حسین نعمتوں سے ہست
وجہ امت کی دلیل کا تقریر میں تا یہ اہل بلاست
خداوت کے شبہات کے دفع کرنے کے لئے ،
اور میں امید کرتا ہوں کہ ان خیروں میں جو خوبصورت
ولہیں ہیں ثمانہ حیروں کو دیکھ کر میں اور مسکراتی
صورتیں جو بادشہ کے اگلے دکائیں ان میں سے
اکثر کامیں ہی صاحب ہوں ، اور ان کے تجربے
میں دخول کا مجاز ہوں ، اور مجھ سے پہلے نے کہا
تھا کہ اللہ پر مستبعد نہیں کہ عالم کو ایک میں
جمع کر دے ، تو میں نے کہا ہے شک اللہ نے
مقدور کیا تو اس کا انکار نہ کرنا کہ اللہ نے عاجز کو
قادر سے مل کر دیا ، کیوں نہ ہو حالانکہ اللہ کے
فضل سے سب بہرہ مند ہیں تو تیرا کیا گمان ہے
قادر ہی کے ساتھ

خاتمہ : و رزقنا اللہ تعالیٰ

حسنہا امین۔ فان قلت لقد تفصل
اللہ علیک یا و ضیم القدر فنطق
بکلمات بلفظ قاموس البحر
فماذا تأمر ف فی المسئلة لا قطع
بتفضیل الصدیق نظرًا الی هذا
الاستدلال مع ما فی الآية من
تاویل واحتمال اذ ذهب ذاهبون
الی ان الاتقی بمعنی التقی وان
تریفتم قولهم بتحقیق نقی۔

قلت نعم اقطع ولا تبال
بما قبل او ما يقال اذ قاطعاً من
لایا تیات۔ قط الا بقطع وقد سمعت
ان الصدیق هو المراد بالاتقی باجماع
الامة قاطبة و لم یقل فی ذلك شذوذ
شاذ فكان قطعاً و الآية الاخری نفس فی
المرام لا شک اما ما ذكرت من حدیث
من ذهب الی ما ذهب فقد سمعت
ان الآية لا مسامح فیها للتأویل
واحتمال بلا دلیل لا یخزل
التأویل عن درجۃ برہان قاطع
جلیل الا تری ان کل نفس یحتمل
التاویل ومع ذلك هو قطعی قطعاً کما
صرح بہ ائمة الاصول۔

خاتمہ : اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں

حسنی خاتمہ نصیب کرے، اب اگر تم کو بے شک
اللہ نے اسے سکرتیہ اتیرے اوپر احسان فرمایا تو
تو نے وہ کلمات بولے جو سمندر کی گہرائیوں میں
پہنچ گئے اب مجھے اس مسئلہ میں کیا حکم دیتا ہے
آیا میں فضیلت صدیق کا یقین لاؤں اس استدلال
پر نظر کرتے ہوئے باوجودیکہ اس آیت میں تاویل
احتمال ہے اس لئے کہ جانے والے اس طرف
گئے کہ اتقی بمعنی تقی ہے اگرچہ تو نے ان کا قول
سکرتیہ یقین سے غلط ثابت کر دیا۔

قلت (میں کہتا ہوں) ہاں یقین کر
اور قبل و قال کی برواہ نہ کر اس لئے کہ وہ قطعی
نیچو نہیں دیتے مگر قطعی کا اور تم سن چکے کہ صدیق
ہی مراد ہیں اتقی سے ساری امت کے اجماع
کے بموجب لہذا اس میں کسی ناوہ کی رائے شاذ
بھی منقول نہیں، تو یہ اجماع قطعی ہوا، اور
دوسری آیت مدعا میں نفس ہے جس میں کوئی شک
نہیں، رہی وہ بات جو تم نے اس دئے کی کہی
جس کی طرف جانے والے گئے، تو تم سن چکے کہ
آیت میں تاویل کی گنجائش نہیں اور احتمال
بے دلیل تنزیل کو برہان قاطع جلیل کے درجے سے
نازل نہیں کرتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر نفس تاویل
کی تحمل ہے اور وہ اس کے باوجود یقیناً قطعی
ہے جیسا کہ ائمہ اصول نے اس کی تصریح کی۔

و تحقیق المقام علی ما

الهمنی الملكة العلام انت العلم
النقطی یستعمل فی معنیین ،

احدهما قطع الاحتمال علی

وجه الاستیصال بعین لا یبقی منه
خبر ولا اثر هذا هو الاخص الاعلی
کما فی المحکم والمتواتر وهو
المطلوب فی اصول الدین فلا ینتفی
فیها بالنقض المشهور ۔

والثانی ان لا یكون هناك

احتمال ناشئ من دلیل وان کان
نفس الاحتمال باقیاً کالتجسؤن و
التخصیص وسائر انحاء التأویل کیا
فی الفواہر والنصوص والامایث المشہور
والاول یسمی علم الیقین ومخالفة کافر علی
الاختلاف فی الاطلاق کما هو من ذهب
فقهاء الافاق والتخصیص بضوریات
الدین کما هو مشرب العلماء المتکلمین ، و
الثانی علم الطمانیة ومخالفة مبتدع
ضال ولا مجال الی الکفاسہ کمسئلة
وزن الاعمال یوم القيمة قبل
تعالی "والوزن یومئذ الحق" و
یحتمل النقض احتمالاً لا صارف

اور مقام کی تحقیق اس طور پر جو مجھے
اللہ ملک العلام نے الہام کیا ہے کہ علم قطعی و دینی
میں مستعمل ہوتا ہے ،

ایک توجہ کہ احتمال حبس سے
منقطع ہو جائے یا اس فکر کہ اس کی کوئی خبر یا اس
کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور یہ اخص اعلیٰ ہے
جیسا کہ حکم اور متواتر میں ہوتا ہے ۔ اور اصول
دین میں یہ مطلوب ہے ، تو اس میں نفس مشہور
پر کفایت نہیں ہوتی ۔

دوسرا یہ کہ اس جگہ ایسا احتمال نہ ہو جو
دلیل ناشی ہو اگرچہ نفس احتمال باقی ہو جیسے کہ محاذ اور
تخصیص اور باقی وجوہ تاویل ، جیسا کہ فواہر اور
نصوص اور امایث مشہور میں ہے ۔ اور پہلی
قسم کا نام علم یقین ہے اور اس کا مخالف
کافر ہے علماء میں اختلاف کے بوجہ مطلقاً ،
جیسا کہ فقہائے افاق کا مذہب ہے ، یا ضروریات
دین کی قید کے ساتھ یہ حکم مخصوص ہے جیسا کہ
علمائے متکلمین کا مشرب ہے ۔ اور دوسرے
کا نام علم طمانیت ہے ، اور اس کا مخالف بدعتی
و کراہ ہے ، اور اس کو کافر کرنے کی مجال نہیں
جیسے کہ قیامت کے دن اعمال کو تولد کا مسئلہ
اللہ تعالیٰ کا قول ہے "اور قیامت دینی قول ہوتا
برحق ہے" اور یہ آیت نقد (پرک) کا ایسا احتمال کہتی ہے

جس کی طرف پھیرنے والی کوئی چیز نہیں اور اصلاً
اس پر کوئی دلیل ہے۔ اب آیت کا معنی تمہارے
قول میں نے اس کو میزانِ عقل سے قولا کے
مثل ہو گا، اور یہ علم میں رائج ہے، تم کہتے ہو
”سخنِ سنخ“ یعنی کلام کو پرکھنے والا، اور مومنین
کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے دیدار کا مسئلہ،
مولائے کویم اپنے فضلِ عظیم سے نصیب فرمائے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کچھ منہ اس دن ترد تازہ
ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ”احتمال رکھتا ہے
اسی طسرح امید ورجائے کے ارادے کا، اور
یہ بھی ان باتوں میں سے ہے جن پر اب عرب و
عجم سب متفق ہیں، تم کہتے ہو دوستِ نکر من
ست، یعنی میری عطا کی امید رکھتا ہے اور میری
بخشش کا محتاج ہے۔ اور اسی طرح آسمانوں
کی سیر اور شفاعتِ کبریٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے لئے کہ یہ تمام باتیں دوسرے معنی
پر نصیرِ قطعی سے ثابت ہیں اور اسی لئے ہم
تاویل کرنے کے سبب معتزلہ اور اگلے روافض
کی تکفیر نہیں کرتے اور اسی طرح غلی کے دو
معنی ہیں اس لئے کہ ائمہ کا مقابلِ اخص ہے
اور ائمہ اخص ہے جیسا کہ پرشیدہ نہیں،
جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارا یہ مسئلہ اگر اس
میں قطعی بالمعنی الاخص مراد لیا جائے تو یہ

الیہ ولا دلیل اصلا علیہ فیکون
”کقولک“ ورنہ ہمیزانِ العقل
وہو سرائع فی العجم ایضا نقول
”سخنِ سنخ“ ای ناقد الکلام و
مسئلة رؤية الوجه الكريم
للمؤمنين، رزقنا السؤل بغضله
العظیم، قال تعالیٰ ”وجوه یومئذ
ناضرة الی سہا ناظرۃ“ و یحتمل
احتمالا كذلك ارادة الامس و
والرجاء وهو ایضا مما توافقت
علیه العرب والعجم نقول
”دستِ نکر من ست“ اھ یرجو
عطائی و یحتاج الی نوال
وهكذا امسئلة الاسراء الحب
السموت العلی والشفاعة الکبری
للسید المصطفی علیہ افضل التحية
والثناء فکل ذلك ثابت بنصوص
قواعط بالمعنی الثانی ولذا لا نقول
یا تکفیر المعتزلة والروافض الاولین
الماولین وهكذا الظن له معنیان اذ
مقابل الاھم اخص والاهم اخص کما لا ینفخ
اذا عرفت هذا فمسئلتنا هذه ان
اسید فیہا القطع بالمعنی الاخص فھذا

جبل وعرضعيب المرتقى اذ ما ورد فيها فاما نصب اولها وكلاهما يقبلان التاويل ولو قبلوا ضعيفا بعيدا او بعدا ضعف ما يكون كالاتقى فيما نحن فيه يحتمل التجوز بالبالغ في التقوى والخير والافضل في الاحاديث يحتمل تقدير صحت كقول القائل فلان اعقل الناس وما جاء صحت الاحاديث مفسرا محكما فاحاد تطرق اليها الاحتمال من قبل النقل لكننا مالنا ولهذه القطع اذ لا نقول بالكفار المفضلة ومصادقة ان نقول اما الابتداء فيثبت بخلاف القطع بالمعنى الشافعي وهو حاصل لا شك فيه لا يسوغ انكاره الا غافل او متغافل فقد نظرت عليه النصوص تظاهرا جليا وبغيت الاخباس قوا قرا معنويا والاحتمالات الركيكة السخيفة الناشئة من غير دليل لا تقدر في القطع بهذا المعنى كما صرحتم به علماء الأصول ومناذنا نورا الالف نور وارشاد الالف مرشاد اجماع الصحابة الكرام و

ہمارے سخت دشوار گزار پر چائی وال اس لئے کہ اس میں جو کچھ وارد ہوا ہے یا تو نص ہے یا ظاہر ہے اور دونوں تاویل کر قبول کرتے ہیں اگرچہ ضعیف بعید یا بہت زیادہ بعدا ضعف سہی جیسے کہ ہمارے اسی مسئلہ میں جس میں ہمیں بحث ہے جیسے کہ اتقی، تقویٰ اور خیر میں بالغت کے معنی مجازی کا احتمال رکھا ہے اور احادیث میں لفظ افضل کے مترادف ہونے کا احتمال رکھا ہے جیسے کہ کئی کہے "فلان اعقل الناس" (فلان شخص لوگوں سے زیادہ عاقل ہے) اور جو احادیث مفسر حکم آئیں تو وہ خبر واحد ہیں حتیٰ میں روایت کی طرف سے احتمال راہ پاتا ہے لیکن ہمیں اس طرز کے قطعی سے کیا کام، اس لئے کہ ہم تفصیلیوں کے کافر ہونے کا قول نہیں کرتے اور اللہ کی پناہ ہو کہ ہم یہ قول کریں، لیکن اُن کا بدعتی ہونا وہ تو ثابت ہے برخلاف قطعی یعنی دیگر تو وہ بلا شک حاصل ہے جس کا انکار سوائے غافل یا غافل بننے والے کے کسی کو نہ بن پڑے گا اس لئے کہ اس پر واضح کثرت کے ساتھ نص میں آئیں اور احادیث قرات معنوی کی حد کو پہنچ گئیں اور ایک کمزور احتمالات جو کسی دلیل سے ناشی نہیں ہوتے اس معنی پر قطعی میں اثر انداز نہ ہوں گے جیسا کہ علمائے اصول نے اس کی تصریح کی ہے اور ہمارے لئے نور پر نور بڑھایا اور ہدایت کے اوپر ہم کو ہدایت کی صحابہ کرام اور

تابعین عظام کے اجماع نے جیسا کہ اس کو نقل کیا ہے
 جمہور ائمہ اعظم نے ان میں عبد اللہ بن عمر کو الہدیٰ
 صحابی میں ہے، اور یحییٰ بن مہران تابعین میں ہے
 اور امام شافعی تبع تابعین میں ہے، اور ان کے
 سوا جن کی گنتی نہیں ہو جائی کی کثرت کے، اور
 ابی عبد البر کی حکایت نہ تو ازراہ روایت مقبول ہے
 اور نہ روایت مقبول ہے، جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق
 کی ہے مطلق القرین میں مع ان دلائل کثیرہ کے جن
 کی طرف ہماری رہنمائی قرآن عظیم اور احادیث مصطفیٰ
 کویم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے کی۔ یہ دلائل
 قرآن وحدیث سے استنباط کے ذریعہ ماخوذ
 ہیں اور ان کے لئے اس فقیر ناتواں کو توفیق ہوتی
 جیسا کہ ہم نے اس کے لئے اپنی کتاب کبیر کا
 باب دوم باندھا ہے تو اگر ان دلائل میں سے
 نہ ہوتی مگر ایک دلیل تو وہ بھی شافی و کافی ہوتی اور
 ہر شک کی داغ بیل ہوتی تو کیا گمان ہے جبکہ یہ
 دلائل کثیر و جلیل ہوں اور دین کی گریں باندھیں اور
 مشبہوں کی رسیاں کھولیں اور گرجیں اور چکیں اور
 روشن اور بلند ہوں تو تیرے رب کی قسم شک کا
 محل باقی رہا نہ شبہ کا دخل، واللہ اعلم الاصل
 رہی اس کی بات جس نے کہا ہم نے نصیر کو متعارض
 پایا تو یہ اس کی اپنی حالت کی خبر ہے، تو وہ کیسے
 حجت لاتا ہے اس سے اس پر جس نے دیکھا اور
 خود کیا اور جانچا اور پرکھا تو نصیر کو خوب پرکھ کے
 جان لیا اور ان کے پاس جو علم ہے اس کا احاطہ

التابعین العظام كما نقله جمہود الأئمة
 الأعلام منهم سيدنا عبد الله بن عمر
 وإبراهيم بن الصَّحابة وصيرون بن مهران
 من التابعين والأماة الشافعي من الاتباع
 وغيرهم من لا يحصون لكثرتهم، و
 حكاية ابن عبد البر لا معقولة في الدراية
 ولا مقبولة في الرواية كما حققنا في
 معلم القميين مع ما ارشدنا القرآن
 العظيم واحاديث المصطفى الكريم عليه
 افضل الصلوٰۃ والتسلیم الى دلائل
 حجة توخذ منها بالاستنباط ووفق لها
 هذا الفقير الضعيف كما عقدت لها الباب
 الثاني من الكتاب الكبير فلو لا الواحد
 من هذه لشفى وكفى ودفع كل
 سريب ونفى فكيف اذا كثرت وجلت
 وعقدت وحلت وساعدت و
 برقت واعدت واشرفت
 فلا وربك لم يبق للشك محمل
 ولا للريب مدخل والحمد لله
 الاعلى الاحيل، اما قول
 من قال انا وجدنا النصير
 متعارضاً فهذا اخبار عن نفسه
 فكيف يحتج به على من نظر وابصر
 ونقد واحتبر فقتلها خبرا واحاط
 بما لديها علماً على

انه ان اراد التعارض الصوري وقد
يطبق عليه ايضا كقول الاصوليين
يقدر المحكوم على المقتر والمفسر
على النص والنص على الظاهر عند
التعارض مع انه لا تعارض لضعيف مع
قوى فهذا الايضرنا ولا ينفعه وان اراد
الحقيقي اعني تراحم الحجتي على
حد سواء فنقول معنا ناش عند
غفول وعلى قاشله او من يمشي
بمشية ابن ينور دعوا به بينة
مبينة واتي لهم ذلك وليت
شعرك الام يودع ضيق
العطن اذا اراد احباده
لا تخيروا بين الانبياء ولا
تفضلوا على يوسف بن
موسى ، وافضل الانبياء آدم ،
وذلك (اي) خير البرية ابراهيم يقول
بتعارض النصوص في تفضيل المصطفى

کیا ، علاوہ بریں یہ کہ اگر اس نے تعارض صوری
مرا لیا اور کبھی تعارض کا اطلاق اس پر بھی کرتا ہے
جیسا اصولی کہتے ہیں کہ حکم کو مفسر پر اور مفسر کو نص
اور نص کو ظاہر پر تعارض کے وقت مقدم
کیا جائے گا حالانکہ بلاشبہ ضعیف کا قوی کے
ساتھ اصل تعارض نہیں ہوتا تو یہ ہم کو نقصان
نہ دے گا نہ اس کو فائدہ دے گا اور اگر
اس نے تعارض حقیقی مراد لیا یعنی دو دلیلوں کا
برابری کی حد پر ایک دوسرے کے مزاحم ہونا تو
ہم کہیں گے یہ معنی غفلت سے ناشی ہے اور
اس کے قائل پر یا جو اسکے طریقے پر چلے لازم ہے
کہ اپنے دعویٰ کو روشن دلیل سے منور کرے اور
ان کو یہ یکر بن پرے گا اور کاش میں سمجھتا کہ
بندش کی تنگی کا انجام کیا ہوگا جبکہ یہ حدیثیں
دیکھتے کہ انبیاء میں باہم ایک دوسرے کو تفضیل
نہ دو اور مجھے یونس ابن موسیٰ پر تفضیل مت دواد
آدم افضل انبیاء ہیں اور ابراہیم خلق میں سب
سے بہتر ہیں کیا وہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

- ۱۔ صحیح البخاری کتاب النکاح باب ما یذکر فی الاشخاص قیدی کتب خانہ کراچی ۳۲۵/۱
۲۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام ۲۶۸/۲
۳۔ اشکات السادة المتقين کتاب قواعد العقائد "الاصول السابعة" دار الفکر بیروت ۱۰۵/۲
۴۔ المعجم الکبیر حدیث ۱۱۳۶۱ المكتبة الفیصلیة بیروت ۱۶۰/۱۱
۵۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ابراہیم علیہ السلام ۲۶۵/۲

کی سب جہاں پر فضیلت میں تعارضات فصوص کو مانے گا یا اپنے نفس کی طرف لوٹے گا تو سمجھے گا کہ تعارض ایک شے ہے اور مجرد وجود نفی و اثبات دوسری شے ہے اور اس تحقیق انہی و بے نظیر سے جو خاص اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم کو عنایت کی ہم کو ائمہ کرام کے کلمات میں مطابقت ممکن ہے تو جس نے اس مسئلہ کو قطعی کہا اور ظن کی نفی کی تو اس نے قطعی بالمعنی الاہم ہی کو مراد لیا اور ظن بالمعنی الاخص، اور حق یہ ہے جس میں کوئی مشبہ نہیں اور جس نے عکس کیا تو اس نے عکس کیا اس لئے ہے جس پر کوئی غبار نہیں اب اگر تمہارے سینے میں یہ خلش ہو کہ یہ مسئلہ تراعتاویات سے ہے تو تم نے معنی ثانی میں قطعی پر کیسے انکشاف کیا۔

قلت (میں کہتا ہوں) یہ اعتراض ان لوگوں پر جو ظن کے قائل ہیں زیادہ سختی کے ساتھ وارد ہوتا ہے جبکہ وہ ظن بالمعنی الاخص مراد لیں اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ مسئلہ اصول اسلام سے نہیں ہے کہ اس کا منکر کافر ٹھہرے جیسے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کا مسئلہ، اور اس مثال سے اس کا دل ٹکڑے ہو جائے گا جو اس زمانے کے اہل باطل میں سے کہتا ہے کہ جب یہ مسئلہ اصول میں سے نہیں جیسا کہ سید الشریف نے شرح المواقف

نشرات الشریف الرضی قم ایران ۸/۴۴ تا ۴۰

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی العالمین
جمیعاً ام یرجع الی نفسه لیدری ان
التعارض شئ ومجرد وجود النفی و
الاثبات شئ آخر کو یہذا التحقیق
البیدیع الاتیق الذی خصناہ المولی
تبارک و تعالیٰ امکن لنا التوفیق بعین
کلمات الائمة الکرام فممت قال بالقطع
ونفی الظن فانما اسراد القطع بالمعنی الاہم
والظن بالمعنی الاخص هو حق لا امریة
قیہ ومن عکس فقد عکس وهو صدق
لا غبار علیہ فان تعالاج فی صدرك
ات المسئلة من الاعتقادیات
فکیف التفتیم بالقطع بالمعنی
الثانی۔

قلت هذا الشارح وروا علی
القائدين بالظن ان اسرادوا الظن
بالمعنی الاخص والحل ان المسئلة
لیست من اصول الاسلام حتی یکفر
بما حدھا کمسئلة امامة الخلفاء
الراشدين رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین وبهذا المثال یتقطع قلب
من قال من بطله الزمان انھا
اذ لم تکن من الاصول كما صرح به
السید الشریف فی شرح المواقف
فی شرح المواقف المرصد للبحر فی الامامة

و غیرہ من المتکلمین الفحول و کذا
قد شهد علی نفسه بالرسالة
الکبری فی مناصب الجہل و السفاهة
من قال اذ لو تکن قطیعة قلنا انت
لعلوی الکثرة عن تسلیمها قل لہم
اترکوا الواجبات باسرها ثم انظروا
ما یا تیکم من وعید الشریعة و تأثیمها
واذ قد علمت ان هذا التحقیق یرفع
الخلافت و یورث التطبيق فعلیک به
اتفقت الاقوال او اختلفت اذ کلمة
جامعة خیر من آراء متدافعة
فانت رأیت شیئا من کلمات
المتأخرین تابع هذا النور المبیین
فاعلموا ان تخطیة هذا البعض
خیر من تخطیة احد الفریقین
من ائمة الدین لاسیما القائلین
بالقطع فہم العمدة الکبار للددین
الحنیف و بہم تشیّد امرکان الشریع
المنیف فہم من ہوا ولہم و اولئہم
سیدہم و مولئہم و اکثرہم للتفضیل
تفضیلا و اشدہم علی المخالفة تنکیلا
سیدنا المرتضیٰ اسد اللہ العلی الاعلی
کریم اللہ تعالیٰ و جہہ
الکریم اذ قد تواتر عنہ فی
ایام امامتہ و کرمہ و عامتہ

میں اور دوسرے علماء متکلمین نے اس کی تصریح
کی اور یونہی مناسب جمل و حماقت میں اپنی زعمیت
کبریٰ پر گواہی دی اس نے جس نے یہ کہا کہ جب
یہ مسئلہ قطعی نہیں ہے تو ہمیں اختیار ہے کہ ہم
اسے تسلیم کرنے سے پہلوتی کریں ان سے کہو
سارے واجبات کو چھوڑ دو پھر دیکھو کہ تمہارے
پاس شریعت کی کیسی وعید اور تمہارے گناہ
ہونے کی تہدید آتی ہے جب تم نے جان لیا کہ
یہ تحقیق خلافت کو اٹھاتی اور کلمات علماء میں
مطابقت پیدا کرتی ہے تو تم اس کو لازم
پکڑو اقوال متفق ہوں یا مختلف اس لئے کہ
ایک جامع بات باہم نکراتی باتوں سے بہتر ہے
تو اگر تم دیکھو کلمات متاخرین میں کوئی عبارت
اس فوید میں ایام کرتی ہے تو جانو کہ اس بعض کو غالی
جاننا بہتر ہے اس سے کہ اکثر دین میں کسی فریق کو غالی ٹھہرایا جائے
خصوصاً وہ ائمہ کرام جو اس مسئلہ کو قطعی کہتے ہیں
اس لئے کہ وہی دین ضیف کے بڑے ستون
ہیں اور انہیں سے شرع بلند و برتر کے ستون
قائم ہیں تو ان میں سے ایک وہ ہے جو سب سے
اول و اولیٰ اور ان سب کے سید و مولیٰ اور
مسئلہ تفضیل کو سب سے زیادہ بیان
کرنے والے اور مخالفین کو سخت سزا کا
خوف دلانے والے سیدنا علی المرتضیٰ اللہ بلند
بالا کے شیر کرم اللہ تعالیٰ و جہہ الکریم اس نے
کہ ان کے ایام خلافت اور کرسی زعامت میں

ان کا شیخین ابو بکر و عمر کو خود پر اور تمام امت پر
تخصیص دینا تو اتر سے ثابت ہو اس کو لوگوں
کے کندھوں اور پشتوں پر مارا یعنی اس مسئلہ کو
لوگوں کے سامنے اور ان کے پیچھے خوب روشنی کیا
یہاں تک کہ ترہ و تار شبہات کی اندھیری کو دور
کر دیا۔ دارقطنی نے اسی جناب سے روایت
کیا فرمایا میں کسی کو نہ پاؤں گا ترجمے ابو بکر و عمر پر
تخصیص دے مگر یہ کہ میں اس کو مغربی
کی صدارتوں گا۔

تفضیل الشیخین علی نفسه و علی
سائر الامة و رخی بہا بین اکتاف
الناس و ظہورہم حتی جلی
ظلام شکوک مد لمحة ، و عن
الدارقطنی عنہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ قال لا احید
احدا ففعلنی علی ابی بکر
و عمر الا حیلہ لہ حد
المفتیؒ۔

اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام مجلسوں میں اور
بھری محفلوں میں اور جامع مسجدوں میں اس
بات کا اعلان فرماتے تھے اور لوگوں میں صحابہ
اور تابعین کرام موجود ہوتے تھے پھر ان میں سے
کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے سیدنا علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کو رد کیا ہو
اور یہ شک وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے
والے تھے اور اس بات سے ڈرتے کہ حق
بتانے سے خاموش رہیں یا کسی غلط کو مقرر رکھیں
حالانکہ وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تبارک و تعالیٰ
نے فتنہ آن عظیم میں یوں بیان فرمایا ہے
تم بہترین امت میں جو لوگوں کے لئے ہیں
(باقی ماثیہ صفحہ)

عن وقد کانت رضی اللہ
تعالیٰ عنہ یسبح بہذا فی المجامع
اشاملة والمحافل الحافلة والماجد
الجامعة وفيہم من لیہم
من الصحابة والتابعین
لہم باحسان ثم ینقل عن
احد منہم انہ مراد قوله هذا
ولقد کانوا اتقی اللہ تعالیٰ من
ان یشکروا عن حق او یقروا
علی غلط او ہم الذین وصفت
اللہ سبحانہ و تعالیٰ فی القرآن
العظیم بانہم خیرامة اخرجت

لہ الصواعق الحرقۃ بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث الفصل الاول دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۱

اس فن کے سلطان حضرت ابو عبد اللہ ذہبی نے
کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

قلت (میں کہتا ہوں) اس وعید
شریعہ کو دیکھو تو کیا تم حضرت علی کو گمان کرو گے
پناہ بخدا اللہ تبارک و تعالیٰ پر جرات کرنیوالا حدود
کو جاری کرنے میں باوجود گمانوں کے تعارض کے
حالانکہ وہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی
ہیں کہ فرمایا حدود کو دفع کرو مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے بہت سی دوا قطنی نے ہر روایت کیا اور فرمایا
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں
سے حدود کو دفع کر دیا جب تک تم کو استطاعت
ہے، تو اگر تم مسلمان کے لئے کوئی راہ خلاص پاؤ

قال سلطان الشان ابو عبد الله
الذهبي حديث صحيح۔

قلت انظر الي هذا
الوعيد الشديد افتراه معاذ الله
مجتزأ على الله تعالى فب اجراء
الحدود مع تعارض الظنون وهو
الراوي عن النبي صلي الله تعالى
عليه وسلم ادموا الحدود، اخبرجه
عنه الدارقطني والبيهقي
وقد قال صلي الله تعالى عليه
وسلم ادموا الحدود عن
المسلمين ما استطعتم فان وجدتم

(بقية ماثية صفحہ گزشتہ)

بھلائی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے ہو، اور
اس سرگروہ کے ائمہ کرام ان سے زیادہ
مستحق اور ہدایت و صواب پر ان سے زیادہ
حلیس تھے اور علماء کو حق ظاہر کرنے پر اکساتے
تھے اگر ان سے خطا ہو اور کجی کو درست
کرنے کی ترغیب دیتے تھے اگر وہ مخوف
ہوں۔

لناسب تاصرون بالمعروف و
تنهون عن المنكر، واثبتهم
الكرام كانوا اتقى ومنهم احسن
على الرشيد والصواب وقد كانوا
يحثون الصلحاء على اقامة
الحق امت اخطاء و تقويم
الاودات مالوا۔

۱۔ سنن الدارقطني کتاب الحدود والديات حدیث ۹۲۰۶/۹ دار المعرفۃ بیروت ۶/۲
سنن الکبریٰ کتاب الحدود باب ما جاز فی در الحدود بالشبهات دار صادر بیروت ۲۳۸/۸
۲۔ القرآن الکریم ۱۱۰/۳

تو اس کا راستہ چھوڑ دو اس نے کہ امام کا
درگزر میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ عقوبت
میں خطا کرے۔ اس حدیث کو
ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے
ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
کیا اور انھیں میں سے حضرت میمون ابن مہران
ہیں جو کہ فقہائے تابعین سے ہیں ان سے سوال
ہوا کہ سیدنا ابوبکر و عمر افضل ہیں یا علی؟
تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور ان کی
رگیں پھڑکنے لگیں یہاں تک کہ پھر پی ان کے
ہاتھ سے گر گئی اور انھوں نے کہا کہ مجھے گمان
نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک چوں گا جس میں
لوگ ابوبکر و عمر پر کسی کو فضیلت دیں گے۔
یا حبیب انھوں نے فرمایا اس حدیث کو روایت
کیا ابونعیم نے فرات بن سائب سے اور
انھیں میں سے عالم مدینہ امام مالک بن انس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان سے سوال ہوا رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے
افضل کبار سے میں، تو فرمایا ابوبکر و عمر پھر

للمسلم مخرجاً فخلوا سبيله
فات الامام انت يخطى
في العفو خير من ان يخطى في العقوبة
رواه ابن ابی شيبه والترمذي
والحاكم والبيهقي عن أم المؤمنين
الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ومنہم
میمون ابن مہران من فقہاء
التابعین سئل ابوبکر و عمر افضل ام
علی؟ فقعت شعرة وارتعدت فرائضه
حتى سقطت عملة من يده وقال
ما كنت اظن انت اعيش الخ
ثم مات يفضل الناس فيه
احدا علی ابی بکر و عمر
او کہا قال رواہ ابونعیم عن قرأت
بن السائب، ومنہم عالم
المدینة الامام مالک بن انس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سئل
عن افضل الناس بعد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۔ المستدرک للحاکم کتاب الحدود باب ما جاء في وجبة مسلم خراج دار الفكر بيروت ۳۸۳/۴
جامع الترمذی ابواب الحدود باب ما جاء في در الحدود امین گنجی قہلی ۱۵۱/۱
السنن الکبریٰ کتاب الحدود باب ما جاء في در الحدود بالشبهة دار صادر بيروت ۲۳۸/۸
المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحدود باب في در الحدود بالشبهة حدیث ۲۸۴۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵۰۸/۵
علاء الدیلمی ترجمہ ۲۵۱ میمون بن مہران دار الکتب العربیہ بیروت ۹۲/۴ و ۹۳

فرمایا کیا اس میں کوئی شک ہے، اور انہیں
میں سے امام اعظم اقدم سب سے زیادہ علم
رکھنے والے سب سے زیادہ محترم سیدنا ابو حنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اس سے سوال ہوا بہت
کی علامات کے بارے میں، تو انہوں نے فرمایا
اہلسنت کی پہچان یہ ہے کہ وہ شیخین ابو بکر و عمر کو
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل
جانتے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں
ولہا دونوں سے محبت کرتے اور خنیں پر مس کرتے،
انہیں میں سے عالم قریش زمین کے طباق کو مسلم
سے بھرنے والے سیدنا امام محمد ابن ابی سنان
مطلبی انہوں نے صحابہ اور تابعین کا فضیلت شیخین
پر اجماع نقل کیا اور انہیں میں امام اہلسنت جماعت
حکمت بیانہ سیدنا امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ میں جیسا کہ ان سے علامہ ثقات نے
نقل کیا اور انہیں میں امام ہمام حجة الاسلام
(عزالی) انہوں نے قواعد العقائد میں مجدد والے ائمہ
کے عقائد کو ذکر کیا اور ان عقائد میں مسئلہ تفضیل
کو ذکر کیا اور ان کے آخر میں کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی

فقال ابو بکر وعمر، ثم قال اوفى ذلك
شك، ومنهم الامام الاعظم الاقدم الاعلم
الاکرم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ مسئلہ محبت علامات
اہل السنۃ فقال ان تفضل الشیخین
وتحب الخنیں وتسمی علی
الخفین ومنہم عالم
قریش صلی اللہ علیہ وسلم
علیما سیدنا الامام محمد
بن ابی سنان الشافعی المطہبی
نقل اجماع الصحابة
والتابعین علی تفضیل
الشیخین ولم یحک خلافا ومنہم امام
اہل السنۃ والجماعۃ صاحب الملکۃ الیانیۃ
سیدنا الامام ابو الحسن الاشعری رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ کما نقل عنہ العلماء الثقات
ومنہم الامام الہمام حجة الاسلام ذکر فی
قواعد عقائد الامامہ و ذکر فیہا مسئلۃ
التفضیل وقال فی آخرہا انت فضل

- ۳۸/۷ شرح الزرقانی علی الموابہب الدینیہ المقصد السابع الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت
۱۶۵/۷ تمہید ابی الشکر السامی الباب الحادی عشر القول السادس دار العلم حزب الاحناف بیروت
۲۸۱/۶ خلاصۃ الفتاوی کتاب الفاظ الکفر الفصل الاول مکتبہ جمعیۃ کوئٹہ
۳۹/۷ شرح الزرقانی علی الموابہب الدینیہ المقصد السابع الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت
۱۹۶/۷ تدرب الراوی شرح تقریب تلوی النہای مع الثلاثون قدیمی کتب خانہ کراچی

فضیلت خلافت میں ان کی ترتیب کے موافق ہے
 اس لئے کہ حقیقتِ فضل وہ ہے جو اللہ کے نزدیک
 فضل ہوا اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے سوا کسی کو اطلاع نہیں یا آدمی صحابہ
 رضوان اللہ علیہم کی فضیلت اور اس میں ترتیب کا
 اعتقاد کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر
 پھر عثمان پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور انھیں امام
 حفظ کے پہلے علامہ جہاں سیدنا امام ابن عباس
 عسقلانی اور امام علام احمد بن محمد عسقلانی اور مولیٰ
 فاضل عبد الباقی زر قانی اور قصیدہ بدالامالی کے
 ناظم اور فاضل جلیل مولانا علی قاری وغیرہم
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ ہم سے مدتیہ
 بیان کی مولیٰ ثقت ثبت سلسلۃ العارفین سید
 شریف فاضل سیدنا ابوالحسن لوری نے انھوں
 نے مندرجہ بالا میں نے سنا اپنے شیخ اور مرشد
 آلی رسول احمدی سے انھوں نے فرمایا
 میں نے سنا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے وہ
 فرماتے تھے شیخ کی فضیلت قطعی ہے یا قطعی جیسی

١١٥	الفصل الثالث مطبعة المشهد الحسيني القاهرة
٩٣	الفصل الاول " " "

اقول ولکن ان تحمل التردید علی التنبؤ دوم التردد ، فالمعنی قطعی بالمعنی الثانی وکالقطعی بالمعنی الاول ومن ههنا بات للک ان من قال رأینا المجمعین ایضا ظانین غیر قاطعین فقد صدق ان اراد الظن بالمعنی الاحتمال والقطع بالمعنی الاخص ولا یفسرنا ولا ینفعه وان عکس فقد غلط وهو محجوب بدلائل لا قبیل له بهل والله تعالی اعلم ، هذا جملة القول فی هذا المقام وقد اشیرناک الی نکت تجلو بها الظلام ، اما التفصیل فقد فرغنا منه فی کتاب التفصیل بتولیک الملک الجلیل ، ولاحول ولا قوة الا بالله .

لطیفہ : قال الامام الرازی فی

مفاتیح الغیب سورة وآیل سورة ابی بکر و سورة الضحی سورة محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ثم ما جعل بینہما واسطة لیعلم انہ لا واسطة بین محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و ابی بکر فان ذکرت اللیل اولاً وهو ابوبکر

اقول (میں کہتا ہوں) اور تمہیں اختیار ہے کہ تردید کو تقسیم پر محمول کرو نہ کہ تردید پر۔ تو معنی یہ ہے کہ معنی ثانی پر تخصیص کی شکیں قطعی ہے اور معنی اول پر قطعی جیسی ہے اور یہاں سے تمہیں ظاہر ہو گیا کہ جس نے یہ کہا کہ ہم نے اس مسئلہ میں اجماع کرنے والوں کو دیکھا کہ وہ بھی قطعی پر قائم ہیں قطعی فیصلہ نہیں کرتے تو وہ سچا ہے اگر اس نے ظن بالمعنی الاحتمال مراد لیا اور قطعی بالمعنی الاخص کا قصد کیا اور یہ کہ ہم کہ نقصان وہ نہیں اور اس کو سود مند نہیں اور اگر وہ اس کا عکس مراد لے تو اس نے غلط کہا اور اس پر ان دلائل سے محبت قائم ہے جن کے مقابل کی اس کو طاقت نہیں ، واللہ تعالی اعلم۔ اس مقام میں یہ مختصر قول ہے اور ہم نے تمہیں اشارہ کیا ان نکتوں کی طرف جی سے اندیزا چٹ جاتا ہے۔ رہی تفصیل تو ہم اس سے خارج ہو چکے کتاب تفصیل میں اللہ ملک جلیل کی توفیق سے ، اور برائی سے بچنے اور نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ سے۔

لطیفہ : فرمایا امام رازی نے مفاتیح الغیب

میں کہ سورة وآیل ابوبکر کی سورة ہے اور سورة الضحی محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سورة ہے ، پھر اللہ تعالی نے ان سورتوں کے درمیان واسطہ نہ رکھا تا کہ معلوم ہو کہ محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور ابوبکر کے درمیان کوئی شخص واسطہ نہیں تو اگر تم پہلے واللیل کا ذکر کرو وہ ابوبکر ہیں پھر

ثم صعدت وجدت بعد النصار وهو
محمد صلى الله تعالى عليه وسلم
وان ذكرت والضحى اولا وهو محمد صلى
الله تعالى عليه وسلم ثم نزلت وجدت
بعده والليل وهو ابو بكر لي علم انه لا واسطة
بينهما انتهى۔

اقول وكان تقديم والليل

عن هذا التقدير ولا فيها جواب عن
طعن الكفار في جناب الصديق والضحى
جواب عن طعنهم في سيد المرسلين
صلى الله تعالى عليه وسلم وتبرئة النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم لا تستلزم تبرئة الصديق
لانه صلى الله تعالى عليه وسلم على وبرادة
الاعلى لا توجب برادة الادنى وتبرئة الصديق
رضى الله تعالى عنه يحكم
تبرئة النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم بالطريق الاول اذ
انما برى لانه عبد بنك البرى
النقى صلى الله تعالى عليه وسلم فكانت
في تقديم والليل استعجالا الى الجواب
عن الطعنين معا ولو اخذنا اخر الجواب
عن طعن الصديق۔

اقول تسمية سورة الصديق

چرخو تو اس کے بعد دن کو پاؤ گے تو وہ محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور اگر تم پہلے
والضحیٰ کا ذکر کرو اور وہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ہیں۔ پھر اتر تو اس کے بعد واللیل کو پاؤ گے
اور وہ ابو بکر ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں
کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

اقول اور واصل کی تعلیم اس تقدیر پر اس

ہے کہ وہ جناب صدیق کے بارے میں کفار کے
طعن کا جواب ہے اور والضحیٰ کے طعن کا
جواب ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے بارے میں، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی برات صدیق کی برات کو مستلزم نہیں
اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلیٰ
ہیں اور اعلیٰ کی برات ادنیٰ کی برات کو لازم
نہیں کرتی اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برات
بدرجہ اولیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
برات کا حکم کرتی ہے اس لئے کہ صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اس لئے بری ہوئے کہ اس بری نقی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام ہیں تو واللیل کی
تعلیم میں ایک ساتھ دونوں طعنوں کے جواب
کی حجت ہوتی، اور اگر واللیل کو مؤخر کیا جاتا تو
صدیق کے طعن کا جواب مؤخر ہو جاتا۔

اقول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ

باللیل وسورة المصطفیٰ بالمصطفى
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ورضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہ اشارۃ
 الی ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نور الصدیق وهدایہ ووسیلۃ
 الی اللہ بہ یتغنی فضلہ ورضاء
 والصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 مراحة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ووجه اللہ وسکونہ واعمینان نفسہ و
 موضع سرہ ولباس خاصتہ فقد
 قال تبارک وتعالیٰ "وجعلنا اقیل
 لباسا" وقال تعالیٰ "وجعل
 لکم الیل والنہار لتسکنا فیہ
 ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم
 تشکرون" و تلمیح الی
 ان نظام عالم الدین انما یقوم
 بہا کما ان نظام عالم الدنیا
 یقوم بالملوین فلولا النہار لما کان البصار ولو
 لا الیل لما حصل قیاسہ فالحمد للہ
 العزیز العفاس۔

لطیفۃ: استنبط القاضی
 الامام ابوبکر الباقلائی من الآیات

تعالیٰ عنہ کی سورت کو واللیل کا نام دینا اور
 مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سورت کا
 نام ضعی رکھنا گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے
 کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدیق کا نور
 اور ان کی ہدایت اور اللہ کی طرف ان کا وسیلہ
 جن کے ذریعہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا
 طلب کی جاتی ہے اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راحت اور
 ان کے انس و سکون اور اطمینان نفس کی وجہ
 ہیں اور ان کے محرم راز اور ان کے خاص معاملہ
 سے وابستہ رہنے والے اس لئے کہ اللہ تبارک
 تعالیٰ فرماتا ہے: "اور رات کو پڑھ کر پڑھ کر اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے: "تھارے لئے رات اور دن
 بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا
 فضل و حسنہ اور اس لئے کہ تم حق مانو" اور
 یہ اس بات کی طرف تلمیح ہے کہ دین کا نظام
 ان دونوں سے قائم ہے جیسے کہ دنیا کا نظام
 دن رات سے قائم ہے تو اگر دن نہ ہو تو کچھ نظر
 نہ آئے اور رات نہ ہو تو سکون حاصل نہ ہو، تو
 اللہ عزیز و عفا رہی کے لئے حمد ہے۔

لطیفہ: قاضی امام ابوبکر الباقلائی
 نے اس آیت کریمہ سے حضرت سینا رضی اللہ عنہ کی فضیلت

لہ القرآن الکریم ۱۰/۷۸
 ۷۸ ۷۸ ۷۸

الکریمة وجہا آخر لتفضیل سیدنا
 العبدین علی سیدنا المرتضی
 لقاهما الله تعالی باحسن الرضا
 انبانا السراج عت الجسمال
 عت السند عت الغلافی
 عت محمد سعید عت
 محمد طاهر عت ابیہ ابراہیم
 الکرودی عت القشاشی عت
 الرضی عت الزینت سکریم
 عت ابن حجر عت مجد الدین
 الفیروز آبادی عت الحافظ
 سراج الدین القزوينی
 عت القاضی ابی بکر
 التفتازانی عت شرف الدین محمد
 بن محمد الہرزی عت محمد
 بن عمر الرازی قال فی
 مفاتیح الغیب ذکر القاضی ابوبکر الباقلائی
 فی کتاب الامامة فقال آية الواردة فی
 حق علی کرم الله وجهہ الکریم : انما
 نطعمکم لوجه الله لا نريد
 منکم جزاء ولا شکوراً ۝ انا نغاث
 من مبنایوما عبوسا قمطر سدا ۝
 والآية الواردة فی حق ابی بکر
 الا ابتغاء وجه ربہ الاعلی
 ولمسوف یوضف " فدللت الايات

صدیق کی دوسری وجہ استنباط کی، اللہ تبارک و
 تعالیٰ دونوں کو اپنی بہترین رضا سے ہمکنار کرے،
 ہمیں خبر دی سراج نے، وہ روایت کرتے ہیں
 بحال سے، وہ روایت کرتے ہیں سندھی سے،
 وہ روایت کرتے ہیں محمد سعید سے، وہ روایت
 کرتے ہیں محمد طاہر سے، وہ روایت کرتے ہیں
 اپنے باپ ابراہیم کرودی سے، وہ روایت کرتے
 ہیں قشاشی سے، وہ روایت کرتے ہیں رضی
 سے، وہ روایت کرتے ہیں زین زکریا سے، وہ
 روایت کرتے ہیں ابن حجر سے، وہ روایت
 کرتے ہیں مجد الدین فیروز آبادی سے، وہ روایت
 کرتے ہیں حافظ سراج الدین قزوینی سے، وہ
 روایت کرتے ہیں قاضی ابوبکر تفتازانی سے،
 وہ روایت کرتے ہیں شرف الدین محمد بن محمد
 الہرزی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد بن عمر رازی
 سے، انہوں نے مفاتیح الغیب میں فرمایا قاضی
 ابوبکر باقلانی نے کتاب الامامة میں ذکر کیا تو
 انہوں نے فرمایا کہ وہ آیت جو علی کرم اللہ وجہہ لکرم
 کے حق میں وارد ہے، ان سے کہتے ہیں تمہیں
 خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی
 بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے بے شک ہمیں
 اپنے رب سے ایک ایسے دن کا دار ہے جو
 بہت ترش نہایت سخت ہے، اور وہ آیت
 جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وارد
 ہوئی، صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب

ان کل احد منهم انما فعل ما
فعل لوجه الله الا ان اية
على تدل على انه فعل ما فعل
لوجه الله وللخوف من يوم
القيامة على ما قال "انا نخاف
من ربنا يومنا عبوسا قمطريرا"
واما اية ابی بکوفانها دلت على
انه فعل ما فعل لمحض وجه
الله تعالى من غير
ان يشوبه طمع فيما
يرجع اليه من رغبة في
ثواب او رهبة من عقاب
فكان مقام ابی بکوفان
اعلى واجل انتهى۔

سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی
ہو گا۔ یہ دونوں آیتیں دلالت کرتی ہیں
کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے نیکی اللہ کی
خوشنودی کے لئے کی مگر یہ کہ سیدنا علی کے حق
میں جو آیت اتری وہ اس بات پر دلالت کرتی
ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ اللہ کی خوشنودی
اور روز قیامت کے دوسے کیا اس بنا پر
انہوں نے کہا بیشک میں اپنے رب سے ایک
ایسے لے کا دوسرے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے
اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں اترنے والی
آیت وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ انہوں نے
جو کچھ کیا محض اللہ کے لئے کیا بغیر اس کے کہ
اس میں کچھ طمع کاشا ہے ہو اس امر میں جو
ثواب میں رغبت یا عذاب میں ہیبت کی طرف
لوٹتا ہے، تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام اصل
اور اعلیٰ تھا انتہی۔

اقول والتحقيق ان
جملة جلة الصحابة الكرام رضی اللہ
تعالیٰ عنہم اجمعین ارقی فی صواق
الولایة والفناء عن الخلق والبقاء
بالحق من کل من دونهم من اکابر الاولیاء
العظام کائین من كانوا أو شانهم رضی اللہ
تعالیٰ عنہم ارفع واعلیٰ من ان یقصدها

اقول (میں کہتا ہوں) اور تحقیق
یہ ہے کہ تمام اجلہ صحابہ کرام مراتب ولایت
میں اور خلق سے فنا اور حق میں بقا کے مرتبہ میں اپنے
ماسوا تمام اکابر اولیاء عظام سے وہ جو بھی ہوں افضل
ہیں اور ان کی شان ارفع واعلیٰ ہے اس سے کہ
وہ اپنے اعمال سے غیر اللہ کا قصد کریں، لیکن
درج متفاوت ہیں اور مراتب ترتیب کے ساتھ

لے مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیة ۹۲/۲۱۰ و ۲۱۱ المطبعة البیتة المصریة مصر ۳/۱۴۰۹ھ

ہیں اور کوئی شے کسی شے سے کم ہے اور کوئی
 فضل کسی فضل کے اوپر ہے اور صمدی
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مقام وہاں ہے
 جہاں نہایتیں ختم اور غایتیں منقطع ہو گئیں
 اس لئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 امام القوم سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہ
 الزکریٰ کی تصریح کے مطابق پیشواؤں کے پیشوا
 اور تمام کی تمام تھانے والے اور ان کا مقام
 صدیقیت سے بلند اور تشریع نبوت سے کمر
 ہے ان کے درمیان اور ان کے حوالے اکرم
 محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
 درمیان کوئی نہیں اور خاتم رسالت کے نام ہم
 نے اپنا یہ رسالہ تمام کیا اور اللہ کے لئے محمد ہے
 جو ملک ہے جلالت کا، کتاب رسولی ہاشمی کی
 ثنا پر تمام ہوئی اور اللہ ہمارا خاتمہ فرما سکے
 خاتم النبیین کے نام پر۔ سبحن ربك رب العز
 عما یصفون وسلم علی المرسلین والحمد
 للہ رب العالمین۔

یا عمالہم غیر اللہ سبحنہ و تعالیٰ لکن المنارج
 متفاوتة والمراتب مترتبة و شئ دون شئ و فضل
 فوق فضل و مقام الصدیق حیث انتہت
 الغایات و انقطعت الغایات اذ هو رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کما صرح بہ امام القوم سیدی
 محی الملہ والیدین ابن عربی قدس اللہ
 تعالیٰ سرہ الزکی امام الاثمة و مالک
 الاثرمة و مقامہ فوق الصدیقیة و دون
 النبوة التشریعیة و لیس احد بینه و
 بین مولاة الاکرم محمد رسول اللہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علی اسم خاتم
 الرسالۃ ختمنا الرسالۃ و الحمد للہ
 حولی الجلالۃ سے

تسم الكتاب علی ثناء الهاشمی

ختم الاله لنا علی اسم الخاتم

سبحن ربك رب العزة عما یصفون

وسلم علی المرسلین والحمد

للہ رب العالمین۔